سلسلہ اول
جلد پنجم
فسانۂ لندن
ترجمہ مسٹریز آف لندن
وہ زبردست ناول جس کے آگے دنیا بھر کے ناول ہیچ ہیں
مصنف
جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

رینالڈس کا بلند ترین ناول

مسٹریز آف لنڈن

اردو ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے

سلسلہ اول

[illegible]

سلسلہ ثانی

[illegible]

سلسلہ اول — جلد پنجم

فسانہ لندن

رینالڈس کے سب سے زبردست ناول مسٹریز آف لندن کا ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم وطن پرست - افسانہ بنگال - نظارہ پرستان وغیرہ

اسی مصنف کے دو اور ناول خونی تلوار ، باپ کا قاتل بھی ضرور ملاحظہ فرمایئے

سنہ ۱۹۲۵ء

لال برادرس

۷ - پارسنز روڈ نولکھا لاہور

اس دفتر سے اسی طرز کے ماہوار ناولوں کا سلسلہ جاری ہے
عہ سالانہ ادا کر کے اس کے مستقل خریدار بن جایئے

لاہور پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام فیروز الدین پرنٹر چھپا

اشاعت ثالث

قیمت ۱۲ ؍

سلسلہ اول

جلد پنجم

فسانہ لندن

رینالڈس کے سب سے زبردست ناول مسٹریز آف لندن کا ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم وطن پرست - افسانہ بنگال - نظارہ پرستان وغیرہ

اسی مصنف کے دو اور ناول خونی تلوار دربار پیکانی قاتل بھی ضرور ملاحظہ فرمائیے

سنہ ۱۹۲۵ء

لال برادرس

۷ - پارسنز روڈ نولکھا لاہور

اس دفتر سے اسی طرز کے ماہوار ناولوں کا سلسلہ جاری ہے
چندہ سالانہ ادا کرکے اس کے مستقل خریدار بن جائیے

لاہور پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام فیروز الدین پرنٹر چھپا

اشاعت ثالث

قیمت ۱۲ /

سلسلہ اول

فسانہ لندن

جلد پنجم

پہلا باب

قیدی

مردہ فروش اور دلال دونوں چپ چاپ اس گلی کی طرف چلتے گئے جس کے اندر اول الذکر کے مکان کا بغلی دروازہ واقع تھا۔ گلی کی نکڑ پر پہنچ کر مردہ فروش رک گیا اور کہنے لگا۔ "یہیں مسٹر چپسٹر کا انتظار کر لینا چاہیئے۔"

اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر ٹامکنس نے مردہ فروش سے التجا کے لہجہ میں ایک بار پھر کہا کہ مائیکل مارٹن کا راز چپسٹر پر ظاہر نہ کیا جائے۔ جس پر مردہ فروش بولا۔ "تم ناحق فکرمند ہوتے ہو جو لوگ مجھ سے اچھی طرح سلوک کریں۔ ان کے راز ہمیشہ میرے سینہ میں محفوظ رہتے ہیں۔ اور ان کی شکایت کے لئے میرے لبوں کا کھلنا اسی طرح ناممکن ہے جیسے جیل خانہ نیوگیٹ کے پھاٹک کا ایک شخص جس کی خاطر میں کوئی کام کر رہا ہوں کبھی اس بات سے واقف نہیں ہوتا کہ وہ کس کی خدمت میرے ذمہ ہے۔ ہاں اگر میرے گاہکوں کی طرف سے میرے ساتھ بدسلوکی ہو تو پھر جو جی میں آئے میں بھی کر گذرتا ہوں۔ اس لئے جیسا میں کہہ چکا ہوں جب تک تم اپنی بات کے پابند رہو گے میری طرف سے ہر طرح مطمئن رہ سکتے ہو۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں چپسٹر بھی آ گیا۔ مردہ فروش ان دونو کو ساتھ

گلی کے اندر داخل ہوا۔ مکان میں پہنچکر اس نے احتیاطاً دروازہ بند کرلیا اور پھر اپنے ساتھیوں سمیت
خفیہ کمرہ میں جاکر بتی جلائی۔ شمع کی روشنی میں اس جگہ کی ظاہری حیثیت اس وقت بھی ویسی ہی نظر
آتی تھی جیسی اس وقت تھی جب ریٹل سنیک اول مرتبہ اس جگہ داخل ہوئی تھی۔

ٹاملنسن نے جب تنگی اور تاریک دیواروں پر نظر ڈالی۔ تو اس کے بدن میں کپکپی پیدا ہو
گئی لیکن غریب آدمی بے بس تھا۔ چپ چاپ واقعات کا انتظار کرتا رہا۔

میز پر جو سیاہ نقاب رکھا ہوا تھا۔ اسے اُٹھا کر چیچسٹر نے کہا۔ "ہلو! میرے خیال میں یہی"

مردہ فروش نے دلال کی طرف اس انداز سے دیکھتے ہوئے گویا وہ چیچسٹر کو جتلانا چاہتا
ہے کہ ٹاملنسن کو قیدی کے پر اسرار سلوک سے جسقدر کم واقف کیا جائے بہتر ہے۔ آہستگی
سے کہا "خاموش" بات دراصل یہ تھی کہ ٹڈکنس فطرت انسانی سے پورے طور پر واقف تھا
اور وہ ٹاملنسن کی کمزور قوت ارادی کو پیش نظر رکھ کر کسی طرح اس کے اضطراب کو بڑھانا
پسند نہ کرتا تھا۔

دلال ابھی تک کمرہ کی دیکھ بھال میں مصروف تھا۔ اس لئے یہ واقعہ اس کی نظر
میں نہ آیا اور چیچسٹر نے احتیاطاً نقاب کو لبادہ کے نیچے چھپا دیا۔

جب ٹاملنسن کمرہ کی دیکھ بھال کرچکا۔ اور وہ اس سوچ میں تھا کہ قیدی کس حصہ میں
بند ہے۔ اور اس تک پہنچنے کا راستہ کونسا ہے۔ اس کی نظر یکایک چمنی کی طرف پڑی۔ آپ
اس کی حیرت کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ جب اس نے دیکھا کہ مردہ فروش ایک پُر اسرار پتھر کو اُٹھا کر
مخفی زینہ کے راستہ نیچے اُترنے لگا ہے۔

ان پر اسرار کارروائیوں اور تہ خانہ کی جس کے اندر مردہ فروش کا آدھا جسم داخل
ہوچکا تھا۔ انتہا درجہ تاریکی کو دیکھکر ٹاملنسن کانپ اُٹھا۔ ایک بار پھر اس کے جی میں آئی
کہ اس خطرناک معاملے سے دست برداری اختیار کرے۔ اور آگے بڑھنے سے انکار کردے لیکن
جب مردہ فروش کی خوفناک آواز سنائی دی۔ جو اسے پیچھے پیچھے آنے کا حکم دے رہا تھا۔ تو ہر
قسم کا تامل خود بخود دور ہوگیا۔ اور وہ ٹڈکنس کے ساتھ ساتھ ہولیا۔

مردہ فروش کے ہاتھ میں شمع تھی جسے اس نے ایک ٹین کے شمعدان میں رکھا ہوا تھا۔ اس
کے پیچھے پیچھے زینہ سے اُتر کر ٹاملنسن ایک تنگ راستہ میں پہنچا۔ جو ۲۰ فٹ لمبا اور ۴ فٹ
چوڑا تھا۔ اس کے چاروں طرف چار بڑے مضبوط دروازے تھے۔ جن کے اندر زیادہ مضبوطی

کی غرض سے بجھیں لگی ہوئی تھیں۔

اس جگہ پہنچکر مردہ فروش نے ٹاملنسن سے آہستگی کے لہجہ میں کہا۔ "تم دیکھتے ہو۔ یہ مکان حقیقت میں کئی سال گذرے۔ پاگل خانہ بنانے کے لئے ہی تعمیر ہوا تھا۔ مگر اس سے یہ کام گذشتہ ۳۰ سال کے عرصہ میں کبھی نہیں لیا گیا"

ٹاملنسن نے عجیب شمع کی دھندلی روشنی میں نمدار دیواروں کو دیکھا۔ تو پھر ایک بار کانپ اٹھا اور کہنے لگا۔ "آپ نے اسے اسی لئے کرایہ لیا تھا کہ تعمیر کا حقیقی منشا پورا ہو جائے"!

لیکن مردہ فروش نے خشونت سے جواب دیا "میں نے کرایہ پر نہیں لیا"

اتنے میں جیفر بھی نیچے اتر آیا تھا۔ اسے دیکھکر مردہ فروش ایک دروازہ کے قریب پہنچا اور قفل کے اندر کنجی رکھکے کہنے لگا۔ "یہ کوٹھری ہے"

وہ چند سیکنڈ کا عرصہ جو دروازہ کھولنے میں صرف ہوا۔ ٹاملنسن کے لئے صدیوں کی اذیت کے برابر تکلیف دہ تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا۔ کہ میں کسی انتہا درجہ کے بھیانک جرم۔۔ کسی بہت خوفناک قتل میں شریک ہونے لگا ہوں۔ اس کی پیشانی سرد پسینہ سے تر ہو گئی۔ سر سے پاؤں تک اس کے بدن میں رعشہ پڑ گیا۔ اور دماغ کے اندر ایک طوفان پیدا ہو گیا۔ معدہ پر سنوں بار پڑ گیا اور آنکھوں کے اندر جلن محسوس ہونے لگی۔

کیوں؟ اس لئے کہ نا تجربہ کار مجرم تھا!

خیر دروازہ کھلا۔ اور مردہ فروش شمع ہاتھ میں لئے اندر داخل ہوا۔ یہ ایک نہایت تنگ کمرہ۔۔۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ ایک پتھر کی بنی ہوئی قبر تھی۔ جو شاید زندوں کو دفن کرنے کے کام آتی تھی!

• کمرہ کے اندر ایک صاف ستھرا بستر۔ ایک میز۔ کرسی۔ ہاتھ دھونے کا ایک اور میز اور چند اور ضروری چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ میز پر ایک لمپ روشن تھا۔ اور اس بستر پر کپڑوں سمیت وہ بدنصیب عورت لیٹی ہوئی تھی۔ جس پر طرح طرح کے ستم توڑے جاتے تھے!

مردہ فروش کی شمع کی روشنی میں حاضرین نے دیکھا۔ کہ اس کا چہرہ زرد لیکن خوبصورت ہے لمبے لمبے ملائم بھورے بال اس بازو پر بکھرے ہوئے ہیں جس پر وہ سر رکھے سو رہی تھی۔ اس کی نیند گہری لیکن مضطربانہ تھی ایسی کہ جو اس مجرم کو جسے سزائے موت دی جانے والی ہو قتل سے پہلی رات آسکتی ہے۔

اس کی چھاتی زور زور سے دھڑک رہی تھی۔ اور لبوں سے رہ رہ کر ایک آہ سرد نکلتی تھی۔ تیچر پلنگ کے قریب جا کر اسے بیدار کرنے کو تھا۔ کہ اس کی آنکھ خود بخود کھل گئی اور وہ گھبرا کر سیدھی ہو بیٹھ گئی۔ چاروں شخصوں کو کمرہ کے اندر موجود پا کر وحشت ناک انداز سے کہنے لگی۔ "بدمعاشو یہ کیا اندھیر ہے؟ کیا تم مجھے قتل کرنے آئے ہو!"

تیچر کہنے لگا۔ "بانو یہ بات نہیں ہے ہم صرف اس لئے آئے ہیں کہ تمہاری ان تکلیفوں کا خاتمہ ایسے طریق پر کردیں جو میرے دوست مسٹر ٹڈ کنز کے نزدیک مناسب ہو۔"

وایولا نے ٹاملنسن اور تیچر کی طرف شبہ کے انداز سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بدمعاش!"

ٹڈکنز نے چڑھے ہوئے کے لہجہ میں کہا "میڈم شاید آپ کے نزدیک میں ایسا ہوں۔ لیکن آپ میری طرف اس قہر کی نظر سے نہ دیکھئے۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکا میں نے اپنے فرض منصبی کو ایسے طریق پر سرانجام دیا ہے کہ آپ کو تکلیف نہ پہنچے میں ہر رات آپ کے لئے اچھا کھانا لاتا رہا ہوں۔"

بدنصیب عورت نے جب مردہ فروش کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ تو رعشہ براندام ہو گئی اور کانپتے ہوئے پھر کہنے لگی "بدمعاش!" اور اس کے بعد بستر سے اٹھ کر اور اس کے سامنے کھڑی ہو کر بولی "تو کیا تمہیں میرے دل میں بزدلانہ اور شیطانی طریق پر خوف کا انتہائی احساس پیدا کرتے رہے ہو؟ کیا تمہیں آدھی رات کے وقت وہ خوفناک بھیس بدل کر میرے پاس آیا کرتے تھے جس سے میرے دل میں ہزار ہا قسم کے خطرات پیدا ہو جاتے تھے؟"

ٹڈکنز یعنی مردہ فروش نے درشتی کے لہجہ میں کہا "میڈم اپنے اقرار کو نہ بھولئے۔ آپ نے اس بات کا وعدہ کیا تھا۔ کہ بعض شرائط پوری ہونے پر آپ زمانہ ماضی کو فراموش کر دوں گی ہم لوگ اس جگہ ان شرطوں کو پورا کرنے آئے ہیں۔ کیا آپ اپنے وعدہ کو پورا کرنا چاہتی ہیں۔ یا ہم آپ کو بدستور یہاں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں؟"

وایولا نے ٹاملنسن کی طرف گھور کر دیکھا پھر کہنے لگی "یہ شخص کون ہے؟"

تیچر نے ملائمت کے لہجہ میں جواب دیا "میری جان وہ ہے جو تمہارے دستخط ایک دستاویز پر لیگا..."

وایولا نے جیمز ٹاملنسن سے مخاطب ہو کر کہا "صاحب تمہارا تعلق ایک باعزت پیشے سے ہے۔ اس معاملہ میں بھی اپنے آپ کو پورا عزت دار ثابت کیجئے۔ تمہارے سامنے ایک بیکس

عورت کھڑی ہے۔ جس نے بدقسمتی سے ایک سیاہ دل بدمعاش سے شادی کر لی۔ اور اس بدمعاش نے ایک اور شیطان کی مدد سے اسے اس خوفناک قبر میں زندہ دفن کر دیا۔ ان لوگوں نے شاید تم سے کہا ہو میں دیوانی ہوں۔ لیکن کیا میری گفتگو کسی فاترالعقل شخص کی سی ہے؟ کیا تم اس عورت کے دستخط لینے پر آمادہ ہو۔ جس کی نسبت تم یقین رکھتے ہو۔ کہ اسے معلوم نہیں میں کیا کر رہی ہوں؟ نہیں جناب نہیں۔ آپ ایسے بھولے نہیں ہو سکتے کہ مجھے فاترالعقل سمجھیں۔ آپ اس شیطنت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جس سے ان شخصوں نے کام لیا ہے اور یہ محض اس لئے کہ میری جائداد جو مجھے اپنے متوفی شوہر سے ورثہ میں ملی تھی۔ لوٹ لی جائے اے صاحب اگر آپ انسان ہیں۔ اگر آپ کے اندر مادہ انسانیت کا ایک ذرہ بھی موجود ہے۔ جیسا کہ میرے خیال میں ہے . . . "

"بس بس اس ناٹک کو ختم کرو" مسٹر چیسٹر نے گھبرا کر کہا "جس شخص سے تم گفتگو کر رہی ہو۔ وہ سارے حالات سے باخبر ہے۔ اور وہ جو کچھ کرے گا میری طرف سے بہتر ہی فائدہ کے لئے کرے گا۔"

بدنصیب عورت نے خوف اور التجا کے انداز سے دلال کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر پوچھا "کیوں صاحب کیا یہ صحیح ہے؟ کیا یہ صحیح ہو سکتا ہے؟ کیا یہ دنیا ایسی ذلیل ہو گئی ہے۔ کہ ایک باعزت پیشہ سے تعلق رکھنے والے شخص کو بھی ان شیطانوں کے ساتھ ملنے میں کوئی عار نہیں رہی؟" یہ کہتے ہوئے اس نے نفرت کے انداز سے مردہ فروش اور چیسٹر کی طرف اشارہ کیا۔ "نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کم از کم میری کیفیت تو سن لیجئے میں نے اس شخص سے شادی کی تھی کہ . . ."

چیسٹر نے پھر بےصبری کے لہجہ میں کہا "کیا میں اس سے پہلے کہہ نہیں چکا ہوں کہ مسٹر "نالمنس" تمام حالات سے باخبر ہیں؟ ہم اس جگہ زمانہ ماضی پر بحث کرنے کے لئے جمع نہیں ہوئے بلکہ مستقبل کے طے کرنے آئے ہیں۔"

"تو گویا تم لوگ ایک غریب کمزور بےکس عورت کو لوٹنے آئے ہو" وائیولا نے بڑے دردناک لہجہ میں کہا "لیکن کیوں صاحب آپ کو ان خوفناک وسائل کا علم ہے جن سے کام لے کر ان شخصوں نے مجھے اس جائداد کے نصف حصہ سے دست بردار ہونے پر آمادہ کیا ہے۔ جو میرے سابق شوہر نے جسے مجھ سے حقیقی محبت تھی۔ میرے لئے چھوڑی تھی۔ اس دولت

کا نصف حصہ جو اس نے برسوں کی محنت شاقہ سے کمائی تھی۔ اور جسے یہ اوباش شخص اب اپنی فضول خرچیوں میں اڑانا چاہتا ہے۔ کیا آپ اس شخص کی" یہ کہتے ہوئے اس نے مردہ فروش کی طرف اشارہ کیا "بزدلی اور ان مظالم سے واقف ہیں۔ جن سے کام لیکر اس نے مجھے مرعوب اور اپنے آقا کے مطالبات پورا کرنے پر مجبور کیا ہے؟ جناب اس زندان میں قید ہوئے مجھے تین ہفتے تین دن کا عرصہ گذرا ہے۔ اور اس عرصہ میں یہ شیطان ہر روز آدھی رات کے وقت ایسا بھیس اختیار کرکے جسے دیکھکر مضبوط سے مضبوط شخص کا دل بھی کانپ اُٹھے جس میں اس کا اصلی چہرہ بالکل پوشیدہ ہوتا تھا میرے پاس میرے دل میں خوف کا انتہائی احساس پیدا کرنے کی غرض سے آتا رہا ہے۔ جس روز شام کے وقت ان دونوں نے سازش کرکے مجھے یہاں قید کیا ہے۔ اس دن سے میرے لئے ہر چیز پردہ راز میں چھپی ہوئی ہے۔ رات کے وقت صرف ایک بار یہ شخص نہایت بھیانک صورت میں شمع لیکر میرے پاس آتا تھا۔ اور وہ صورت! خداوندا تیری پناہ! سیاہ لبادہ اور سفید نقاب اوڑھ لینے کے بعد وہ سچ مچ کسی دوسری دنیا کا وجود معلوم ہوتا تھا۔"

شاملعٰن بے تعلقی کے عالم میں ابتک اس ساری گفتگو کو چپ چاپ سنتا رہا تھا۔ اب اس سے نہ رہا گیا۔ بڑے غصہ سے مردہ فروش کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ "ایک بیکس عورت کے ساتھ یہ سفاکی!"

ٹڈکسٹر نے جھلا کر کہا "تم میرے سلوک کو اچھا کہو یا بُرا۔ اس کا معاملہ موجودہ سے کوئی تعلق نہیں۔ جو کارروائی کہہ رہی ہے۔ وہ بہت جلد ہونی چاہیئے۔ اگر نہیں تو تمہارا راستہ دیکھے۔ اور یہ عورت اس وقت تک یہاں رہے گی۔ جب تک اس کا مزاج راہ راست پر نہ آجائے۔"

شاملعٰن نے وایولا کی طرف جو التجا اور مایوسی کی تصویر بنی کھڑی تھی۔ گہری ہمدردی کی نظر سے دیکھا۔ اس کے کھلے بال کندھوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ چہرہ خوبصورت نہ سہی بلکش ضرور تھا۔ اور اب اس بیزاری اور مایوسی کی افسردگی نے اور زیادہ شان دلفریبی پیدا کردی تھی۔ اس کی گہری نیلی آنکھیں اس انداز سے اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ گویا وہ اس کی امداد و رحم کی طلبگار ہے۔

اتنے میں جیجسٹر نے کہا "آخر اس سین کا خاتمہ کس طرح ہوگا؟"

اس نے فقرہ ابھی مکمل نہیں کیا تھا کہ مردہ فروش نے اس کی کلائی زنبور آہنی کی طرح بڑے زور سے پکڑ لی۔ اور پھر اس کے کان میں درشتی کے لہجہ میں کہنے لگا۔ "اگر تم نے ایک لمحہ بھی تامل کیا۔ تو میں تمہارا اور تمہارے خزانچی کا راز فاش کردوں گا۔"

یہ دھمکی سُن کر ٹالمنسن کی حلیمی پھر عود کر آئی۔ اس نے چپ چاپ قلم اُٹھا لیا۔ اور کہنے لگا۔ "انتقال کس کے حق میں ہو گا؟"

ویالولا نے استقلال کے لہجہ میں جواب دیا۔ "مسٹر آرتھر چچیسٹر کے حق میں۔"

"کتنی رقم کا؟"

بدنصیب عورت نے جس کے سینہ میں غم و غصہ کا سمندر موجزن تھا بظاہر سکون قائم رکھ کر جواب دیا۔ "۔ ۔ ۔ میڈم۔ یہ اس رقم کا حصہ ہے۔ جو میرے نام سے ۲½ فیصدی سود پر کفالت ناموں میں محفوظ ہے۔"

ٹالمنسن نے ان ہدایات کے بموجب اندراج کیا۔ اور پھر ویالولا سے مخاطب ہو کر گو آنکھیں پستول پر جمی ہوئی تھیں کہنے لگا۔ "میڈم آپ کو معلوم ہے اس دستاویز پر دو ماہ پہلے کی تاریخ درج ہے۔"

"ہاں"

"تو بس اب آپ اس پر اپنے دستخط کر دیجئے۔"

ویالولا ہنستی ہوئی میز کے قریب آئی۔ اور قلم اٹھا کر دستخط کرنے کو تھی۔ کہ یکایک کچھ سوچ کر رک گئی۔ پھر فوراً ہی دلال سے مخاطب ہو کر بولی۔ "کیوں صاحب اس کی میرے پاس کیا ضمانت ہے کہ اس دستاویز کی تکمیل کے بعد مجھے رہا کر دیا جائے گا؟"

چچیسٹر یہ دیکھ کر کہ ٹالمنسن نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کہنے لگا۔ "کل غروب آفتاب کے بعد ضرور تمہیں مکان پر پہنچا دیا جائے گا۔"

"آج ہی کیوں نہیں؟ میری آزادی ابھی ۔ ۔ ۔ اس دستاویز پر دستخط ہونے کے بعد فوراً ہی مجھے مل جانی چاہئے۔"

چچیسٹر کہنے لگا۔ "بات یہ ہے میں پہلے روپیہ پر قبضہ کر لینا چاہتا ہوں۔"

عورت نے کہا۔ "مسٹر ٹالمنسن مجھے ان دونوں کی نسبت تم پر زیادہ اعتماد ہے۔ میں یہ بھی تسلیم کر لیتی ہوں کہ کوئی ناصر حالت ایسی ہے۔ جس کا مجھے علم نہیں۔ مگر جس کے باعث تم ان کی سازش

کا ذریعہ بننے پر مجبور ہو"

ٹامنسن نے جوش میں آکر کہا "بخدا آپ بالکل سچ کہتی ہیں . . ."

"خیر مجھے تمہاری بات پر اعتبار ہے - مگر اب تم مجھ سے وعدہ کرو - اپنی عزت کا حلف لو کہ کل رات ۹ بجے ضرور مجھے اس قید خانہ سے آزاد کرا دو گے؟"

ٹامنسن نے جواب دیا "میں وعدہ کرتا ہوں اور حلف لیتا ہوں کہ آپ کو کل رات ۹ بجے آپ کے مکان پر پہنچا دیا جائے گا - لیکن اپنی طرف سے آپ بھی اس بات کا وعدہ کریں - کہ اس معاملہ کی نسبت کسی سے ذکر نہ کریں گی"

بدنصیب عورت نے دونوں ہاتھ جوڑ کر - اس لئے کہ وہ اس شخص کی ہر طرح شکرگزار تھی - جو ہر چند اس کے دشمنوں سے ملا ہوا تھا - مگر ان کی طرح جذبات رحم سے عاری نہ تھا کہا "ہاں میں وعدہ کرتی ہوں"

اس پر چیچسٹر کہنے لگا "بیشک سب طرف سے رازداری لازم ہے"

ساتھ ہی مردہ فروش بولا "اگر اس عورت نے اپنی شرط توڑی تو اسے بہت جلد اپنی اس حرکت کے لئے متاسف ہونا پڑے گا - کیونکہ وہ خواہ کہیں چھپ جائے - لاکھ دوستوں میں گھری ہوئی ہو - اس کے محافظ کتنے ہی سپاہی کیوں نہ ہوں - وہ چاہے قصر شاہی میں پناہ گزین ہو جائے میں اسے وہاں سے بھی اٹھا لاؤں گا - اور پھر اسی تہ خانہ میں بند کر دوں گا"

وایولا اور ٹامنسن دونوں نے اس خوفناک شخص کی طرف جو اپنے ذمہ مبہم اور اخفیا رات بیچ کا ذکر ایسے پُر اعتماد لہجہ میں کرتا تھا - خوف اور حیرت کے انداز سے دیکھا - لیکن کہا کچھ نہیں ایک لمحہ بھر سکوت رہا - اس کے بعد وایولا نے قلم ہاتھ میں لے کر تجربہ استقلال کے ساتھ اس دستاویز پر دستخط کر دیئے - اور اس کے بعد دھمکی یا بے اعتمادی کے انداز سے نہیں بلکہ التجا کے لہجہ میں کہنے لگی "اب میں تم لوگوں کے رحم پر ہوں"

چیچسٹر مسکرا کر کہنے لگا "میری جان اس بات کی فکر نہ کرو - کہ ہم تمہیں دھوکہ دیں گے"

بدنصیب عورت اس کا کچھ جواب دینے کو تھی - مگر پھر کسی خیال سے رک گئی - شاید اس لئے سوچا کہ میرے منہ سے اس وقت اگر کوئی تلخ کلمہ نکل گیا - تو ایسا نہ ہو پھر بگڑ بیٹھے - اور اب چونکہ وہ ہر طرح اس کے قابو میں تھی - اس لئے اس کے ساتھ بگاڑ پیدا کرنا نہ چاہتی تھی -

اتنے میں مردہ فروش بولا "نہیں نہیں اندیشہ کی کوئی بات نہیں - عورت نے اپنا فرض ادا

کر دیا ہے اور ہم اپنا ادا کر دیں گے۔ رہا اس معاملہ کو پوشیدہ رکھنے کا سوال۔ سو اس کا بھی مجھے پورے طور پر یقین ہے۔ کیونکہ اب اسے نہیں اسے پھر یہاں آنے کی خواہش ہو۔ اور روپیہ جب ایک بار اس کے شوہر کے ہاتھ آگیا تو اس کا واپس ملنا محال ہے۔"

اس وحشیانہ گفتگو کے خاتمہ پر مردہ فروش نے اپنے ساتھیوں سے کہا "آپ لوگ تھوڑی دیر انتظار کریں۔ میں ابھی آتا ہوں۔" اور پھر خود اس عورت کے لئے آئندہ چند گھنٹوں کا کھانا لانے روانہ ہوا۔

بالائی کمرہ میں آکر اس نے وہی ٹوکرا جس میں خوراک کا سامان رکھ کر لے جایا کرتا تھا۔ اٹھایا اور واپس جا کر آراستہ میز پر رکھتے ہوئے شیطانی قہقہہ لگا کر کہنے لگا "مجھے پہلے سے معلوم تھا کہ اس معاملہ کا خاتمہ کس طریق پر ہوگا۔ اسی لئے میں نے تمہارے دوستوں کا آج بہت اچھا کھانا تیار کرایا تھا۔ یہ لو اس تھال میں مرغ کا گوشت ہے۔ اور اس پیالے کا غذا میں ابلا ہوا گوشت بھنا ہوا ہے۔ یہ روٹی ہے۔ اور اس بوتل میں نہایت اعلیٰ درجہ کی شیریں شراب ہے۔"

مردہ فروش ایک ایک چیز کا نام لے لے کر آراستہ میز پر رکھتا جاتا تھا۔ جب وہ انہیں رکھ چکا۔ تو والپولا ان چیزوں کو دیکھ کر قدرے خوش ہوئی۔ کیونکہ مردہ فروش کی اس رعایت میں اسے وعدہ رہائی کی امید نظر آتی تھی۔

مردہ فروش اس کام سے فارغ ہو کر کہنے لگا "اب میں مسز جیمپر سے رخصت چاہتا ہوں میڈم کل رات یقیناً آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔"

اس کے بعد تینوں اس تہ خانہ سے رخصت ہوئے۔ لیکن دروازہ بند ہونے سے پہلے والپولا نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر ڈاملنس کا ہاتھ پکڑ لیا اور زوردار لہجہ میں کہنے لگی "صاحب اپنے وعدہ کو بھول نہ جانا۔"

وہ بولا "میڈم اطمینان رکھئے۔ اب آپ کو زیر حراست رکھنے میں کسی کو فائدہ نہیں ہے۔"

والپولا کمرہ کے وسط کی طرف ہٹ گئی۔ اور دروازہ باہر سے بند ہو گیا۔ پھر اس نے تینوں کے واپس جانے کی چاپ سنی۔ اور باہر کا چوبی دروازہ بند ہونے کی آواز بھی اسے سنائی دی۔ امید و بیم کی حالت میں دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی "خدا کرے اس میں کوئی دھوکہ نہ ہو۔"

یہ خیال آتے ہی اس پر خوف کا ایک نامعلوم احساس طاری ہو گیا۔ اور سوچنے لگی۔ کیا ان کا منشا مجھے عمر بھر اسی تاریک کوٹھڑی میں بند رکھنے یا باقی روپیہ حاصل کئے بغیر آزاد نہ کرنے کا

تو نہیں ہے؟ پھر اتنے پاس سے کہنے لگی۔" افسوس! میں کتنی بے وقوف ہوں۔ بھلا ایسے لوگ
جو اس قسم کی شیطانی حرکات کے مرتکب ہو سکتے ہیں جنہیں عزت یا انسانیت کا ذرا بھی پاس
نہیں۔ روپیہ کا ایک حصہ لے کر مطمئن ہو سکتے ہیں؟ نہیں نہیں اس جرم کو زیادہ اچھی طرح چھپانے
کے لئے انہیں تو میرے قتل سے بھی دریغ نہ ہوگا۔"

اس خیال سے خائف ہو کر بدنصیب عورت بستر پر گر پڑی اور دیر تک زار زار روتی رہی۔ اتنا عرصہ آنسو بہانے کے بعد اسے قدرے سکون ہو گیا۔ اور اس کے خیالات میں کبھی امید کی جھلک پیدا ہونے لگی۔ اس وقت وہ اپنے دل سے کہنے لگی "بہرصورت مجھے اس ڈاکٹر کی صورت دیانتدار معلوم ہوتی تھی۔ اس کے لفظوں میں احساس تھا ظاہر وہ ایک ایسا کام کر رہا تھا جس کے لئے اس کی طبیعت آمادہ نہ تھی۔ وہ میری حالت پر اظہار رحم کرتا تھا۔ بیشک اسے مجھ سے ہمدردی تھی۔ اس سے میری ساری امیدیں وابستہ ہیں۔ امید نہیں کہ مجھے اس کی طرف سے مایوسی ہو۔"

اس قسم کی دلیلوں سے اس نے اپنے دل کو تو ڈھارس دی۔ لیکن بدن میں غیر معمولی نقاہت کا احساس ہونے لگا۔ ٹانگوں میں لغزش ہوئی۔ اور سر میں چکر آنے لگا۔

وہ کھڑی ہو کر کمرہ میں ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ کہ شاید اس طرح کمزوری کا احساس رفع ہو۔ یکایک خیال آیا۔ کہ میں نے بہت دیر سے کچھ کھایا نہیں۔ شاید یہ کمزوری اسی لئے ہو۔ یہ سوچ کر وہ میز کے قریب گئی۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے مردود حرمش سامان خوراک رکھ گیا تھا اس نے چند لقمے کھائے اور تھوڑی شراب گلاس میں ڈال کر پی۔

لیکن وہ گلاس ہاتھ سے رکھنے کو تھی کہ اس پر گہری غنودگی طاری ہو گئی گلاس خود بخود ہاتھ سے گر پڑا۔ وہ کرسی سے اٹھ کر بستر کی طرف چلی۔ مگر پاؤں بوجھل معلوم ہونے لگے لڑکھڑاتی ہوئی چارپائی کے قریب پہنچی۔ اور پھر بے ہوش ہو کر اس پر گر پڑی۔

دوسرا باب
مراتب عشق

دوسرے دن صبح کے وقت مطلع صاف مگر کہر آلود تھا یہ اس قسم کی سرمائی صبح تھی جبکہ زمین لوہے کی طرح سخت مگر سورج کی روشنی نہایت خوشگوار اور فرحت بخش معلوم ہوتی ہے۔ ایسے موقعوں

پر سیر کرنے جاؤ تو طبیعت بشاش ہوتی ہے ۔ رگوں میں خون زور سے گردش کرنے لگتا ہے ۔ سارے بدن میں ایک لطیف احساس پیدا ہوتا ہے حوصلہ بلند ہو جاتا ہے اور اس وقت ہم محسوس کرتے ہیں کہ موسم سرما بھی اپنے اندر بعض خوبیاں رکھتا ہے ۔

اسی قسم کا احساس دل میں لئے ہوئے رچرڈ مارکھم رچمنڈ کے قریب گاڑی سے اترا ۔ اور کھیتوں کے اندر سے پگ ڈنڈی کے راستہ کونٹ الٹرونی کے قصر کے مغربی حصہ کی طرف روانہ ہوا ۔ اس کے رخساروں پر سرخی کی جھلک نمودار تھی ۔ چاں کے خوش نما خط و خال پر خوب سجتی تھی اس کی سیاہ آنکھوں میں خوشی اور امید کی روشنی نظر آتی تھی ۔ اور لبوں پر مسکراہٹ کے آثار تھے ۔ وہ اپنے خوش نما سر کو سیدھا اٹھا اس انداز سے چل رہا تھا ۔ گویا اسے خود اپنی ہستی پر ناز ہے ۔ کیونکہ یہ ہستی باوجود ہر قسم کی مشکلات کے کسی مبارک اثر سے محفوظ تھی ۔

اے عشق ! کیا تو بھی وعدہ اور امید کے اس ستارہ کی مانند نہیں ہے ۔ جس کے نور میں مشرق کے حکما اپنے شفیع کی طرف روانہ ہوئے تھے ؟ جس کی روشنی میں بے ہراس ناخدا سمندر پر بخوف ہو کر جہاز چلاتا ہے ؟ جس کی چمک میں عرب کے قافلہ سالار لق و دق صحرا میں رستہ تلاش کرتے ہیں ۔

رچرڈ مارکھم چل رہا تھا ۔ اور اس کی روح امید محبت اور راحت کے احساس سے معمور تھی ۔ دائیں جانب پاؤ میل کے فاصلہ پر کونٹ الٹرونی کا قصر نمودار تھا ۔ جس کے گرد اگا ہوا سبزہ زار ان خشک درختوں کے مقابلہ میں جو چاروں طرف نظر آتے تھے ۔ صحرا کے اندر ایک نخلستان کی صورت پیش کرتا تھا ۔ محل کو دیکھ کر اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا ۔ اور ایک لمحہ کے لئے جب اسے خوشی کی وہ گھڑیاں یاد آئیں جو اس نے اس کی چار دیواری میں بسر کی تھیں تو اس کے چہرہ پر اداسی کی جھلک نمودار ہو گئی ۔ لیکن یہ عارضی احساس جلد ہی رفع ہو گیا ۔ کیونکہ سامنے تھوڑے سے فاصلہ پر اسے ایک حسین صورت نظر آئی ۔ جو سبزہ زار سے گزر رہی تھی ۔

رچرڈ زیادہ تیزی سے قدم اٹھا کر چلنے لگا ۔ اور تھوڑے عرصہ میں اس مقام پر پہنچ گیا جہاں گزشتہ موسم بہار میں اس کی ملاقات اسابیلا سے ہوئی تھی ۔ اور اس نے اسے اپنی دائمی محبت کا یقین دلایا تھا ۔

اس مقام پر پہنچ کر وہ رک گیا ۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگا ۔ اسابیلا اب اس کے قریب آ چکی تھی ۔ اس نے آگے بڑھ کر حسین اطالوی دوشیزہ کو گلے سے لگا لیا ۔ اور خوشی کا پہلا جوش رفع ہونے پر کہنے لگا ۔

"اسابیلا ۔ پیاری اسابیلا ۔ آخر کس نیک فرشتہ نے تمہیں اس ملاقات پر آمادہ کیا ؟"

حسینہ نے اس کا بازو پکڑ کر اور ڈرتے ڈرتے اس کے چہرہ کی طرف دیکھ کر پوچھا "رچرڈ تم مجھے ناعاقبت اندیش تو نہیں خیال کرتے ہو؟"

کہنے لگا "میری جان۔ بھلا یہ ممکن ہے۔ کہ میں تمہاری نسبت ایسے بُرے خیالات کو اپنے دل میں جگہ دوں؟ اور یہ اس صورت میں کہ تمہاری ہی نظر لطف سے مجھے اس ملاقات کی راحت نصیب ہوئی۔"

اسابیلا نے کہا "رچرڈ تمہیں یاد ہے۔ آج سے سات آٹھ مہینے پہلے جب میں تمہیں اس جگہ ملی تھی۔ تو میں نے کہا تھا۔ کہ میں پھر کبھی تم سے در پردہ نہ ملوں گی۔ اور آج . . . شاید تم خیال کرتے ہوگے . . ."

مارکھم نے پر اشتیاق لہجہ میں فقرہ کو مکمل کرتے ہوئے کہا "میں خیال کرتا ہوں کہ میری اسابیلا کو مجھ سے اب بھی محبت ہے۔ اس کے سوا میرے دل میں اور کیا خیال پیدا ہو سکتا ہے؟ آہ! تم اس ناقابل بیان خوشی۔ اس انتہائی راحت کا اندازہ نہیں کر سکتی ہو۔ جو مجھے اس وقت محسوس ہوئی۔ جب کل تمہارا خط ملا۔ میں نے فوراً تمہارے دستخط پہچان لئے۔ اور سب سے پہلے اسی خط کو پڑھا۔ اسابیلا تم مان سکتی ہو کہ میں اس خط کو کھولنے لگا تو میری انگلیاں کانپ رہی تھیں۔ اور دل زور زور سے دھڑکتا تھا۔ میں نے اسے پھر میز پر رکھ دیا۔ میرا ہاتھ لفافہ چاک کرنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ معاف کرنا اگر ایک لمحہ بھر کے لئے میں نے خیال کیا کہ . . ."

". . . کہ میں اپنے وعدوں اپنے قول و قرار کو بھول گئی ہوں" اسابیلا نے اس انداز سے کہا گویا وہ اپنے متعلق اس قسم کا شبہ پیدا ہونے کے خیال سے بھی ناراض تھی۔

"میری جان میں پھر ایک بار تم سے ان شبہات کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مجھ ایسے بدنصیب شخص کو ہر طرف سے خطرہ لگا رہنا قدرتی ہے۔"

اسابیلا نے پیار کے لہجہ میں کہا "رچرڈ اب تم پچھلے واقعات کو بھول جاؤ۔"

"آہ! یہ کس طرح ممکن ہے۔ جب کہ ان واقعات نے ہی مجھے زمانہ آئندہ کی تمام امیدوں سے محروم کر دیا ہے؟" مارکھم نے پرجوش لہجہ میں کہا۔

"نہیں نہیں۔ تمام امیدوں سے نہیں۔" اسابیلا نے کہا "کیونکہ میرے دل میں اب بھی امید باقی ہے۔"

رچرڈ نے حسین دوشیزہ کا ہاتھ بڑی گرمجوشی سے دبایا اور کہنے لگا "میری جان تو کوئی فرشتہ ہے۔ اور میں ایک انتہا درجہ کمزور انسان ہوں۔ ہر موقعہ پر تمہاری دی ہوئی اخلاقی دلیری سے ہی

اس مردہ بدن میں جان آئی ہے۔"

اسابیلا نے معاملہ کا رخ بدلنے کے خیال سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم میرے خط کا ذکر کر رہے تھے؟"

"ہاں ہاں۔ گفتگو بیشک اسی پر تھی مگر خوشی اور غم اور یاس و امید کے اس قدر روشن اور تاریک مناظر ہر وقت پیش نظر رہتے ہیں۔ کہ میں کسی معاملہ پر بہ جمعی سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ بہرصورت میں اب اطمینان قلب سے بات چیت کی کوشش کروں گا۔ جس وقت تمہارا خط آیا میں بہت دیر تک اسے کھولنے سے متامل رہا۔ ڈرتا تھا۔ کہیں اس میں کوئی بری خبر نہ ہو۔ آخر جی کڑا کر کے لفافہ چاک کیا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جب میری نظر اس خط کی ابتدائی چند سطروں پر پڑی۔ تو میرے اندر خوشی کی ایک ایسی لہر پیدا ہو گئی۔ جو میرے لئے ناقابل بیان ہے میری حالت اس سزایاب مجرم کی سی تھی۔ جسے یکایک معافی کا حکم مل جائے۔ پھر جس وقت میں نے معلوم کیا کہ میری دل و جان سے پیاری اسابیلا . . . اب بھی مجھ سے محبت کرتی ہے . . ."

اسابیلا نے دل فریب انداز سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا کہتے ہو؟ اس کا تو میں نے اس خط میں کہیں ذکر نہیں کیا تھا۔"

"بیشک نہیں کیا تھا۔ مگر کیا عاشق کو القا نہیں ہوتا؟ میں نے تمہارے لفظوں سے از خود یہ معنی نکال لئے۔ ان لفظوں سے جن میں تم نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ اور لکھا تھا کہ صبح کے ۱۱ بجے میں اسی مقام پر ٹہلتی نظر آؤں گی۔ جہاں ہم ایک بار پہلے اتفاقیہ طور پر ایک دوسرے سے ملے تھے۔ آہ! ان لفظوں نے میرے اندر نئی زندگی پیدا کر دی۔ میرا دل مارے خوشی کے بلیوں اچھلنے لگا۔"

"باوجودیکہ میں نے اس خط میں صرف یہ لکھا تھا کہ میں تم سے ایک اہم کاروباری معاملہ کی نسبت گفتگو کرنا چاہتی ہوں . . ."

"آہ! اسابیلا۔ اس سحر کو قائم رہنے دو۔ جس کی بدولت مجھے اس قدر راحت حاصل ہوئی ہے۔ دنیاوی معاملات کے سرد خیالات کو ہماری گرمجوشی محبت میں حائل نہ ہونے دو۔ خدا شاہد ہے۔ کہ اگر یہ رشتۂ محبت جو ہم دونوں میں قائم ہے۔ موجود نہ ہوتا۔ تو میں ہرگز مصائب کے اس بار عظیم کو برداشت نہ کر سکتا۔"

اسابیلا نے کہا۔ "دیکھو رچرڈ میں پھر کہتی ہوں۔ تم یہ ماضی کا ذکر نہ کرو۔ اف! وہ تلخ

آنسو مجھے عمر بھر فراموش نہیں ہو سکتے۔ جو میں نے اس بدنصیب رات کو بہائے تھے۔ جب۔۔۔"
"جب مجھے عین کامیابی کے دوران میں تماشہ گاہ میں کھلے بندوں بے عزت کیا گیا۔ بیشک اسابیلا
تم اس روز وہیں موجود تھیں۔ جس روز۔۔۔ میری عزت کو خاک میں ملایا گیا تھا"
اسابیلا کہنے لگی۔ "میں تماشہ گاہ میں محض اتفاقیہ طور پر چلی گئی تھی۔ میرے والد نے خبر سنی۔ کہ
اس رات وہاں ایک نیا مرثیہ ناٹک ہونے والا ہے۔ جس کی نسبت لوگوں کے دلوں میں بڑی بڑی
امیدیں ہیں۔ ان کا ارادہ خود وہاں جانے کا تھا۔ اور انہوں نے اصرار کیا کہ میں بھی اپنی والدہ سمیت
ہمراہ جاؤں۔ میں بالطبع سوسائٹی کی نسبت تنہائی کو زیادہ پسند کرتی ہوں۔ لیکن ان کے اصرار پہ
مجھے ماننا ہی پڑا۔ تم میری حیرت و استعجاب اور میری خوشی کا اندازہ کر سکتے ہو۔ جب اس ناٹک کی
کامیابی کی پرجوش مبارکباد تمہیں دی گئی۔ اور اس کے بعد یکایک۔۔۔ لیکن اس افسوسناک
مضمون کو زیر بحث لانے سے کیا حاصل ہے۔۔۔ اس کا خیال آتا ہے تو میرا خون رگوں میں سرد
ہو جاتا ہے"
"نہیں نہیں۔ تم اس ذکر کو مکمل کرو" مارکھم نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ "اس میں شک نہیں
کہ اس خوفناک واقعہ کی یاد میرے زخم دل پر نمک پاشی کا کام دیتی ہے۔ مگر اس تلخی کے مقابلہ میں تمہارے
دہن شیریں سے ہمدردی حاصل کرنے کی لذت بدرجہا زیادہ راحت بخش ہے"
"افسوس میرے لئے اس بارہ میں بہت کم بیان کرنا باقی ہے۔ کامیابی کے عین وسط میں
اس خوفناک شخص کی مداخلت سے میرے دل پر برچھی سی لگی۔ اور میں بے ہوش ہو گئی۔ رچرڈ اس
وقت۔۔۔ ہاں اس وقت" اسابیلا نے تھرتھراتی آواز میں فقرہ ختم کرتے ہوئے کہا۔ "میری ماں کو میرے
راز کی نسبت شبہ پیدا ہو گیا۔ یا شاید یہ کہنا چاہیئے۔ کہ اس شبہ کی جو مدت سے اس کے دل میں موجود
تھا تصدیق ہو گئی"
"اور وہ اس خیال کو دل میں لاتے ہی کانپ اٹھی ہو گی؟" مارکھم نے پوچھا۔
"نہیں رچرڈ۔ نہیں۔ میری ماں بڑی نیک اور مہربان ہے۔ اور تم جانتے ہو۔ کہ تمہارے
ساتھ اس کا سلوک ہمیشہ اچھا رہا ہے۔ اس کا ذکر میں نے تم سے پہلے بھی کیا تھا۔ اس نے بہت
کم الفاظ زبان سے نکالے۔ اور جو کچھ کہا۔ وہ بھی کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن میرے
والد۔۔۔ میرے والد۔۔۔"
"تو کیا ان پر بھی یہ راز فاش ہو چکا ہے؟" رچرڈ نے چلا کر کہا۔ "انہوں نے ضرور مجھے برا بھلا کہا ہوگا"

"میرے ساتھ اس معاملہ کی نسبت ان کی گفتگو دوسرے دن ہوئی اس وقت وہ پورے سکون کی حالت میں تھے - جو جو سوالات انہوں نے مجھ سے پوچھے - ان کے میں نے صاف صاف جواب دیئے - اور تمہاری محبت کا اعتراف کر لیا"

"پھر انہوں نے کیا کہا ؟ اسابیلا سارا واقعہ بیان کرو - ایک لفظ بھی حذف نہ کرنا"

اسابیلا کے رخساروں پر آنسو بہ نکلے - اور وہ گردن جھکا کر کہنے لگی " یہ نہ پوچھو - انہوں نے کیا کہا - بہرصورت انہوں نے مجھے بدرجہ انتہا پژمردہ خاطر کر دیا - لیکن اس ناگوار واقعہ کی بابت آزردہ ہونا لاحاصل ہے - میں نے اپنی طرف سے ہر قسم کے دلائل پیش کئے . . . پھر میں نے وہ کاغذ جس پر البرٹ کا اقرار درج تھا . . . وہ بھی پیش کیا - جس سے تمہاری بے گناہی ثابت ہوتی تھی . . . "

"میری جان سے پیاری اسابیلا !" مارکھم نے فرط جوش و مسرت سے کہا -

"انہوں نے اس کاغذ کو ہاتھ میں لے کر پڑھا - اور پھر جب میں نے دیکھا - کہ اس کا ان پر اچھا اثر ہوا ہے - تو گفتگو کا رخ بدل کر اس ناگوار مالی انقلاب کا ذکر چھیڑا - جس کی بدولت انہیں قرضہ کے باعث جیل خانہ میں جانا پڑا تھا . . "

مارکھم نے حیرت زدہ ہو کر کہا " اسابیلا ! . . . "

لیکن اسابیلا نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا " اس وقت میں نے بڑی دلیری سے انہیں بتایا کہ میرا اپنا پختہ اعتقاد یہ ہے کہ جس نادیدہ دوست نے آپ کو وہاں سے رہائی دلوائی - اور جس نامعلوم محسن کی کوششوں سے آپ کو دوبارہ آزادی نصیب ہوئی فی الحقیقت جس شخص نے یہ اہم خدمت ایسے نازک پیرایہ میں انجام دی - وہ رچرڈ مارکھم کے سوا کوئی اور نہ تھا"

اثنائے گفتگو میں اطالوی دوشیزہ کا لہجہ زیادہ زیادہ پرجوش ہوتا گیا تھا - اور جب اس نے فقرہ ختم کر کے رچرڈ کی طرف جس کے بازو کے سہارے وہ اس وقت کھڑی تھی - دیکھا تو اس کے اپنے چہرہ پر شکر گزاری اور محبت کے جذبات کی بدولت سرخی پھیلی ہوئی تھی -

مارکھم کہنے لگا " اوہ ! اسابیلا تم نے یہ واقعہ اپنے والد کے روبرو بیان کر دیا ! اور باوجود اس کے . . . تم نہیں جانتی ہو . . . "

اسابیلا کہنے لگی " میرا شبہ یقین کے درجہ تک پہنچ چکا تھا - اور اب اس کے متعلق رہے سہے شکوک بھی زائل ہو چکے ہیں - چونکہ اگر اس محبت میں جو مجھے تمہارے ساتھ ہے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی تزلزل واقع ہوا ہو - اگر دنیاوی خیالات کی بدولت عارضی طور پر کبھی مجھے اپنے قرار محبت کے متعلق تاسف پیدا ہوا ہو - تو تمہارا وہ ایک احسان - وہ شاندار ایثار جو تم نے میرے خاندان کے

قید خانہ سے چھڑانے کے لئے کیا۔ ہاں صرف وہی میری محبت کو دائمی بنانے کے لئے کافی ہے"
اسابیلا کی زبان سے نسکر گرائی ہے۔ یہ کلمات سُن کر رچرڈ مارکھم بہت متاثر ہوا۔ اس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکلے۔ اور وہ حسین دوشیزہ کو ایک بار پھر چھاتی سے لگا کر کہنے لگا "میری جان سے زیادہ عزیز اسابیلا۔ یہ لمحہ میرے لئے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ خوشی کا ہے"
اسابیلا کچھ دیر تک خاموش رہی۔ اس کے شاندار چہرہ پر فخر و وقار کے آثار ہویدا تھے اور ان کی چمک نے اس باحیا کمزور لڑکی کو ایک ملکہ کی طرح بارعب بنا دیا تھا۔ پھر کہنے لگی "رچرڈ اگر کبھی تم نے یہ بات محسوس کی۔ کہ میرا کوئی فعل ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکے گا۔ اگر کبھی تجھے اپنے والد کے شاہانہ رتبہ کی دولت اور عزت میں حصہ لینے کا خیال پیدا ہوا۔۔۔"
مگر رچرڈ نے اسے فقرہ مکمل کرنے کا موقعہ نہیں دیا۔ اور وہ نازک بازو جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ چھوڑ کر انداز حیرت سے کہنے لگا "اسابیلا۔ اسابیلا تم کیا کہہ رہی ہو؟"
حسینہ نے اس کی طرف حلم و وقار کی شائستہ نظر سے دیکھتے ہوئے کہا "رچرڈ میں ایک معاملہ کی بات کہہ رہی ہوں۔ میرے خیال میں اب وقت آگیا ہے۔ کہ کوئی بات تم سے پوشیدہ نہ رکھی جائے۔ میرے سینہ میں ایک راز تھا۔ جو عرصہ تک تو زبان پر آکر رکتا رہا۔ لیکن آج میں اسے ظاہر کرنے سے باز نہیں رہ سکتی۔ وہ راز ایسا ہے۔ کہ جسے میرے والد سرپرست انگلستان کی پبلک کے آگے ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس کا تعلق ان کے حقیقی رتبہ سے ہے۔ لیکن میں تم سے یہ بات چھپانا نہیں چاہتی۔ کہ جسے دنیا کونٹ الشرونی سمجھ رہی ہے۔ وہ دراصل البرٹو پرنس آف کیسل مالانا ہے"
رچرڈ مارکھم پر اس انکشاف کا اثر حیرت خیز ثابت ہوا۔ اسے اس قسم کا احساس ہوا۔ گویا کسی نے اسے جلتی آگ سے نکال کر یخ بستہ پانی میں ڈال دیا ہو۔ اس کے سر میں چکر آنے لگا۔ نظر دھندلی ہو گئی۔ وہ چکر کھا کر گرنے لگا تھا۔ کہ اسابیلا نے آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوؤں میں تھام لیا۔ اور پھر کہنے لگی "رچرڈ پیارے رچرڈ۔ کیا اب بھی تمہیں میری محبت پر کوئی شبہ آتی ہے؟"
ان لفظوں نے معجز نما اثر پیدا کیا۔ اسابیلا کی زبان سے اس قسم کے پیارے لفظ سُن کر رچرڈ پھر سنبھلا اور کہنے لگا "میری جان۔ اب وہ رکاوٹ جو ہم دونوں میں حائل تھی۔ کتنی بڑھ گئی ہے"
اسابیلا کہنے لگی "واہ اگر یہ رکاوٹ جس کا تم ذکر کرتے ہو۔ کوئی حقیقی وجود رکھتی ہے تو کیا اس وقت اس کا اثر کم تھا۔ جب تم اس سے بالکل بے خبر تھے؟"
رچرڈ بولا "بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا تم ایک ایسی بلندی پر نہیں ہو۔ جہاں پہنچنے

کی مجھے کبھی امید نہیں ہو سکتی؟ کیا میں نے بےخبری میں اپنا دل ایک شہزادی . . . ایک آئینہ حکمران کی بیٹی کی نذر نہیں کر دیا ہے؟ افسوس ۔ افسوس ۔ میری سب آرزوئیں خاک میں مل گئیں ۔ اب میں اپنے خواب سے بیدار ہوا ۔ لیکن . . . میری قابل احترام شہزادی کیا میں پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں ۔ کہ کیا آپ نے یہ انکشاف آج اس لئے کیا ہے کہ محبت کا شرارہ جو میرے دل میں چمک رہا تھا اسے بجھا دو؟"

"رچرڈ ۔ میری نسبت یہ افسوسناک بدگمانی؟" اسابیلا نے نہایت دردناک لہجہ میں کہا اور پھر وہ زار زار رونے لگ گئی ۔

مارکھم نے اسے اپنے سینہ سے لگا لیا ۔ اور منت کرنے لگا "میری جان مجھے معاف کرو ۔ ان چند منٹ کے عرصہ میں میں نہ جانے دیوانہ ہو گیا ہوں ۔ مجھے معلوم نہیں میری زبان سے کیا الفاظ نکل رہے ہیں . . ."

"رچرڈ جب ایک بار پہلے ہم اس جگہ ایک دوسرے سے ملے تھے تو اس وقت بھی تم نے میری محبت پر شبہ ظاہر کیا تھا ۔ اور پھر معافی مانگنے لگے تھے ۔ یہ تو بتاؤ میری ناچیز محبت کا یہ کڑا امتحان کب تک لیتے رہو گے؟ یہ بعید از انصاف شکوک کب تک تمہارے دل میں پیدا ہوتے رہیں گے؟"

"اسابیلا از برائے خدا میرا قصور معاف کرو ۔ یہ میری بدنصیبی ہے ۔ کہ میرے کسی لفظ سے تمہاری آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں دوزانو ہو کر تمہارے رحم کا ملتجی ہوں . "

اسابیلا نے کہا "نہیں نہیں ۔ رچرڈ ۔ تم ایسی باتوں سے مجھے گنہگار نہ کرو ۔ اور میری خاطر سے سکون اختیار کرو ۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا پیارا چہرہ اس انداز سے رچرڈ کی طرف پھیرا کہ وہ شکوک اور اندیشے جو اس کے دل میں پیدا ہو گئے تھے ۔ از خود رفع ہو گئے اور وہ کہنے لگا "اسابیلا اب میں بالکل سکون کی حالت ہوں ۔ اور تم . . . تم واقعی کوئی فرشتہ ہو۔"

شہزادی نے مسکرا کر کہا "ہاں لیکن ارضی ۔ مگر خیر اب میں اس معاملہ کا ذکر کرنا چاہتی ہوں جس کی طرف میں نے اپنے رقعہ میں اشارہ کیا تھا ۔ جب میں نے اپنے والد کو اس بات سے آگاہ کیا ۔ کہ جس فیاض منش اجنبی نے آپ کو قید خانہ سے نجات دلائی ۔ وہ تم ہی تھے ۔ تو انہوں نے خوش ہو کر کہا اوہ! وہ کوئی بڑا ہی نیک دل نوجوان ہے اور مجھے افسوس ہے ۔ کہ جب رات ہمارے مکان پر چوری کی واردات ہونے لگی تھی ۔ اس روز میں نے اس کی نسبت ناجائز شبہات کو اپنے دل میں

جگہ دی۔ یہ ان کے اپنے الفاظ ہیں۔"

"ہاں۔ ہاں۔ اسابیلا سارے حالات بیان کرو۔ تو گویا اب آپ کے والد کو یقین ہے . . ."

"بھلا یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ جو شخص آج کسی کو لوٹنے کی کوشش کرے۔ وہ کل اس کی خاطر کم از کم دو ہزار پونڈ صرف کرنے کے لئے آمادہ ہو؟ نہیں نہیں۔ اس بارہ میں اب ان کا اطمینان ہو چکا ہے۔ کاش باقی معاملات کی نسبت بھی ان کا تعصب کسی طرح دور ہو جائے۔"

مارکھم نے پژمردگی کے لہجہ میں کہا "میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔ آپ کے والد کسی ایسے شخص سے واقفیت پیدا نہیں کر سکتے۔ جس کی نسبت ان کا خیال ہے۔ کہ وہ سزا یافتہ ہے اور پھر ان کی دختر سے شادی کی امید رکھتا ہے۔"

اسابیلا کی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ بہ نکلا۔ اسے پونچھتے ہوئے اس نے کہا "ہاں یہی ان کا مطلب ہے۔ لیکن باوجود اس کے رچرڈ ہمیں مایوس نہ ہونا چاہئے۔ کم از کم اتنا فائدہ تو حاصل ہو گیا ہے کہ میرے والد خیال کرنے لگے ہیں۔ شاید تم بے قصور اور بدنصیب ہو۔ اس طرح پر ہماری راہ سے ایک بہت بڑی رکاوٹ دور ہو گئی ہے۔ اور میری والدہ . . . ان کی نسبت رچرڈ تم ہر طرح کا اطمینان رکھو۔ باوجود جاہ و مراتب کے ہر قسم کے تعصبات کے وہ تہ دل سے تمہاری حامی ہیں . . ."

مارکھم نے کہا "میں سر ہائی نس کے جذبات کو بخوبی طور سے سمجھتا ہوں۔ اور اب مجھے اندیشہ صرف اس بات کا ہے . . ."

مگر اسابیلا نے فوراً ہی اطمینان دہ لہجہ میں کہا "نہیں رچرڈ تم کسی قسم کے اندیشہ کو جگہ نہ دو۔ بلکہ ہر طرح امید رکھو۔"

غریب لڑکی! یہ سب کچھ وہ محض ظاہرداری کے لئے کہہ رہی ہے کہ کسی طرح اس کا عاشق جس راز کے انکشاف سے جو اسے اب ضروری معلوم ہوا تھا۔ مایوس نہ ہو جائے۔ ورنہ اس کے اپنے دلی خیالات کچھ کم حوصلہ فرسا نہ تھے۔

رچرڈ کہنے لگا "خیر میں تمہاری اور اپنی خاطر بہتری کی ہی امید رکھوں گا۔"

"بس تو اب میں اپنی مختصر سی داستان ختم کرتی ہوں۔ میرے والد نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ جس وقت وہ اس قابل ہوں۔ کہ وہ روپیہ کی وہ رقم جو تم نے ازراہ فیاضی ان کی طرف سے

ادا کی تھی۔ واپس دے دیں۔ اور چونکہ کیسل سکالا کے گرینڈ ڈیوک نے چالیس ہزار پونڈ نقد یکمشت ادا کرنے کے علاوہ ان کی دس ہزار سالانہ کی جاگیر مقرر کر دی ہے۔ اور ان عطایا پر کسی قسم کی سیاسی شرائط عاید نہیں کی گئیں۔ بلکہ اسے ان کی ضبط شدہ جایداد کا تاوان سمجھا گیا ہے۔ اس لئے انہوں نے اسے لینا منظور کر لیا ہے۔ اب وہ اس انتظار میں ہیں۔ کہ کس وقت یہ روپیہ آئے۔ اور وہ اپنے قرضہ کو بیباق کریں۔ پرسوں انہوں نے ایک نوکر کو یہ خط دیا تھا۔" یہ کہتے ہوئے اسابیلا ایک سربمہر چھوٹا لفافہ اپنے بٹوے سے نکالا اور اسے ہدایت کی تھی۔ کہ اسے رجسٹرڈ کر کے ڈاکخانہ میں ڈال دے۔ میں نے اپنے طور پر نوکر سے اسے لے لیا۔ کیونکہ میں خود اسے تمہارے حوالہ کرنا چاہتی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی میرا ارادہ اس راز کو بے نقاب کرنے کا تھا۔ جسے اب زیادہ عرصہ کے لئے پردہ اخفا میں رکھنا نامناسب معلوم ہوا۔"

مارکھم نے لفافہ لیتے ہوئے اسابیلا کا ہاتھ محبت کی گرمجوشی سے دبایا اور کہنے لگا "اسابیلا میں اس لفافہ کو اس لئے وصول کرتا ہوں۔ کہ آپ کے والد وہ حقیر رقم جو میں نے ان کی خاطر صرف کی تھی واپس دینے کے قابل ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ رقم میرے لئے اپنی حقیقی قیمت سے دس ہزار گنا زیادہ قیمتی ہے۔ کیونکہ اس کی واپسی تمہاری ملاقات کا ذریعہ ثابت ہوئی۔"

دوشیزہ لڑکی کے چہرہ پر حیا کی سرخی چھا گئی۔ اور وہ کہنے لگی "رچرڈ مجھے تم سے بہت سی باتیں کہنی تھیں۔ اور ان سب کو میں سیاہ و سفید میں نہ لا سکتی تھی۔ اس لئے ناچار مجھے یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا۔ جو شاید ناعاقبت اندیشانہ ہو۔ . ."

مارکھم نے کہا "میری پیاری اسابیلا اس لفظ کو بار بار استعمال نہ کرو۔ تم مجھے اپنی محبت کا یقین دلا چکی ہو۔ پھر بھلا تمہیں اس بات کا افسوس ہونا ممکن ہے کہ اس ذریعہ سے تم نے مجھے خوش کیا؟ اوہ! تم سے ملنا۔ گفتگو کرنا۔ اور بغلگیر ہونا . . . یہ سب کچھ کس قدر راحت افزا ہے لیکن خوشی کے اس نظارے میں ایک خیال بار بار میرے قلب کو مضطرب کر رہا ہے۔ اور وہ یہ کہ اب پھر ہم کب ملیں گے؟"

اسابیلا کہنے لگی "شاید اسی طرح پھر کوئی واقعہ ہمیں ایک دوسرے سے ملا دے۔ حکمت کاملہ ہم فانی انسانوں کی رہبری کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔"

"لیکن ایک طرف جاہ و مرتبہ کی نسبت تمہاری والدہ کے تعصبات اور دوسری طرف تمہارے والد کا بلند رتبہ۔ ان دو مشکلات میں بھلا مجھ ایسے ناچیز انسان کے لئے کیا امید ہو سکتی ہے؟

تمہارے ایسی ذی اقتدار شہزادی سے شادی کی امید رکھنا میرے لئے اگر خیال خام نہیں تو کیا ہے؟"
"کیا مس الزا سٹڈنی کی شادی کیسل سکالا کے گرینڈ ڈیوک سے نہیں ہوئی تھی؟ اور وہ . . . وہ بھی . . ."

رچرڈ مارکھم نے اسابیلا کو متامل دیکھ کر کہا "ہاں مجھے یاد آگیا۔ وہ بھی میری طرح بدنصیب تھی . . . اسے بھی دو سال تک ہر قسم کی مشکلات جھیلنی پڑی تھیں۔ بےشک اس کی نظیر کو دیکھا جائے تو فال نیک نظر آتا ہے۔"

اس وقت رچرڈ کے چہرہ پر پھر ایک بار امید اور خوشی کی جھلک نمودار ہوگئی۔ چند منٹ کی خاموشی کے بعد وہ پرجوش لہجہ میں کہنے لگا "آہ! اگر کبھی میری یہ خواہش پوری ہو جائے . . . اگر مجھ ایسے غریب اور گمنام انگریز کی شادی تمہارے ایسی عالی خاندان اور بلند مرتبہ شہزادی سے ہو سکے . . . تو وہ وقت میرے لئے کس قدر راحت بخش ہوگا۔ میں سمجھوں گا کہ مجھے یہ جاہ و عزت محض عشق کی بدولت حاصل ہوئی ہے . . . میں تم سے مرتے دم تک اسی طرح صدق دل سے محبت کرتا رہوں گا۔ خود مجھے عز و جاہ کی پروا نہیں ہے۔ اور میں سچ کہتا ہوں کہ اسابیلا اگر تو کسی غریب کاشتکار کی لڑکی بھی ہوتی۔ تو میری محبت میں فرق نہ آتا۔ فی الحقیقت میں اس صورت میں زیادہ مطمئن ہوتا۔ کیونکہ پھر وہ مشکلات جو ہماری راحت کے رستہ میں حائل ہیں موجود نہ ہوتیں"

اسابیلا نے کہا "میرے پیارے رچرڈ۔ یقین مانو میری زندگی کا سب سے زیادہ راحت بخش دن وہ ہوگا۔ جب میں امتحان عشق میں پوری اتروں گی۔ میں پھر کہتی ہوں۔ کہ اگر کبھی مجھے اس عالی ورثہ کی امید سے خوشی ہوئی ہے۔ جس کے مجھے اپنے والد سے خواہ وہ تخت نشین ہوں یا نہ ہوں۔ ملنے کا یقین ہے۔ اگر کبھی مجھے اپنے خاندانی وقار پر فخر حاصل ہوا ہے۔ اور میرے دل میں امید پیدا ہوئی ہے کہ میرے والد کسی روز رتبہ شاہی حاصل کریں گے . . . تو یہ سب خوشیاں صرف تمہاری خاطر محسوس ہوئی ہیں۔ کیونکہ تمہاری طرح مجھے بھی دولت و حشمت کی چاہ نہیں۔ نہ شان و نمود کی پروا ہے۔ ہاں میری اس وقت کی خوشی انتہا ہوگی۔ جب میں تم سے کہہ سکوں گی۔ پیارے رچرڈ۔ یہ میری ساری دولت تمہاری ہے اور تم میرے رتبہ میں برابر کا حصہ لے سکتے ہو۔ یہ اس لئے کہ کیسل سکالا کے رواج کے بموجب جو شخص کسی شہزادی سے شادی کرے وہ خود شاہی رتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ رچرڈ جب ایک بار تم اس عروج کو پہنچ جاؤ گے تو پھر کس کی مجال ہے۔ کہ تمہارے گزشتہ مصائب کا ذکر چھیڑے؟ محض یہ وجہ ہے کہ مجھے اپنے موجودہ رتبہ اور آئندہ امیدوں سے

خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ خوشی جو سراسر تمہاری ذات سے وابستہ ہے۔"

"اے شریف اور پاکباز خاتون۔ میں کس طریق پر تمہارے ان فیاضانہ خیالات کا شکریہ ادا کرسکتا ہوں۔ تمہاری محبت کا یہ ثبوت میرے وہم و گمان سے بالا تر ہے۔"

اسابیلا کہنے لگی "رچرڈ بھلا میں اس صورت میں تم سے ایسی محبت کرسکتی تھی کہ میں تمہاری اپنی نجابت اور شرافت سے واقف نہ ہوتی؟ اگر مجھے تمہاری خوبیوں کا علم نہ ہوتا؟ مجھے معلوم ہے۔ تم دولت مند نہیں ہو۔ باوجود اس کے تم نے میرے والد کو جیل خانے سے چھڑانے کے لئے اپنی ساری جائداد قربان کردی۔ تمہاری ان نیکیوں کو میں کیونکر بھلا سکتی ہوں؟ تم میرا شکریہ ادا کرنے کا ذکر کرتے ہو۔ مگر خود میں تمہارا شکریہ کس طرح ادا کرسکتی ہوں؟"

دونو عاشق و معشوق تھوڑی دیر چپ چاپ ادھر ادھر ٹہلتے رہے۔ اس وقت دونو اپنے اپنے خیالات کا مزا لے رہے تھے۔ اسابیلا نے پر اعتماد انداز سے اس شکیل نوجوان کے بازو کو پکڑا ہوا تھا۔ جس کی محبت میں وہ اس حالت سے بھی زیادہ خوش تھی کہ وہ کوئی شہزادہ۔ اور یہ آپ ایک غریب لڑکی ہوتی۔ دوسری طرف وہ اس عالی خاندان حسینہ کے ایثار اور اس کے عشق صادق کو دیکھکر خوش ہو رہا تھا۔

ملاقات کو ڈیڑھ گھنٹہ ہو چلا تھا۔ آخر اسابیلا کو خیال آیا کہ مجھے اب واپس جانا چاہیئے اس نے اپنے عاشق کو جدا ہونے کی ضرورت سے آگاہ کیا۔ وہ دونو بار بار بغلگیر ہوئے اور ایک دوسرے سے وعدے لینے کے بعد علیحدہ ہوگئے۔

جب تک اسابیلا کی صورت دکھائی دیتی رہی۔ رچرڈ ایک مقام پر کھڑا ہوکر اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اور آخرکار جب وہ ان جھاڑیوں کے پیچھے جو اس کے والد کے قصر کے گرد اگی ہوئی تھیں چھپ گئی۔ تو خود رچمنڈ کی طرف روانہ ہوا۔

اس وقت اس کا دل خوشی اور امید سے پُر اور کامل سکون کی حالت میں تھا۔

تیسرا باب

لفافہ

جس وقت البرٹو آف کیسل سکالا بحالت جلاوطنی انگلستان پہنچا تو اُس نے اپنے اعلیٰ رتبہ کو چھپانے

کے لئے کونٹ الٹروفی کا فرضی نام اختیار کر لیا تھا ورنہ حقیقت میں یہ نام صرف ایک مختصر سی ریاست کا تھا جو اٹلی میں اس کے قبضہ میں رہ چکی تھی ۔ گو اب باقی عظیم جائیداد کی طرح یہ بھی اس کے رشتہ دار گرینڈ ڈیوک کے زیر احکام ضبط ہو چکی تھی ۔ کیسل سکالا کی حکومت ہر طرح مطلق العنان تھی ۔ اور پرنس البرٹو کے اس حالت میں وہاں سے جلاوطن ہونے کی بڑی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہ تھی کہ گرینڈ ڈیوک اس کی سیاسی تحریکوں کو ناپسند کرتا تھا اور اس کی ناراضی اس وقت سے اور بھی بڑھ چکی تھی ۔ جب سے کہ پرنس نے اس خیال سے کہ میں ان لوگوں کی حالت کو جن کا غالباً ایک دن مجھے حکمران بننا ہے ۔ روبہ اصلاح کرنے میں حصہ لوں ۔ اپنے آپ کو علانیہ طور پر ملک کے ایک خاص سیاسی فریق کا شریک ظاہر کر کے اس کی سرگردگی اپنے ہاتھ میں لے لی تھی ۔

جلاوطنی کا حکم ملنے پر اس فریق کے لوگوں نے پرنس سے استدعا کی تھی ۔ کہ آپ بغاوت کا علم بلند کیجئے ۔ ہم لوگ ہر طرح آپ کے ساتھ ہیں ۔ چنانچہ ان کی حمایت میں ملک کے بہت سے حصوں میں جلسے بھی منعقد ہوئے ۔ لیکن نیک دل پرنس نے خانہ جنگی پر اپنی جلاوطنی کو قابل ترجیح خیال کیا ۔ اس کے خیالات رفیع اور جذبات حب وطن پر مبنی تھے ۔ اس لئے وہ اپنی ذاتی اغراض و مقاصد کو عوام کی بہتری اور بہبودی کے لئے قربان کر دینا ایک معمولی سی بات سمجھتا تھا ۔

لندن پہنچ کر اس کے ایک معمولی نام اختیار کرنے کی بڑی وجہ یہ تھی ۔ کہ وہ جانتا تھا ۔ اگر میں یہاں اپنے اصلی نام سے آباد ہوا ۔ تو وہ لوگ جو میری طرح اپنی آزاد خیالی کے باعث کیسل سکالا سے جلاوطن ہو کر انگلستان پہنچ چکے ہیں ۔ ضرور مجھے ڈھونڈ لیں گے ۔ پھر مجھے ان سے ہر قسم کا میل جول رکھنے پر مجبور ہونا پڑے گا ۔ ان کی رائیں سننی ہوں گی ۔ اور ان کی تجاویز میں حصہ لینا پڑے گا ۔ لیکن خود وہ کسی بھی حالت میں کیسل سکالا کے موجودہ حکمران کے خلاف بغاوت کا علم بلند ہوتے دیکھنا پسند نہ کرتا تھا ۔ اور نہ اس قسم کی باغیانہ تحریکوں میں حصہ لینا چاہتا تھا ۔ اسی خیال سے اس نے اپنے دوستوں اور متعلقین سے کہہ دیا تھا ۔ کہ میں اب پرائیویٹ طریق پر زندگی بسر کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں ۔ اور جب تک حالات مجھے اس قابل نہ بنا دیں ۔ کہ میں اپنے اہل وطن کو اس آزادی سے فائدہ اٹھانے کے قابل بنا سکوں جو ان کا قدرتی حق ہے اس وقت تک اسی طرح گمنامی کی زندگی بسر کروں گا ۔

انگلستان پہنچ کر جن چند انگریز گھرانوں سے اس کی دوستی پیدا ہوئی ۔ انہوں نے بھی اس راز کو ہر طرح محفوظ رکھا تھا ۔ چنانچہ مسٹر یارڈن آرمسٹرانگ اور ارل آف وارنگٹن سب اس کی

حقیقت سے واقف تھے۔ مگر اس راز کو پوشیدہ رکھنے میں پورے طور سے حصہ لیتے تھے۔ یہی باعث تھا۔ کہ آرمسٹرانگ نے رچرڈ مارکھم کو پرنس کے مکان پر پہنچایا۔ تو اس وقت بھی اس پر یہ راز ظاہر نہیں کیا تھا۔ اسی طرح انگلستان کا امیرالامرا ارل آف وارنگٹن جب رچمنڈ کے قریب پرنس کے قصر میں پہنچ کر الزاسٹڈنی کے لئے معرفی خطوط کا خواستگار ہوا تھا۔ تو اس نے ایک ملی عمادِ تخت کے سامنے ادب سے سر جھکانا فرض سمجھا تھا۔

ان حالات میں اگر وہ معرفی خطوط الزاسٹڈنی کو کیسل سکالا کے بلند طبقہ کی سوسائٹی میں پہنچانے کا فوری ذریعہ ثابت ہوتے۔ تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ البتہ نہ خطوط دینے اور نہ دلانے والے کو اس بات کی امید تھی۔ کہ ان کی بدولت آخرکار وہ خاتون اس قدر رفعت اور عروج حاصل کرلے گی۔ جس سے کہ ہمارے ناظرین ناواقف نہیں ہیں۔

ہم اس سے پہلے بھی اس بات کا ذکر کر چکے ہیں۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے سمجھدار ناظرین از خود بھی اس معاملہ کو سمجھ چکے ہوں گے۔ کہ البرٹو کے اب کیسل سکالا کا تاجدار بننے کا دارومدار اس بات پر تھا۔ کہ انجلو سوم کی اس شادی سے کوئی اولاد ہوگی یا نہیں۔ غالباً اسی خیال سے شادی کے بعد فوراً ہی کیسل سکالا کے وزیرِ خارجہ نے ملکہ معظمہ وکٹوریا کے دربار میں ایک سفیر اس مطلب کے لئے بھیج دیا۔ کہ وہ پرنس البرٹو کو حکومت کیسل سکالا کے اس ارادہ سے مطلع کرے۔ کہ اس کی جائیداد کی ضبطی کے تاوان کے طور پر اس کا ایک معقول وظیفہ مقرر کردیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک خاصی بڑی رقم اسی حساب میں بطور پیشگی بھی روانہ کردی گئی۔ چونکہ یہ رعایت ہر قسم کی سیاسی شرائط سے پاک تھی۔ اس لئے پرنس نے اسے منظور کرنا غیر مناسب نہ سمجھا۔ اسی زمانہ میں طوٹونی کے ایک اخبار نے یہ لکھا بھی تھا کہ گرینڈ ڈچس اور بعض سینئے وزرا کے رسوخ کی بدولت انجلو سوم کو پرنس کے ساتھ یہ منصفانہ رعایت برتنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔

شاید ہمارے ناظرین جو افسانہ کا سلسلہ ملانے کے لئے بے چین ہیں۔ ان تفصیلات کو غیر ضروری سمجھتے ہوں۔ مگر یہ اس لئے ضروری تھیں۔ کہ ہماری دلفریب ہیروئن کے باپ پرنس آف کیسل سکالا کی خاندانی وجاہت اور عظمت بغیر ان کے ظاہر نہ ہوسکتی تھی۔

اب ہم پھر اپنے قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ہم کہہ چکے ہیں۔ کہ جس وقت رچرڈ مارکھم پرنسس اسابیلا سے رخصت ہوکر رچمنڈ کی طرف واپس جانے لگا۔ تو اس کے دل میں خوشی اور مسرت کا انتہائی احساس موجود تھا۔ لیکن ہم ایک

بات کہنا بھول گئے۔ اس مسرت کے پہلو بہ پہلو ذرا سا . . . نہایت قلیل۔ احساس اضطراب کا
بھی تھا۔ اور وہ اس لفافہ کا مضمون جاننے کے لئے . . اس میں شک نہیں۔ کہ روپیہ پیسہ کی
اسے چنداں پروا نہ تھی۔ مگر وہ اس خط کا مضمون جاننے کے لئے ضرور بے چین تھا۔ جو واپس شدہ
رقم کے ساتھ اس لفافہ میں بند تھا۔

رچمنڈ پہنچنے تک اس نے ضبط سے کام لیا۔ وہاں پہنچ کر وہ ایک ہوٹل کے پرائیویٹ کمرہ
میں داخل ہوا۔ اور ویٹر کو کھانے لانے کا حکم دے کر خود اس لفافہ کو کھولنے میں مصروف ہو گیا۔

بیشک۔ لفافہ کے اندر ایک خط اور اس خط کے ساتھ ایک چک موجود تھا۔ خط کے
شوق میں چک فرش زمین پر گر پڑا۔ لیکن مارکھم نے اس کی پروا نہیں کی۔ اور پوری توجہ سے خط
پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ لکھا تھا:۔

جس قرضہ کے لئے مجھے جیل خانہ کوئینز بنچ میں زیر حراست رکھا گیا تھا۔ اس کی ادائیگی
کے ذریعہ سے آپ نے جس شرافت اور نجابت کا ثبوت دیا ہے۔ اس کی تعریف سے میری زبان قاصر
ہے۔ اور میں اس کا ذکر تحریر میں لانا غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ جو رقم آپ نے میری مصیبت کے زمانہ
میں ایسے شریفانہ طریق پر جو آپ کی عزت اور میری ضرورت کے حسب حال تھا۔ ادا کی تھی۔ وہ میں اب
دلی شکریہ کے ساتھ واپس کرتا ہوں۔ یہ بیان کرنا غیر ضروری ہوگا۔ کہ ایک خاص موقعہ پر میرے دل
میں آپ کی نسبت جو ناگوار شبہات پیدا ہوئے تھے۔ ان کا مجھے کس قدر افسوس ہے۔ مگر آپ خود سمجھ
سکتے ہیں۔ کہ حالات کا اجتماع آپ کے خلاف اس قدر زبردست تھا۔ کہ ان شکوک کا پیدا ہونا قدرتی
سمجھا جا سکتا ہے۔ تاہم جو کچھ ہوا۔ اس کے لئے مجھے معذور سمجھئے۔ جو کچھ اس موقعہ پر میں نے آپ
کی نسبت کہا یا کیا اس کے لئے میں کھلے دل سے آپ کی معافی چاہتا ہوں۔

مسٹر مارکھم اسی سلسلہ میں میں ایک اور معاملہ کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ جو ہر چند کہ رنجدہ
ہے۔ مگر ناقابل التفات نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ قسمت آپ سے منحرف رہی ہے۔ مگر اس کا بھی مجھے
کامل یقین ہے۔ کہ خود آپ کسی معاملہ میں قصوروار نہیں۔ اس کا ثبوت مجھے ایک دستاویز کے معائنہ
سے مل چکا ہے۔ باوجود اس کے میں یہ بیان کرنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ وہ یہ محبت جو آپ کے دل میں
میری دختر کے متعلق پیدا ہو چکا ہے۔ جس کی نسبت میں جانتا ہوں۔ کہ وہ خود بھی اس سے متاثر
ہے۔ انجام کار تم دونو کے لئے مایوسی بخش ثابت ہونے والا ہے۔ اس لئے میری استدعا ہے کہ
اس جذبہ کو ابھی سے اپنے دل میں کچل ڈالئے۔ اور اس کے امن و سکون کی خاطر جس کی محبت کا

آپ دم بھرتے ہیں۔ اور جو میری اکلوتی لڑکی ہے اس سے دوبارہ ملاقات نہ کیجئے۔ کیونکہ وہ کبھی کسی حالت میں بھی آپ کی بیوی نہیں بن سکتی۔ میں اسے بھی ہدایت کر دوں گا۔ کہ وہ آپ سے الگ رہے۔ اور خود آپ سے دوبارہ میری یہی استدعا ہے۔ کہ اس سے الگ رہئے۔ یہ اس لئے کہ بعض خاص حالات جن کا تم دونو کو علم نہیں ہے۔ تمہارے تعلق باہمی میں سنگ راہ ہیں۔ اور ان کے باعث تمہارا ایک دوسرے سے ملنا قطعاً غیر ممکن ہے۔ میں آپ کو یہ چند سطور ایک دوست اور ایک باپ کی حیثیت سے لکھ رہا ہوں۔ آپ کی فیاض منشی سے کامل امید ہے کہ آپ میری خواہشات کے مطابق عمل کریں گے۔

ایک معاملہ اور بھی قابل تذکرہ ہے۔ میں جانتا ہوں آپ اب اسقدر دولت مند نہیں ہیں۔ جیسے پہلے تھے۔ اور خدا کا شکر ہے۔ کہ میری حالت اب روبہ اصلاح ہو چکی ہے۔ آپ نے ضرورت اور مصیبت کے وقت میری مالی مدد کی تھی۔ اجازت دیجئے۔ کہ اس وقت میں آپ کو ایک حقیر سی رقم پیش کر دوں۔ جس کی بدولت آپ پھر روپیہ کما سکیں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے۔ وسائل مہیا ہونے کے بعد آپ اپنی وسیع قابلیت کی مدد سے ضرور ایسا کر سکیں گے۔ واضح رہے کہ اس حقیر رقم کی ادائگی بھی مجھے اس بار احسان سے سبکدوش نہیں کر سکتی۔ جو آپ کا مجھ پر ہے۔ میں بدرجہ غایت آپ کا ممنون احسان ہوں۔ اور جن حالات میں آپ نے میری مدد کی۔ وہ ایسے ہیں کہ عمر بھر مجھے آپ کا رہین منت رکھیں گے۔ لیکن باوجود ان باتوں کے میں ایک دوست کی طرح آپ کو اپنے روپیہ سے کام لینے کا موقعہ دیتا ہوں آپ اسے مصرف میں لائیے۔ اور کبھی موقعہ پیش آئے تو واپس کر دیجئے۔ اگر یہ رقم آپ کی فوری ضروریات کے لئے ناکافی ہو تو آپ حسب ضرورت اور طلب کر سکتے ہیں۔

فی الحال میں آپ کو اسی پر الوداع کہتا ہوں۔ خدا کرے آیندہ میں آپ کی کامیابی کی خبر سن سکوں

آپ کا صادق
آلڈرونی

خط پڑھ کر مارکھم نے چیک اٹھایا۔ دیکھا۔ تو۔ ۔ ۔ ۵ پونڈ کا تھا۔

مارکھم کے دل پر اس خط کے مضمون نے مختلف اثرات پیدا کئے۔ سب سے پہلے تو وہ اس بات سے خوش ہوا کہ ایک عالی مرتبہ شخص پھر ایک بار مجھے دوست سمجھنے لگا ہے اور میرے

مجرم ہونے کے متعلق جس قدر شبہات اس کے دل میں جاگزین تھے رفع ہو چکے ہیں۔ لیکن دوسری طرف اس تحریر کی بدولت اسے اپنے اور اسابیلا کے درمیان ایک بہت بڑی رکاوٹ حائل نظر آنے لگی تھی۔ وہ اسابیلا کے والد کے اعتراضات کو بخوبی سمجھ سکتا تھا۔ کیونکہ اول تو وہ حقیقت میں بے قصور ہونے کے باوجود دنیا کی نظروں میں مجرم تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ایک عالی مرتبہ پرنس جو کسی دن والئے تخت و تاج بننے والا ہو۔ اپنی لڑکی کی اس سے شادی کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ اسے اپنی اسابیلا کی شادی کسی برابر کے آدمی سے کرنی منظور ہوگی۔ اور وہ مجھ ایسے گمنام شخص سے رشتہ پیدا کرنا کسی حال میں پسند نہ کرے گا۔ تیسرا خیال جو اس کے دل میں پیدا ہوا۔ وہ اس بیش قرار رقم کے متعلق تھا۔ جو پرنس نے استغنا کی راہ سے اس اس کے حوالہ کر دی تھی۔ اور پھر اسے جس انداز سے پیش کیا گیا وہ ایسا تھا کہ جس کو اس کی منظوری سے کسی طرح انکار کی گنجائش نہ تھی۔ گو باوجود اس کے اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ میں اصلی مصارف جو پرنس کی رہائی میں کام آئے تھے رکھ کر باقی رقم ضرور واپس کر دوں گا۔

الغرض اس وقت جب کہ مارکھم ایک بار اس خط کو پڑھ کر اسے دوبارہ سرسری نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے دل میں خوشی اور رنج کا مشترکہ احساس موجود تھا۔ گو اب بھی وہ دل میں امید رکھنا فرض سمجھتا تھا۔ کیونکہ اس کی پیاری اسابیلا نے اسے امید ہی کی تلقین کی تھی۔ اور وہ سوچتا تھا۔ شاید قدرت کاملہ کا کوئی کرشمہ پرنس کے خیالات میں انقلاب پیدا کر دے۔ کیونکہ ان حالات میں کوئی معجزہ ہی ان کو ایک دوسرے سے ملانے کا ذریعہ ہو سکتا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ اسابیلا کسی گمنام کونٹ کی بیٹی نہیں۔ بلکہ ایک عالی مرتبہ پرنس کی اکلوتی بیٹی ہے۔ اور اس پرنس کا مستقبل قریب میں یورپ کی ایک طاقتور چھوٹی ریاست کا حکمران بننا ہر طرح قرین قیاس ہے۔ پھر بھلا کہاں ایک حکمران کی لڑکی اور کہاں غریب رچرڈ مارکھم!

مگر دوسری طرف اسے یقین واثق تھا۔ کہ اسابیلا کی محبت صادق ہے۔ اور وہ جانتا تھا کہ عورت کی صادق محبت کے آگے دنیا کی کوئی بات غیر ممکن نہیں۔

القصہ مارکھم کے دل میں یاس کی نسبت امید کا عنصر غالب تھا۔ اور صبح کے واقعات نے اس کے دل میں ایسی تشفی پیدا کر دی تھی جس کی بدولت اسے اپنی گزشتہ تکالیف بھی بڑی حد تک فراموش ہو گئی تھیں۔

تھوڑا سا ماحضر تناول کرنے کے بعد رچرڈ اندر واپس آگیا۔ اور سیدھا اس بنگلے میں

پہنچا۔ جہاں اس چیک کو بھنوایا جا سکتا تھا۔ اس جگہ اس لیے اتنی رقم جو حقیقت میں اس کی طرف سے واجب الوصول تھی۔ حاصل کرکے باقی روپیہ کونٹ الطونی کے نام ہی جمع رہنے دیا۔ واضح رہے کہ بنک میں پرنس کا حساب اسی نام سے کھلا ہوا تھا۔

گھر واپس آ کر اس نے پرنس کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں مذکور تھا :-

مائی ڈیر پرنس ۔ آپ کا مشفقانہ اور عنایت آمیز خط ملا۔ یاد آوری کے لیے ہزار بار شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرے لیے یہ معلوم کرنا بدرجہ انتہا مسرت بخش ہے کہ آپ کو میری بے نصیبی اور مصیبت کا یقین واثق ہو چکا ہے۔

سلیورا اسابیلا کے ساتھ مجھے جو محبت ہے۔ اس کا میں نہ دل سے اعتراف کرتا ہوں۔ اور اس بارہ میں آپ نے جو ہدایات کی ہیں۔ ان کی تعمیل اس حد تک اپنے اوپر لیتا ہوں۔ کہ میں کبھی آپ کے شہر عالیہ تک آنے کی جرأت نہ کروں گا۔ رہا اس آتش محبت کو بجھانے کا سوال جو میرے دل میں مشتعل ہے۔ اس کی نسبت آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ کوئی انسانی طاقت ایسا نہیں کر سکتی۔ یہ کام میرے یا کسی اور کے بس کا نہیں ہے!

میں یہ معلوم کر کے بہت خوش ہوا۔ کہ یور لارڈ شپ کی مالی حالت پھر ایسی ہو گئی ہے کہ نہ صرف آپ نے از راہ عنایت وہ حقیر رقم جو میں نے آپ کی خاطر صرف کی تھی۔ واپس کر دی ہے۔ بلکہ مجھے اپنی شکستہ حالی کی اصلاح کے لیے ہر قسم کی مالی امداد دینے کا بھی وعدہ کیا ہے۔ اس عنایت کے لیے تو میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ لیکن افسوس کہ میں اس سے عملی طور پر فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ بدنامی کا داغ جو میری پیشانی پر لگ چکا ہے۔ میری تمام کوششوں میں سنگ راہ ثابت ہو رہا ہے۔ اور میں با چشم تر دیکھ رہا ہوں۔ کہ میرے لیے اب کسی جائز طریق پر کامیاب ہونے کی بہت کم امید ہے۔ اس کے علاوہ میرے پاس میری فوری ضروریات کے لیے کافی روپیہ موجود ہے۔ اور ایک معنوں میں اپنے آپ کو دولت مند ہی سمجھتا ہوں۔ ان حالات میں اگر میں نے آپ کی مشفقانہ امداد سے جو نہایت لطیف پیرایہ میں پیش کی گئی تھی۔ فائدہ حاصل نہیں کیا۔ تو اس کے لیے مجھے معذور تصور فرمائیے گا۔ میں صدق دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوا آپ کی زاید رقم سے دست بردار ہوتا ہوں۔ گو اس کے ساتھ ہی مجھے یہ کہنے میں عار نہیں کہ اگر کبھی کوئی موقعہ پیش آیا۔ تو مجھے آپ کی دوستی سے فایدہ اٹھانے میں عذر نہ ہوگا۔

امید ہے کہ آپ اور آپ کے کنبہ کے لوگ ہر طرح خوش و خرم

ہوں گے۔

آپ کا وفادار خادم
رچرڈ مارکھم

اس خط کا لہجہ کسی حد تک مؤدبانہ تھا۔ یہ اس لئے کہ گو رچرڈ مارکھم نے اس انداز سے لکھنے کی کوشش کی گویا اسے مکتوب علیہ کے حقیقی رتبہ کا علم نہیں۔ تاہم وہ اس حقیقت کو فراموش نہ کر سکتا تھا۔ کہ میں پرنس آف کیسل سکالا کو خط لکھ رہا ہوں۔

چوتھا باب

مُردہ فروش کا خزانہ

کس قدر افسوس ہے کہ اب ہمیں ایک عورت کی صادق محبت اور عشاق کی امیدوں کے ایسے شاندار نظاروں سے ہٹ کر جرم اور مکاری کے تذکرہ پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ دنیا کا طریق یہی ہے۔ اس جگہ نیکی اور بدی دونو پاس پاس نظر آتی ہیں اور کسی راستباز مورخ کے لئے سوائے اس کے چارہ نہیں۔ کہ دونو کے کارنامے پیش نظر رکھے۔

اس قصہ میں ابھی ہمیں بہت سے افسوسناک بھیانک اور دل ہلا دینے والے نظارے پیش کرنا ہے۔ مگر ناظرین کے اطمینان کے لئے شاید اتنا بیان کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔ کہ انہیں اس صحرائے تیرہ و تار میں کہیں کہیں خوشگوار اور روشن مقامات بھی نظر آئیں گے۔ کیونکہ ہستی انسانی کے مختلف پہلو نہایت متلون اور متنوع ہیں۔ اور ان میں ہم آہنگی کی صفت بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔

• جو شخص بارِ ہستی سے تھکا ماندہ دنیا کے کٹھن اور دشوار گزار مقامات پر بے رحم عازمِ منزل عدم کے دھکے کھاتا ہوا بمشکل قدم اٹھا رہا ہے۔ اسے ان تمام تکالیف اور مشکلات میں بھی یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ اس دنیا کے آگے ایک اور طبقہ موجود ہے۔ جس کے راستے صاف اور خوشگوار ہیں۔ جہاں کسی کی دردناک آواز کبھی سنائی نہیں دیتی۔ وہ ایک ایسا طبقہ ہے جو ان پہنچنے والوں کی رہبری فرشتے کرتے ہیں۔ اور نغمہ موسیقی کی شکریں تانیں شکستہ دلی کو طعنہ میں آنے کا موقعہ نہیں دیتیں۔ ہماری مراد بہشت کی منزل سے ہے۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ ہمیں افسوس کے ساتھ دنیاوی راحت اور پاک محبت کے ایسے خوشگوار اور فرح بخش تذکروں سے ہٹ کر نفرت و انتقام کی داستانوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے لیکن یہ بھی ہمارے فرض میں داخل ہے اور ہم اسے ادا کرنے پر مجبور ہیں۔

گزشتہ دو ابواب میں جس روز کے واقعات قلمبند کئے گئے ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ جس روز بدنصیب والولا نے اس دستاویز پر دستخط کئے تھے۔ جس کی رو سے اس کی نصف جائداد اس کے بے اصول اور بدمعاش شوہر کے حوالہ ہو چکی تھی۔ اس سے دوسرے دن شام کے ۵ بجے کے قریب مردم فروش بعض مشاغل سے فراغت پاکر گاوب ٹون میں اپنے مکان پر واپس آیا۔ لیکن زینہ کی راہ سے سیدھا اس کمرہ میں جانے کی بجائے جہاں وہ اپنی داشتہ مارگریٹ فلیدرس یا رٹیل سینک کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ وہ عمارت کے نچلے حصہ میں جو گلی کے اندر واقع تھا۔ داخل ہوا۔ اور پھر شمع جلا کر تہ خانہ میں پہنچا۔

تہ خانہ میں جا کر وہ اس کمرہ میں داخل ہونے کی بجائے جس میں والولا ناحال قید تھی۔ کیونکہ اس کے ساتھ اسی روز رات کے ۹ بجے رہائی کا وعدہ تھا۔ وہ ایک اور کمرہ میں جو اس کے مقابل واقع تھا داخل ہوا۔

یہ کمرہ بالکل خالی تھا۔ اس نے فرش سے ایک پتھر اٹھایا۔ جس سے ایک فٹ کے قریب گہرا گڑھا نیار ہو گیا۔ اور اس میں ہاتھ ڈال کر اس نے ایک چرمی بیگ نکالا۔ جس کے اندر سونے کے سکوں کی خوشگوار جھنجھناہٹ سنائی دیتی تھی۔

تھیلی ہاتھ میں لے کر وہ سرد فرش پر بیٹھ گیا۔ اور اسے اپنی گود میں رکھی ہوئی ٹوپی میں الٹ لیا۔ زرد رنگ کے چمکدار سکوں کا شاندار انبار دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا ہو گئی۔

اس نے چند سکے ہاتھ میں لے کر انہیں ایک ایک کر کے ٹوپی میں گرایا۔ اور ماس طریق پر جو کھنکھناہٹ پیدا ہوئی۔ اس سے اپنے کانوں اور ان کے نظارے سے اپنی آنکھوں کو بہت دیر تک سیر کرتا رہا۔

تھوڑی دیر ایسا کرتے رہنے کے بعد وہ اپنے آپ سے کہنے لگا "دو سو مہریں پہلے سے موجود ہیں۔ دو سو مہریں! جن کو میں نے محنت۔ مشقت۔ جرأت اور خطرات کا مقابلہ کر کے کمایا ہے۔ اور مجھ ایسے شخص کے لئے یہ رقم بجائے خود ایک خزانہ ہے۔ لیکن۔ ۔ ۔" اس نے جیب سے ایک اور چھوٹی سی تھیلی نکالتے ہوئے کہا "لیکن مجھے ابھی اس میں اور بہت سا

اضافہ کرتا ہے۔ سو پونڈ دو سو کی اس رقم میں سے میرا حصہ ہیں۔ جو ٹاملنسن نے آج سہ پہر کو مجھے اپنے باپ کے جھوٹ کا راز محفوظ رکھنے کے لئے ادا کئے تھے۔ باقی ایک سو پونڈ کا حصہ تھا جو اسے ادا کر دیا گیا۔ گو امید نہیں کہ وہ میری طرح اسے محفوظ رکھے۔ شکر ہے کہ ایک سال سے میں نے کفایت اور بچت کی عادت اختیار کر لی ہے۔ اور میں چاہتا ہوں اپنی آخری عمر کے لئے کچھ جمع کر لوں۔ بشرطیکہ۔ ۔ ۔"

وہ یکایک رک گیا۔ اور اس خیال سے کہ ممکن ہے۔ قانون کسی موقعہ پر میری ہستی کا قبل از وقت خاتمہ کر دے۔ اس کے چہرہ نے نہایت بھیانک صورت اختیار کر لی۔

لیکن یہ ایک عارضی کیفیت تھی جو فوراً ہی دور ہو گئی۔ لمحہ بھر بعد اس نے پھر کامل سکون اختیار کر لیا۔ اور اپنے آپ سے اس طرح گفتگو کرنے لگا "بہرصورت ان دو سو پونڈ میں سے جو ڈرپوک۔ بزدل۔ قابل نفرت ٹاملنسن نے مجھے اس راز کو محفوظ رکھنے کے لئے ادا کئے تھے۔ جس کے متعلق وہ ذرا سوچ سمجھ سے کام لیتا تو معلوم کر سکتا تھا کہ میں اسے کسی حال میں فاش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ نصف حصہ میرے پاس ہے۔ یعنی ایک سو پونڈ میں اپنے خزانہ میں اور جمع کر سکتا ہوں" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرایا۔ اور کہنے لگا "مگر اس سے بہت بڑی رقم وہ ہے۔ جو چچپر سے وصول ہوئی ہے۔ گو سچ پوچھو تو اس محنت کے مقابلہ میں جو میں نے اس معاملہ میں کی ۳۰۰ پونڈ کی رقم کچھ بہت زیادہ نہیں۔ خیر ۲۰۰ پونڈ پہلے سو پونڈ ہیں۔ ایک سو ٹاملنسن والے اور ۳۰۰ چچپر کے سب ۶۰۰ پونڈ ہوئے۔ جو مسٹر انیتھنی ملڈ کنز کے خزانہ میں شامل ہیں"

یہ کہتے ہوئے مردہ فروش فرط انبساط سے بڑے جوش کے ساتھ ہنسا۔ وہ ہنسی بھی شیطان کے قہقہہ کی طرح خوفناک تھی۔

باوجود اس کے وہ اپنے طریق پر دل میں ہر طرح خوش تھا۔ اس لئے کہ اس کی محنت کا ثمرہ اس کی نظروں کے سامنے موجود تھا۔

جس وقت وہ چھوٹے تھیلے کی نقدی کو بڑی احتیاط سے گن گن کر بڑے تھیلے میں ڈال رہا تھا۔ اسے باہر برآمدہ میں ایک خفیف سی آہٹ سنائی دی۔ جو اس وقت اسے کسی کے پاؤں کی ہلکی چاپ معلوم ہوئی۔ یہ آواز صرف ایک بار سنائی دی۔ اس کے بعد گو وہ اپنی جگہ پر بے حس و حرکت بیٹھا لمحہ بھر اس طرف کان لگائے غور سے سنتا رہا۔ اور دوبارہ اس

آواز کو سننے کے لئے اس نے بڑی آہستگی سے سانس لیتے ہوئے پوری توجہ سے کام لیا۔ مگر وہ پھر سنائی نہ دی۔

اس واقعہ نے اس کے دل میں گونہ اضطراب پیدا کر دیا تھا۔ لیکن جلدی ہی اوسان بحال کر کے وہ اس برآمدہ میں نکلا جو دونو کمروں کے درمیان واقع تھا۔

یہاں ہر طرف بالکل خاموشی تھی۔ اور کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا۔

بچوں کی طرح یوں خوف زدہ ہونے پر اسے اپنے دل میں شرمندگی محسوس ہوئی۔ چنانچہ اپنی حماقت کو کوستا ہوا وہ پھر کوٹھڑی کے اندر داخل ہوا۔ اور بھری ہوئی تھیلی کو فرش کے گڑھے میں رکھ کر اس پر پتھر رکھ دیا۔ پھر باہر آکر بڑی احتیاط سے دروازہ میں قفل لگایا اور ادھر سے فراغت پا کر اس نے بڑی آہستگی سے اس کوٹھڑی کا دروازہ کھولا۔ جس میں وائیولا قید تھی۔ اندر داخل ہوا تو لمپ بجھا ہوا تھا۔ مگر اپنی موم بتی کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ بدنصیب عورت بستر پر بے خبر سو رہی ہے۔ کہنے لگا "سب کام میری منشا کے مطابق ہو رہا ہے۔ وہ ابھی کچھ دیر اور اسی طرح سوتی رہے گی۔ کیونکہ شراب میں خواب آور دوا اچھی مقدار میں ملائی گئی تھی۔ اس طرح ہم لوگ اسے بے خبری کی حالت میں ہی اس کے مکان تک لے جا سکیں گے۔ جس وقت وہ بیدار ہو گی۔ تو اپنے بستر پر لیٹی ہوئی ہو گی۔ اور اس کے نوکر اس بات کا اطمینان دلا دیں گے۔ کہ جو کچھ آپ نے دیکھا۔ وہ سب محض ایک خواب تھا۔ ورنہ آپ تو یہاں سے ایک لمحہ کے لئے بھی کہیں نہیں گئی ہیں۔ وہ اس قسم کی باتیں سن کر اس قدر حیرت زدہ ہو گی کہ خود بخود اسے خیال پیدا ہو گا۔ میرے دماغ میں فتور تھا یہ تجربہ چیچیٹر کی ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ بڑی معقول تجویز ہے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ میں اسے یہ تو ضرور معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس کی جائداد کا نصف حصہ ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اور وہ جان لے گی کہ معاملہ کا کم از کم یہ حصہ خواب نہیں تھا۔ لیکن اس وقت تک اس کا جوش سرد ہو جائے گا۔ اور وہ چپ رہنے میں ہی بہتری سمجھے گی۔ خیر ابھی اسے سونے دو۔ ۹ بجے چیچیٹر اور ٹاملنسن آئیں گے۔ اس وقت اسے رہا کر دیا جائے گا"

مردہ فروش اپنے دل سے اس قسم کی باتیں کر رہا تھا۔ کہ یکایک اس کے اندر ایک اور خیال پیدا ہوا۔ خیال مختصر لفظوں میں یہ تھا۔ کہ اب تک تو میں چیچیٹر کی طرف سے کام کرتا رہا ہوں۔ اب اگر اس کام کو براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لوں تو کیا برائی ہے؟ ابھی تک وائیولا

اپنی لفضعی حماقت دست بردار ہوئی ہے ۔ اور ۸۰۰ پونڈ اس کے پاس جمع ہیں۔ کیا یہ ساری رقم یا اس کا بڑا حصہ آسانی حاصل نہیں کیا جا سکتا؟ میں نے ہی اسے ڈرا دھمکا کر پہلی رقم کے لئے آمادہ کیا تھا ۔ اب ذرا اور خوف زدہ کر کے باقی کے لئے آمادہ کیا جا سکے گا۔ یہ بہت اچھا ہے ۔ اور میں اپنی حماقت پر متعجب ہوتا ہوں کہ پہلے سے نہیں سوچا۔

ناہنجار شخص جس قدر زیادہ اس تجویز پر غور کرتا تھا ۔ اسی قدر زیادہ وہ اس کا گرویدہ ہوتا جاتا تھا۔ اس بات کا اسے یقین تھا ۔ کہ نہ بچے اور نہ ٹاملنسن میری مرضی کا مقابلہ کر سکیں گے چنانچہ سب پہلو سوچ کر وہ وحشیانہ خوشی سے کہنے لگا " بخدا میں ضرور ایسا کروں گا "

شراب کی بوتل جو کوٹھڑی میں رکھی تھی ۔ اس نے اس خیال سے اٹھائی ۔ کہ مبادا وایولا اس میں سے کچھ مقدار اور پی کر زیادہ بے ہوش ہو جائے ۔ کیونکہ اس کا اپنا خیال یہ تھا کہ اس پر جو بیہوشی طاری ہوئی ہے ۔ وہ ایک ہی جرعہ سے نہیں ہوئی ۔ بلکہ رفتہ رفتہ زیادہ مقدار پی جانے سے پیدا ہوئی ہے ۔ پھر اس نے ایک بوتل میں سے جو کمرہ کے کونہ میں رکھی تھی ۔ لیمپ میں تھوڑا تیل اور ڈالا اور اسے جلا کر دروازہ کو باحتیاط باہر سے مقفل کر کے باہر نکل آیا ۔

تہ خانہ سے نکل کر اس نے چور دروازہ کو بدستور بند کر دیا ۔ گلی کی طرف آیا ۔ تو دروازہ جسے وہ مقفل چھوڑ گیا تھا ۔ اسی طرح بند نظر آیا ۔ جس سے اس خفیف واقعہ کے متعلق جو تہ خانہ میں روپیہ گنتے وقت پیش آیا تھا ۔ اس کا مزید اطمینان ہو گیا ۔ اور اس نے سمجھ لیا ۔ کہ وہ سراسر میرا وہم تھا ۔

روپیہ کی خوشی ۔ نئی تجویز کی کامیابی کا یقین اور رات کی سرد ہوا نے مردہ فروش کے اندر سکون اور جمع خاطر کا انتہائی احساس پیدا کر دیا تھا ۔

آج کے روز اس نے ۴۰۰ پونڈ اپنے خزانہ میں اور جمع کر لئے تھے ۔ اس کی مسرتیں روز بروز بڑھ رہی تھیں ۔ اور آمدنی کے ذریعوں میں اضافہ ہو رہا تھا ۔ اور اب اس نئی تجویز کی بدولت وہ اتنی بڑی رقم حاصل کرنے کی امید رکھتا تھا ۔ جس کا اسے خواب میں بھی خیال نہ ہو سکتا تھا ۔

چنانچہ جس وقت وہ بالاخانہ میں داخل ہوا تو اس کے چہرہ پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی رٹیل سنڈیک کو دسترخوان بچھاتے دیکھ کر کہنے لگا " میگ ۔ تم مجھے اس روز طعنہ دیتی تھیں ۔ کہ میں بہت دیر تک گھر سے باہر رہتا ہوں ۔ دیکھو آج کس قدر جلد آ گیا ہوں ۔ کھانے کی مجھے ضرورت نہیں ۔ کیونکہ میں رستہ میں کچھ کھا آیا تھا ۔ ہاں ایک گلاس شراب کا درکار ہے ۔ اس کے بعد ہم تم بیٹھ کر باتیں کریں گے "

عورت نے معمول سے زیادہ چاپلوسی کے لہجہ میں کہا "ہاں ہاں ٹونی - مگر کیا بات ہے آج تم اس قدر خوش نظر آتے ہو؟"

مردہ فروش کہنے لگا "بیشک میں خوش ہوں - کیونکہ آج کا کام بہت اچھا رہا ہے اب میں ونچ تک فارغ ہوں - اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے مجھے دو آدمیوں سے کام ہے۔"

ریٹل سنیک نے کہا "آہ! ٹونی تم اس کی مجھے اطلاع نہیں دیتے - کہ تم کہاں جاتے ہو؟"

"نہیں نہیں - بات یہ ہے - میں عورتوں پر زیادہ بھروسہ کرنا پسند نہیں کرتا - کسی لاش واش کے اٹھانے کا کام ہو تو اس سے انہیں خبردار کرنا معمولی بات ہے - مگر اس سے زیادہ اہم معاملات کی نسبت . . . ہرگز نہیں۔"

مارگرٹ غلیدرن نے اس انداز سے مسکرا کر گویا وہ ہر طرح مطمئن تھی - کہا "خیر تمہاری مرضی" مگر خدا معلوم کیا بات تھی کہ جب وہ گوشت کو دستر خوان سے اٹھا کر کباٹ میں رکھنے گئی - تو اس کے چہرہ پر از خود کسی پُر اسرار کامیابی کی جھلک [illegible] دار ہوگئی -

مردہ فروش کہنے لگا "آؤ اب تم ذرا میرے پاس بیٹھو - میرا پائپ کہاں ہے؟ لاؤ یہ مجھے دے دو - اور تم اتنے شراب گرم کرو۔"

مردہ فروش نے پائپ سلگایا - اور کچھ دیر چپ چاپ اس کے کش لیتا رہا - پھر کہنے لگا - "میگ آج تو کوئی گیت گا کر سناؤ - طبیعت بڑی بشاش ہے - اور تم گیت بھی بڑے پرلطف گایا کرتی ہو . . مگر نہیں - گیت رہنے دو - میں کہتا ہوں اس طرح کرو۔"

"کس طرح؟" مارگرٹ نے شراب اور پانی ملاتے ہوئے پوچھا -

"آج تم مجھے اپنی سرگزشت سناؤ - تم کو نکہ کی گلیوں کے بہت سے حالات جانتی ہو اور ایک بار تم نے ان کا ذکر شروع بھی کیا تھا - مگر اس وقت میری طبیعت اچاٹ تھی - آج تمہاری داستان سے ضرور دل خوش ہوگا۔"

مردہ فروش کے حکم کی تعمیل ریٹل سنیک کے نزدیک ہر حال میں فرض تھی - اور وہ بہت کم اس سے انکار کیا کرتی تھی - آج نہ کسی وجہ سے اس کو اور بھی زیادہ خوش کرنا چاہتی تھی - کہنے لگی - "بہتر ہے - وہی سناتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی زندگی کی داستان ان لفظوں میں بیان کرنی شروع کی -

پانچواں باب

رٹل سنیک کی سرگزشت

میں سٹیفرڈ شائر کی ایک کوئلہ کی کان میں پیدا ہوئی تھی۔ میرا باپ شادی شدہ تھا اور اس کی بیوی سے پانچ چھ بچے تھے۔ میری ماں کنواری اور اس کان میں اس کا کام کیا کرتی تھی اس لئے میں ناجائز اولاد تھی۔ مگر یہ بات نہ تو خود میرے اور نہ میری ماں کے لئے شرم کا موجب سمجھی گئی کیونکہ اس قسم کی کانوں میں، اخلاق کا معیار ایسا ادنیٰ ہو گیا ہے کہ تعلقات کو معیوب نہیں سمجھا جاتا جس وقت میں پیدا ہوئی تو میری ماں کی عمر صرف ۱۶ سال کی تھی۔ میں نے سنا ہے کہ وہ میرے پیدا ہونے کے وقت تک برابر کام کرتی رہی۔ جس وقت اسے درد شروع ہوا۔ وہ کوئلوں کی ایک بہت بڑی ٹوکری کو زنجیر کی مدد سے کمر کے ساتھ باندھے ایک ڈھلوان رستہ پر کھینچ رہی تھی۔ اس نے اسی وقت زنجیر اور پیٹی اتار کر پھینک دی۔ اور آپ ایک تنگ رستہ کے سرے پر ہموار غار میں چلی گئی۔ اسی جگہ میں پیدا ہوئی۔ اس وقت اس نے صرف ایک پیٹی کوٹ پہنا ہوا تھا۔ مجھے اس نے اسی میں لپیٹ لیا۔ پھر مجھے ہاتھوں میں لئے دو فٹ چوڑے اور ڈھائی فٹ اونچے رستہ میں سے رینگتی ہوئی کان کی تہ کے قریب آ گئی۔ اس جگہ وہ ڈول میں سوار ہوئی۔ اور ایک ہاتھ سے مجھے پکڑ کر دوسرے سے رسی کو تھامے ہوئے کم و بیش ۲۳۰ فٹ کی گہرائی سے اوپر آئی۔ یہ واقعات میں نے اسی کی زبانی سنے تھے۔ اور وہ کہا کرتی تھی۔ کہ جس وقت ڈول اوپر کی طرف اٹھا آ رہا تھا۔ بارہا مجھے ایسا محسوس ہوا۔ کہ میں کمزوری کی وجہ سے گر پڑوں گی۔ لیکن کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ اور وہ بحفاظت دہانہ تک پہنچ گئی۔ وہ ایک یتیم لڑکی تھی۔ اور اپنی کوٹھڑی میں تنہا رہتی تھی۔ مجھے اٹھائے ہوئے وہ مکان پہنچی۔ اور ایک ہفتہ بھر کام پر نہیں آئی۔ لیکن ایک ہفتہ کے عرصہ میں وہ پھر کام کرنے کے لائق ہو گئی۔ اور مجھے کھلانے کے لئے اس نے ایک سات آٹھ سال کی لڑکی رکھ دی۔

میرا شیرخواری کا زمانہ جس طریق پر بسر ہوا۔ اس کا اندازہ میں عام حالات سے جو کوئلہ کی کانوں کے قریب دیکھے جاتے ہیں کر سکتی ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ میری ماں دن میں ایک بار دہانہ پر آ کر مجھے دودھ پلا جاتی تھی۔ اس سے پہلے یا پیچھے اگر میں روتی۔ تو وہ لڑکی جو میری کھلائی تھی۔ گھلی ہوئی افیون کا چمچہ میرے حلق میں ٹھونس دیتی تھی۔ کہ چپ رہوں۔ اس طریق پر بہت سے بچے تلف ہو جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ کارونر کی امداد کبھی حاصل نہیں کی جاتی۔ اس لئے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ کہ بچہ کی موت کن اسباب سے واقع ہوئی

جب میری عمر سات سال کی ہوئی۔ تو ایک دن میری ماں کہنے لگی۔ اب تمہیں بھی کان کے اندر جا کر کچھ کمانے کی فکر کرنی چاہیئے۔ میرا باپ کبھی کبھی اتوار کے دن مجھے دیکھنے آیا کرتا تھا۔ اور ایسے موقعوں پر میرے لئے کوئی کھلونا یا کیک لے آتا تھا۔ وہ بھی کہنے لگا بیشک اب یہ ہر طرح کام کے لائق ہو گئی ہے۔ غرض فیصلہ اس پر ہوا۔ کہ میں کام شروع کر دوں۔ مجھے یاد ہے کہ شروع شروع میں میں بہت ڈرتی تھی۔ اور جب وہ دن آیا جس کو میں نے کام شروع کرنا تھا۔ تو بہت دیر تک روتی رہی۔

آخر کار وہ دن آگیا۔ سردیوں کی صبح تھی۔ اور زمین پر برف کی موٹی تہ جمی ہوئی تھی جس وقت میری ماں مجھے اپنے ہمراہ کان کے دہانہ کی طرف لے کر چلی میں خوف اور سردی سے کانپ رہی تھی۔ اس نے پہلے مجھے بہت کچھ سخت سست کہا۔ پھر جب میں رونے لگی تو اس نے مجھے مارا بھی۔ اس سے میرا خوف کم ہونے کی بجائے اور بڑھ گیا صبح کے ۵ بجے کا وقت تھا۔ اور اس وقت تاریکی میں کان کے اندر اترنے سے میرا دل بدرجہ غایت خائف تھا۔ فرش زمین پر جمی ہوئی برف کی سپیدی بھی اس تاریکی کو دور نہ کر سکتی تھی۔ جا بجا مجھے آگ کے تیز شعلے اٹھتے نظر آتے تھے۔ جو مجھے اپنے وہم میں زمین کے اندر سے نکلتے معلوم ہوتے۔ حالانکہ یہ آگ کوئلہ کو کوک بنانے کے لئے سطح زمین پر جلائی جاتی ہے۔ جا بجا اونچی اونچی چمنیوں سے بھی دھوئیں کے بادل نکل رہے تھے۔ غرضکہ تمام نظارہ بڑا بھیانک اور ہیبت ناک تھا۔

اس وقت میرے دل میں جو جو خیالات تھے۔ وہ آج تک مجھے اس طرح یاد ہیں گویا ابھی کل کی بات ہے۔ اس سے پہلے میں دن کے وقت چمنیوں کے دھوئیں اور کوک جلانے کے شعلوں کو دیکھ چکی تھی۔ مگر رات کے وقت یہ دوزخ کا نظارہ دیکھنے کا پہلا ہی موقعہ تھا۔ میں سچ کہتی ہوں کہ میرا دل ان تمام باتوں سے بہت ہی خوف زدہ ہوا۔

کان کے اندر اترنے کا گڑھا بالکل گول اور ۴ فٹ قطر کا تھا۔ اور اس میں اترنے چڑھنے کا طریق بالکل ویسا ہی تھا۔ جو کسی کنوئیں میں اترنے کا ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا تھا۔ کہ ڈول کی بجائے رسے کے ساتھ ایک مضبوط آہنی سلاخ چوڑائی کی حالت میں بندھی ہوئی تھی۔ اور دو آدمی اس کے دونوں سروں پر بیٹھ کر اور رسہ کو مضبوط پکڑ کر چڑھتے اترتے تھے۔ باہر دہانہ پر ایک چرخی لگی ہوئی تھی۔ جس کی مدد سے رسے کو اوپر کھینچا یا نیچے لٹکایا جاتا تھا۔ اور اس چرخی کا انتظام ایک عمر رسیدہ عورت کے ذمہ تھا جو بے حد شراب پینے کی عادی تھی۔ اور اکثر بدمست رہا کرتی تھی۔ یہی باعث تھا کہ چڑھنے

اترنے والوں کی زندگی اس بڑھیا کے ہاتھ ہوتی تھی۔ اور کان کنوں کو اس سلاخ کے ذریعہ اترنے چڑھنے میں جو خطرات پیش آسکتے تھے۔ مثلاً رستہ ہاتھ سے چھوٹ جانا یا جائے نشست سے پھسل جانا۔ وہ اس کے علاوہ تھے۔

لیکن میں اپنے کان کے اندر اترنے کا ذکر کر رہی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ میری ماں نے ایک ڈھیلی جاکٹ اور پاجامہ پہنا ہوا تھا۔ نہ پاؤں میں جرابیں تھیں۔ نہ گلے میں قمیص۔ وہ ایک ملاح کی پھرتی کے ساتھ لوہے کی سلاخ پر بیٹھ گئی۔ اور اس کے بعد مجھے اس بڑھیا سے جو باہر چرخی کا انتظام کرتی تھی پکڑ کر زانو پر بٹھا لیا۔ اس کے بعد جب وہ سلاخ نیچے کی طرف اترنے لگی۔ تو میرا خوف دم بدم بڑھنے لگا۔ کیونکہ انتہا درجہ کی تاریکی پھیلتی جا رہی تھی جتنے کہ زیادہ گہرائی پر جا کر ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ میں اس قدر خوف زدہ ہوئی کہ رو بھی نہ سکتی تھی۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر میری ماں نے مجھے مضبوطی سے پکڑا ہوا نہ ہوتا تو میں ضرور اس تاریک غار میں گر جاتی۔

آخر کار ہم اس عمیق گڑھے کی تہ کے قریب پہنچیں۔ اور جس وقت میری ماں نے مجھے سلاخ پر سے اتار کر فرش پر رکھا۔ میں خوف اور سر میں چکر آنے کی وجہ سے نیم مردہ تھی۔ نیچے زمین سرد۔ دلدلی اور نمناک تھی۔ گڑھے کے ایک کونے میں چھوٹا سا لیمپ جل رہا تھا۔ میری ماں نے یہاں آکر موم بتی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا جلایا۔ اور اسے گیلی مٹی میں گاڑ کر ہاتھ میں لے لیا۔ اس کی روشنی میں مجھے ایک لمبی تاریک سرنگ نظر آئی کوئی ڈھائی فٹ اونچی جو اس گڑھے کے ایک پہلو کی طرف نکل گئی تھی۔ میری ماں موم بتی ہاتھ میں لئے اس کے اندر رینگتی ہوئی چلنے لگی۔ اور مجھ سے کہا تم بھی پیچھے پیچھے آؤ۔ یہ سرنگ کوئی ۲ فٹ چوڑی تھی۔ اس لئے میں اس کے پہلو بہ پہلو چلتی رہی۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو یقیناً مجھے اس کے اندر جانے کی جرأت نہ ہوتی۔ کیونکہ کسی بچہ کے لئے اس سے زیادہ خوفناک نظارہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ سامنے ایک تاریک خوفناک غار کا منہ کھلا ہوا ہے۔ اور کسی کو خبر نہیں۔ اس کے اندر کیا ہے اور اس کا خاتمہ کہاں ہوتا ہے۔ ہر لمحہ خوف لگا ہوا تھا۔ کوئی نامعلوم ہستی ادھر ادھر سے ہاتھ نکال کر مجھے اندر کی طرف گھسیٹ نہ لے جائے۔ ہر گھڑی اندیشہ تھا۔ کہیں کسی گہرے اور تاریک گڑھے میں نہ گر جاؤں۔ دور فاصلہ پر کان کنوں کے پھاوڑے اور کوئلہ کی لدی ہوئی گاڑیوں کے چلنے کی آواز سنائی دیتی۔ تو مجھے ایسا معلوم ہوتا۔ گویا زمین کے اندر گڑگڑاہٹ پیدا ہو رہی ہے۔ اور عنقریب مٹی کا کوئی بہت بڑا تودہ ہم پر گر کر ہمیں زندہ دفن کر دے گا رستہ میں اگر میری ماں کی موم بتی کی روشنی میں سامنے کی طرف سے کوئی سیاہ فام صورت ہماری طرح رستہ ٹٹولتی نظر

آتی۔ تو میں سہم کر ایک طرف ہو جاتی۔ مبادا یہ کوئی بھیانک دیو یا خوفناک جن نہ ہو۔ غرض یہ کہ اس غار کے اندر میرے خیالات بڑے ہی ڈراؤنے اور ہیبت ناک تھے۔ ان کا اثر میرے دماغ پر ایسا ہوا۔ کہ پھر ساری عمر نہ ہٹ سکا۔ اور اب بھی جب کبھی مجھے وہ واقعات یاد آتے ہیں۔ تو خون میری رگوں میں سرد ہو جاتا ہے۔

یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا کہ جن حالات میں میری پرورش ہوئی تھی۔ ان سے اس قسم کے خیالات گھٹنے کی بجائے اور زیادہ بڑھ گئے تھے۔ میرے ذہن پر جہالت کا پردہ چھایا ہوا تھا۔ لکھنا پڑھنا تو درکنار میں ابجد سے بھی ناآشنا تھی۔ یسوع مسیح کا نام یا خدا کا لفظ کبھی میرے کانوں تک نہیں پہنچا تھا۔ البتہ دن بھر گالی گلوچ کی آوازوں سے کان آشنا رہتے تھے۔ ان حالات میں ایسے بھیانک موقعہ پر میرا خوف زدہ ہونا ایک معمولی بات سمجھا جا سکتا ہے۔

آخرکار ہم دونو اس سرنگ کے سرے پر پہنچ گئیں۔ اور وہاں سے ایک اور سرنگ کی طرف ہو لیں۔ جہاں کدالوں کی مدد سے پتھر کا کوئلہ کھودنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اس کے چند منٹ بعد میں نے کان کنوں کو لیٹ کر کوئلہ کھودتے دیکھا۔ یہ لوگ دو فٹ سے زیادہ اونچی سرنگ نہ کھودتے تھے۔ جس کی وجہ مجھے بعد ازاں یہ معلوم ہوئی کہ مبادا نچلی زمین کمزور ہونے سے اوپر کی زمین دب جائے۔ تم میرے خوف کا اندازہ کر سکتے ہو۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ ننگے۔ مادر زاد ننگے کام کر رہے تھے۔ لیکن میری ماں نہ تو انہیں دیکھ کر گھبرائی نہ شرمندہ ہوئی۔ بلکہ ان سے ہنسی مذاق کرنے لگی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ میری ماں بہت عرصہ سے ان کان کنوں میں بہت ہر دلعزیز تھی۔

اور آگے بڑھ کر ہم ایک ایسے مقام پر پہنچیں۔ جس کا نظارہ میرے لئے بدرجہ غایت حیرت خیز تھا۔ اس سرنگ کے خاتمہ پر مجھے ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا۔ جو کہ کوئلہ کی ایک ۲۰ فٹ موٹی تہ کھود کر تیار کیا گیا تھا۔ اس کے اندر بہت سی موم بتیاں جل رہی تھیں۔ اور کئی آدمی حبشیوں کی طرح سیاہ فام میز کے گرد بیٹھے کچھ کھا پی رہے تھے۔ ان میں مرد عورتیں اور بچے سبھی شامل تھے۔ اور یہ سب کھانا کھاتے وقت خوشی سے ہنستے۔ ایک دوسرے سے مذاق کرتے اور قہقہے لگا رہے تھے۔ اکثر عورتیں اور لڑکیاں کمر سے اوپر اور مرد کم و بیش بالکل ننگے تھے۔ باوجود اس کے نہ کسی کو کوئی شرم محسوس ہوتی تھی۔ نہ خوف اور پھر ان کی گفتگو ایسی بیباکانہ تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ گو اس وقت میں اس کا نصف حصہ بھی بمشکل سمجھ سکتی تھی۔

میری ماں مجھے ہاتھ سے پکڑ کر میز کے قریب لے گئی۔ اسی جگہ میرا باپ بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں کچھ کھانے کو دیا۔ اور اس کے تھوڑا عرصہ بعد سب لوگ اُٹھ کر اپنے اپنے کام پر چلے گئے۔ میں میری ماں اور ایک مرد ہم تینوں ایک طرف جا کر کام کرنے لگے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ میرے پیدا ہونے کے بعد میرے باپ کی بیاہتا بیوی نے اس بات پر اصرار کیا تھا۔ کہ وہ میری ماں سے قطع تعلق کر لے۔ اور اس نے مجبوراً ایسا کر لیا تھا۔

اب جس شخص کے لئے میری ماں کام کرتی تھی۔ اس کا نام فل بلاسم تھا۔ یہ شخص بھی شادی شدہ تو تھا۔ مگر اس کے اولاد کوئی نہ تھی۔ اس کی بیوی لنگڑی تھی۔ اسے اس کان کے اندر کوئی حادثہ پیش آیا تھا۔ اور اب وہ کام کرنے سے عاری ہو چکی تھی۔ اس لئے اس نے میری ماں کو اس کام پر لگا لیا تھا۔ کہ اس کا کھودا ہوا کوئلہ سرنگ کے آخری حصہ اور کان کے سرے پر پہنچایا کرے۔ میرے کام پر جانے سے پہلے میری ماں اکیلی اس کام کو کیا کرتی تھی۔ مگر اب میں گاڑی میں کوئلہ بھرتی اور وہ اسے دھکیل کر مقام مذکور تک لے جاتی تھی۔ اور اس کے واپس آنے تک میں دوسری گاڑی تیار کر رکھتی تھی۔ سات سال کی عمر میں مجھے ۷۵ پونڈ کوئلہ چھوٹی ڈول میں اٹھا کر گاڑی میں ڈالنا پڑتا تھا۔ اگر رستہ اونچا ہوتا تو میں اسے پیٹھ پر اٹھا لیتی۔ لیکن جب تنگ ہوتا تو اسے دھکیل کر یا کسی اور طریق پر لے جاتی تھی۔ بعض جگہ سرنگ صرف ۲۲ انچ چوڑی ہوتی تھی۔ اور اس چھوٹی عمر میں اتنا بوجھ لے کر اتنی تنگ جگہ سے گزرنے میں جو تکلیف مجھے ہوتی۔ اس کا اندازہ کرنا دشوار نہیں مجھے اب تک یاد ہے کہ بسا اوقات پسینہ اور آنسوؤں سے میرا چہرہ تر ہو جاتا تھا۔

فل بلاسم بالکل ننگا ہو کر کام کرتا تھا۔ اور میری ماں بھی کمر تک ننگی رہا کرتی تھی۔ اسے ایک چھکڑے میں کم و بیش سات ہنڈرڈ ویٹ بوجھ لاد کر ۲۰۰ گز کے فاصلہ پر لے جانا پڑتا تھا۔ کیونکہ کان اندر سے بہت وسیع تھی۔ اور اس کی شاخیں مختلف اطراف میں پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ کام جزائر غرب الہند کے غلاموں یا جزیرہ نارنک کے قیدیوں کے کام سے یقیناً مشکل ہوتا تھا۔ میری ماں کمر کے گرد ایک پیٹی باندھ لیتی تھی۔ اور اس پیٹی کے ساتھ زنجیر کا ایک سرا لگا ہوا ہوتا تھا۔ جس کا دوسرا سرا ٹانگوں میں سے گزار کر وہ چھکڑے کے ساتھ لگا دیتی تھی۔ اس کے بعد وہ جلتی ہوئی موم بتی کو اپنی پیشانی پر کسی تسمہ کے اندر لگا کر ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلتی اور چھکڑے کو گھسیٹا کرتی تھی۔ تنگ سرنگوں کے اندر سے اسی طرح گزرنا پڑتا تھا۔ لیکن اگر ان

کی بلندی ذرا زیادہ ہو تو وہ کسی قدر سیدھی یا کبڑی ہو کر چلتی تھی۔
فل بالاسم کا کام یہ تھا کہ جہاں کوئلہ کی تہ نظر آتی۔ اس کے نیچے وہ اپنی کدال سے کھدائی کرتا۔ اس کے بعد پیٹ کے بل لیٹ کر نہایت تکلیف دہ حالت میں اس تہ کے اندر سے کوئلہ نکالتا۔

جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا۔ اسے میں نے امکان بھر محنت سے کیا۔ لیکن تم سمجھ سکتے ہو کہ کام کتنا تکلیف دہ تھا۔ میرا سر کبھی سرنگ کی نشیب چھت سے اور کبھی اس کے دونوں پہلوؤں سے ٹکراتا۔ بعض اوقات میں ٹھوکر کھا کر فرش پر گر جاتی۔ اور بہت سا کوئلہ میرے اوپر آپڑتا تھا بعض اوقات رستے چلتے میری ٹکر کسی دوسرے چھکڑے یا کان کن سے ہو جاتی۔ کیونکہ تاریکی میں ایک تو یوں ہی کچھ نظر نہ آتا تھا۔ دوسرے تکلیف کے مارے میری آنکھوں سے آنسو بہتے رہا کرتے تھے۔ اور سرنگ کی گرد سے وہ خود بخود بند ہوئی جاتی تھیں۔
اس طرح کام کرتے کئی ہفتے گزر گئے۔ اور آخر کار میں ان افسوسناک نظاروں اور شرمناک زبان کی جو یہاں استعمال ہوتی تھی عادی ہو گئی۔ میرے لئے اب ننگے مردوں اور نیم برہنہ عورتوں کا ایک دوسرے کے پاس رہنا معمولی بات ہو گیا۔ اور ان کی گالی گلوچ کی عادت بھی میرے لئے موجب حیرت نہ رہی۔ میں جس بڑے زیر زمین کمرہ کا ذکر اس سے پہلے کر چکی ہوں۔ اس میں بے دھڑک داخل ہو جاتی تھی۔ اور جو لوگ یہاں جمع ہوتے۔ ان کے فحش مذاق اور ٹھیکہ بازی میں شوق سے حصہ لیتی تھی۔ دوسروں کو دیکھ دیکھ کر مجھے کھانے پینے کی ذرا ذرا سی چیزیں۔ موم بتی کے ٹکڑے اور اسی قسم کی اور چیزیں چرانے کی عادت ہو گئی۔ تاریک سرنگوں اور کان کے پوشیدہ حصوں میں اوروں کی نظروں۔ سے بچ کر جوان لڑکوں لڑکیوں کا ایک دوسرے سے ملنا بجائے خود ان میں ہزار ہا قسم کی خرابیاں پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔
دس سال کی عمر تک میرے سپرد صرف کوئلہ لے جانے کا کام رہا۔ اس کے بعد مجھے حکم دیا گیا کہ ایک ہنڈر ڈ ویٹ وزنی کوئلہ سر پر اٹھا کر زمینہ کے رستہ بلندی تک لے جایا کروں اس بوجھ کو سر پر رکھ کر میں اسے چمڑہ کے تسمہ سے مضبوط باندھ لیتی تھی۔ اور چونکہ زینہ نہایت کھڑے طور پر بنا ہوا تھا۔ اور اس کے ڈنڈوں میں کم و بیش دو دو فٹ کا درمیانی فاصلہ

کام کرتے ہوئے بہت سی لڑکیوں کو خوفناک حادثات پیش آتے تھے بعض اوقات چمڑہ کا تسمہ ٹوٹ جاتا اور سارا بوجھ بے قابو ہو کر اٹھانے والی کے اوپر آگرتا۔ اور وہ خود اس کے بار سے دب کر نیچے آگرتی۔ چونکہ بہت سی لڑکیاں ایک دوسرے کے آگے پیچھے زینہ پر چڑھا کرتی تھیں۔ اس لئے ایک کا بوجھ گرنے سے وہ سب ایک دوسرے پر آگرتی تھیں۔ اور بعض اوقات نہایت بھیانک نظارے دیکھے جاتے تھے یہ کام نہایت خوفناک تھا۔ میرے خیال میں کسی قیدیوں کے جہاز میں بھی ایسی بری حالت دیکھنے میں نہ آتی ہوگی۔ اگر میں کوئی کام ٹل بلاسم کے منشا کے مطابق نہ کرتی تو وہ مجھے بڑی خوفناک سزا دیتا تھا۔ میری ماں بھی مجھے اس کے غصہ سے نہ بچا سکتی تھی۔ کیونکہ اگر وہ کچھ کہے تو وہ اس سے بھی اسی قسم کا سلوک کرنے سے باز نہ رہتا تھا۔ وہ مجھے مکوں یا چھڑی سے زد و کوب کرتا۔ جس سے بعض اوقات میرا بدن جا بجا زخمی ہو جاتا تھا۔ کئی بار ایسا ہوتا۔ کہ میرے بدن پر ہفتوں اس کی مار پیٹ کے نشان رہتے تھے۔ ایک دن اس نے میرے کان کی لو کو اس زور سے دبایا کہ ناخن سے کان چھد گئے۔ کبھی وہ میرے بال اس بے رحمی سے کھینچتا تھا کہ ان کا بڑا حصہ جڑ سے نکل جاتا تھا۔ کبھی وہ مجھ پر کوئلے کے ڈھیلے پھینکتا تھا اس کا کنڈا اس زور کا ہوتا تھا کہ میں لڑھک کر کئی گز کے فاصلہ پر جا گرتی تھی۔ ایک بار جب اتفاقیہ طور پر میری حرکت سے اس کی موم بتی بجھ گئی تھی۔ اس نے مجھے غصہ سے اپنی کدال تاریکی میں اس طرح گھمائی کہ وہ میری پیشانی میں لگی۔ اور اس میں بہت گہرا زخم آگیا۔ یہی حال اور کام کرنے والیوں کا ہوتا تھا۔

کوئلہ کی کانوں میں ہر سال بے شمار لوگ اتفاقی حادثات سے مر جاتے یا زخمی ہو جاتے ہیں۔ ان کی زندگی ہر وقت خطرہ میں رہتی ہے۔ بعض نیچے اترتے وقت اپنا وزن قائم نہ رکھ کر گر جاتے ہیں۔ بعض جگہ گڑھوں میں سوتے کا پانی بھر جاتا ہے۔ اور تاریکی میں اس کا علم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان میں ڈوب جاتے ہیں۔ گیس کا دھڑاکا ہو تو وہ آگ و بال جان ہے۔ اور کبھی کبھی زہریلی ہوا سے دم گھٹنے کی وارداتیں بھی ہوتی ہیں۔ سرنگ کی چھت بیٹھ جانا یا کھڈ کے نیچے دب جانا۔ سرنگ اڑاتے وقت بارود کی وجہ سے حادثہ ہونا یہ اور ایسی ہی اور وارداتیں بھی عام ہیں۔ غرض کہ ان بدنصیبوں کو ہر وقت ہزار ہا قسم کے خطرات میں کام کرنا پڑتا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان اموات کو بہت ہی کم سرکاری افسروں کی نظر میں لایا جاتا

اور لاشوں کو چپ چاپ دو تین دن کے عرصہ میں پوشیدہ طریق پر دفن کر دیا جاتا ہے۔

دس سال کی عمر میں تین شلنگ ہفتہ وار اور میری ماں گیارہ شلنگ کماتی تھی۔ شاید تم سمجھو کہ اس سے ہماری زندگی آرام سے بسر ہوتی ہوگی۔ لیکن نہیں۔ جیسا کہ باقی کان کنوں کی حالت ہوتی ہے۔ ہماری زندگی انتہا درجہ کے افسوسناک حالات میں گزرتی تھی۔ افلاس اور نجاست ان لوگوں کی زندگی سے وابستہ ہیں۔ اور ان کے گھروں کی حالت سب سے زیادہ افسوسناک دیکھی جاتی ہے۔ ان کی جھونپڑیاں دس بارہ فٹ مربع ہوتی ہیں۔ اور ان میں صرف ایک ہی کمرہ ہوتا ہے۔ اس ایک کمرہ میں میاں بیوی اور ان کے آٹھ دس بچے پاس پاس پڑے رہتے ہیں۔ حالانکہ ان کی کمائی دیکھو۔ تو مجموعی طور پر ۴۰ شلنگ ہفتہ وار سے کم نہ ہوگی۔ بعض گھروں میں کوئی پالتو سور۔ گدھا یا مرغ ہوتا ہے۔ انہیں بھی اسی کمرہ میں سونے اور رہنے کی جگہ دی جاتی ہے۔ ان کے مکانات عام ضروریات زندگی سے خالی ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی کان کن کے گھر میں کبھی چارپائی نہیں دیکھی جاتی۔ کیونکہ انہیں اکثر روزی کی تلاش میں ایک سے دوسرے مقام کی طرف جانا پڑتا ہے۔ صفائی کا ان کے گھروں میں مطلق انتظام نہیں ہوتا۔ زمانہ بھر کا کوڑا کرکٹ دروازہ پر جمع رہتا ہے۔ کان کن بدرجہ انتہا غلیظ ہوتے ہیں۔ گو سچ پوچھو تو اس میں ان کا اپنا قصور کیا ہے۔ علی الصبح کان کے اندر داخل ہو کر وہ دن بھر وہاں کام کرتے ہیں۔ اور رات کے وقت جب باہر نکلتے ہیں۔ اس وقت اس قدر تھکے ماندے ہوتے ہیں کہ صفائی کی طرف مطلق توجہ نہیں دے سکتے۔ اس کے علاوہ وہ عام طور پر یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمیں صفائی کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیونکہ کل پھر ہم نے کوئلہ میں ہی کام کرنا ہے۔ یا یہ کہ رات کو بدن صاف کر کے سوئے تو کیا ہے۔ دن کے وقت تو وہ میلے کا میلا ہی رہے گا۔ کان کنوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ وہ دن بھر کام کر کے اس قدر تھکے ہوئے ہوتے ہیں کہ رات کو اکثر کھانا کھانے کے بغیر ہی سو جاتے ہیں۔ گھر پہنچتے ہیں تو ان کی آنکھیں خود بخود بند ہوئی جاتی ہیں۔ میری اپنی بارہا یہی حالت ہوئی۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ میری ماں کھانا پکانے لگتی تو میں تکان کے مارے بھوکی ہی سو جاتی تھی۔

کان کنوں کے گھروں میں آسائش نام کو نہیں ہوتی۔ اور ایسا ہونا کچھ تعجب خیز بھی نہیں ہے۔ کان کن کی شادی جس عورت سے ہوتی ہے۔ وہ خود عمر بھر کان کے اندر کام کر چکی ہوتی ہے۔ اس لئے نہ تو اسے نہ اس کی لڑکیوں کو امور خانہ داری کا کچھ علم ہوتا ہے۔ جب

دن کے وقت کسی کو گھر کی صفائی اور سامان کو با ترتیب کرنے کی فرصت نہ ہو۔ تو گھر میں سلیقہ کس طرح نظر آئے؟ پھر بڑی مصیبت یہ ہے کہ ان کی کمائی کا اکثر حصہ شراب پینے میں ضائع ہوتا ہے۔ خاوند۔ بیوی۔ لڑکے۔ لڑکیاں سب شراب پیتے ہیں۔ کوئلہ کی کانوں میں کام کرنے والوں کی عادات بار موروثی ہوتی ہیں۔ جو حالت ماں باپ کی وہی لڑکے لڑکیوں کی دیکھی جاتی ہے۔ پھٹے ہوئے کپڑے۔ میلا رہنا۔ عیاشی اور اوباشی۔ جہالت اور بداخلاقی۔ انتہا درجہ کی محنت اور اعلیٰ درجہ کی تنگدستی۔ ہر ایک کان کن کی زندگی کی خصوصیات ہیں۔ اور اس طبقہ کے ہر شخص میں موجود پائی جاتی ہیں۔

ہمارا گھر بھی باقی کان کنوں کے گھر کی طرح ابتر حالت میں تھا۔ اور میری ماں بھی ہمسایوں کی طرح شراب کی بیحد خوگر تھی۔

شراب پینے کی عادت گو بجائے خود کان کنوں کے افلاس کا خاص ذریعہ ہے مگر سچ پوچھو تو ان کی احتیاج کی بڑی وجہ انہیں تنخواہ ادا کرنے کا وہ طریق ہے۔ جسے ٹرک سسٹم کہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر کان کنوں کے آرام کے لئے ایک سودے سلف کی دکان کھول دی جاتی ہے۔ جس سے وہ تنخواہ ملنے کے دن تک ہر چیز ادھار حاصل کر سکتے ہیں دراصل اس دکان کے مالک اور کان کے مالک کا آپس میں سمجھوتہ ہوتا ہے۔ اور دونوں کر کان کنوں کا اچھی طرح لہو نچوڑتے ہیں۔ اس دکان میں کان کنوں کو ضرورت کی ہر چیز مل سکتی ہے۔ مثلاً گوشت۔ پنیر۔ سپرٹ کا سامان۔ آلو۔ تیل بتی۔ کپڑے وغیرہ۔ جس روز کان کنوں کی تنخواہ بٹتی ہے۔ دکان کا مالک اپنے آدمی کو بھی دے کر کان کے مالک پاس بھیج دیتا ہے۔ اور جتنی رقم ہر شخص کے ذمہ نکلتی ہو۔ اس کی تنخواہ سے وضع کر لی جاتی ہے۔ کوئی شخص اس دکان سے سودا نہ لے تو اسے موقوف کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ دکاندار اور کان کے مالک میں پہلے سے اس کے متعلق کوئی سمجھوتہ ہوتا ہے۔ اگر ان دکانوں کے مالک ایمانداری سے کام لیں۔ اور پیسہ کی پیسہ بھر چیز دیں تو خیر مضایقہ نہیں۔ کیونکہ ضرورت کے وقت ہر چیز مل جانے میں بجائے خود بڑا آرام ہے۔ لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ دکاندار کا نرخ بازار سے ۲۵-۳۰ فی صدی گراں ہوتا ہے۔ گویا کوئی کان کن ۳۰ شلنگ ہفتہ وار کمائے۔ تو ۸ شلنگ یوں بیکار اڑ جاتے ہیں۔ حساب کرو تو سال بھر میں اس کے ۷۵ پونڈ میں سے ۲۰ پونڈ دکاندار کی نذر ہو گئے۔ اسے چاہو اس کی اُدھار رقم کا بیاج سمجھو چاہو کچھ اور۔ اس نفع میں دکاندار اور کان کے مالک کا برابر کا حصہ ہوتا ہے۔

جس علاقہ میں میں اور میری ماں رہتی تھیں - وہاں نقد روپیہ کبھی ادا نہیں کیا گیا - مالک کی طرف سے دُکاندار ہی مہینہ میں ایک بار مزدوروں کا بقایا ادا کر دیا کرتا تھا - لیکن وہ بھی نقد نہیں بلکہ ٹکڑوں کی صورت میں - اس نے دھات کے کچھ ٹکٹ بنا رکھے تھے جن پر ان کی جداگانہ قیمت درج تھی - ان ٹکڑوں کے عوض اسی قیمت کی چیز اسی دُکان سے حاصل ہو سکتی تھی - کسی دوسری جگہ سرکاری سکوں کی طرح ان کا چلن نہ تھا - ان سب حالات سے تم سمجھ سکتے ہو کہ کان کھودنے والے مزدوروں کو کس طرح دونو ہاتھوں لوٹا جاتا ہے - وہ غریب بے بس ہیں - کچھ کہ یا کر نہیں سکتے -

میرے زمانہ میں مزدوروں کی تنخواہ اکثر بدلتی رہتی تھی - آج ایک شخص کی تنخواہ ۲۵ شلنگ ہے - تو کل یکایک ۲۱ یا ۱۵ شلنگ کر دی جاتی تھی - اسی میں سے انہیں چھکڑوں کے دھروں کے لئے چربی اور اپنے لئے موم بتیاں خریدنی پڑتی تھیں - اس پر تین پنس یومیہ الگ اٹھتے تھے - آئے دن جرمانہ بھی ہوا کرتا تھا - اوسط درجہ میں فی کس ایک پنس روزانہ جرمانہ میں اُڑ جاتا ہے - اور یہ رقم سب کی سب کان کے مالکوں کی جیب میں جاتی ہے -

مزدوروں میں جہالت بدرجہ غایت موجود ہوتی ہے - اور ان میں سے بچہ بوڑھا ہر شخص روحوں اور بھوتوں کا قائل دیکھا جاتا ہے - تنہا مقام ہو تو کسی بڈھے کو بھی وہاں جانے کی جرأت نہیں ہوتی - اور جس جگہ کوئی حادثہ یا موت ہوئی ہو - وہاں تو کوئی پاس سے بھی نہیں گزرتا - کہتے ہیں - مُردوں کی روحیں ہر وقت ایسے مقامات کے قریب پھرتی رہتی ہیں -

بارہ سال کی عمر تک میں نے وہ سب عادتیں جو باقی کان کن لڑکیوں میں پائی جاتی ہیں حاصل کر لیں - انہی کی طرح صرف پاجامہ پہن کر کام کرتی پھرا کرتی تھی - میں نے دیکھا کہ میری ماں کے سر کے بال اس مقام سے جھڑ گئے تھے - جہاں وہ زور لگا کر چھکڑے کو بلند مقامات کی طرف دھکیلتی تھی - مجھے چونکہ اس نجاست اور کثافت میں بھی لوگ خوبصورت سمجھا کرتے تھے - اس لئے میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا - کہ اپنے بالوں کو کبھی خراب نہ ہونے دوں گی - اور اس مطلب کے لئے باوجود اوروں کے اصرار کے میں نے کبھی چھکڑوں کو تیزی سے دھکیلنے کی پروا نہیں کی - میں یہ کہنا بھول گئی - کہ کان کے اندر لڑکے لڑکیاں اس طرح مل جل کر کام کرتے ہیں - کہ اگر کوئی اجنبی کان دیکھنے کے لئے اندر داخل ہو تو وہ دونو کے ملے جلے گروہ میں تمیز نہیں کر سکتا - لڑکے کون سے ہیں - اور لڑکیاں کون سی - کیونکہ دونو نیم برہنہ ہوتے ہیں - اور بدزبانی اور

بداخلاقی میں لڑکیاں لڑکوں سے بازی لے جاتی ہوئی دیکھی جاتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ کانوں کے قریب اتوار کو کھلنے والے مدرسے قائم ہیں۔ لیکن والدین اس ذریعہ سے بچوں کو تعلیم دلانے کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ بارہ سال کی عمر تک مجھ لکھنا پڑھنا نہ جانتی تھی۔ انجیل کا مجھے علم تک نہ تھا۔ اور مسیح کی نسبت مجھے صرف اتنا معلوم تھا۔ کہ ان کا نام لے کر قسم کھائی جاتی ہے۔

بارہ سال کی عمر میں اول مرتبہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس خوفناک طرز زندگی کو جو میری ماں نے میرے لئے قائم کردی تھی۔ ہمیشہ کے لئے خیرباد کہوں۔ اس وقت تک میری صحت اچھی اچھی تھی۔ اور میں ان امراض اور جلدی بیماریوں میں مبتلا نہ ہوئی تھی۔ جو کان کنوں میں بالعموم پائی جاتی ہیں۔ گو اس بات کو سمجھتی ضرور تھی کہ جلد یا بدیر مجھے کبھی ان کا شکار ہونا پڑیگا۔ ۹۰ فیصدی مزدور بیمار اور کمزور نظر آتے تھے۔ بعض کے بدن پر جابجا پھوڑے نکلے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ ان کے ننگے بدن پر پانی کے قطرات گرتے رہنا تھی۔ بارہ چودہ سال کی عمر کے لڑکے لڑکیاں مدقوق۔ کمزور۔ دمہ میں مبتلا اور خم کمر نظر آنے لگتی تھیں۔ ان میں سے کوئی اگر اتوار کے دن نہاتا۔ تو خراب صحت اور کمزوری کا مجسم نمونہ نظر آتا تھا۔ خراب آب و ہوا میں رہنے کے باعث اکثر بد وضع اور قد کے ٹھگنے رہ جاتے تھے۔ ان کے پیٹھے غیر معمولی طور پر بڑھے ہوئے اور بعض حالتوں میں رسیوں کی طرح نمودار ہوتے تھے۔ لیکن اس کے سوا ان کا بدن ہڈی اور پوست کا مجموعہ نظر آتا تھا۔ بچوں کے خط و خال سکڑے ہوئے ہوتے تھے۔ اور جب انہیں نہلایا جاتا تو ان کی صورتیں بڑی بھیانک نظر آنے لگتی تھیں۔ کھدائی کرنے والوں کی ٹانگیں خمدار اور چھکڑے چلانے والوں کے شانے غیر معمولی طور پر اونچے دیکھے جاتے تھے۔ کان کھودنے والوں میں سے بہتیرے امراض قلب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کسی نے کبھی کسی کان کن کو زیادہ عمر تک زندہ نہ دیکھا ہوگا۔ شاذ و نادر ان میں سے کوئی ۵۵ سال کی عمر تک پہنچتا ہے۔ ورنہ عام طور پر ان کی جوانی ۳۵ سال کی عمر میں ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ ۴۰ سال کی عمر میں مر جاتے ہیں۔ ان کے بشرہ پر ہر وقت فکر اور غم کے آثار نمودار رہتے ہیں۔ خوشی کا ان میں نشان تک نہیں پایا جاتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ قصابوں۔ لہاروں۔ بڑھیوں۔ کاشتکاروں اور مزدوروں میں بھی بعض خوش ہوتے ہیں۔ لیکن کان کن کبھی خوش نہیں

یہاں جس پر خدا کی لعنت برستی ہے۔

میں نے ان تمام واقعات پر غور کیا اور ہر روز جو حالات پیش آتے تھے۔ ان کو دیکھ کر میں نے مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ میں اس ملازمت کو جو غلامی سے بدتر ہے۔ ضرور ترک کر دوں گی۔ میری ماں اپنی عمر کا بہترین حصہ نہایت خوفناک محنت میں بسر کر رہی تھی۔ اور باوجود اس کے مفلسی کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ آیندہ کا تو کیا ذکر ہے فوری ضروریات کے لئے کوئی سامان میسر نہ تھا۔ بعض اوقات میں اس کی حالت دیکھ کر رو دیا کرتی تھی۔ بجالیکہ اس سے مجھے کسی قسم کی ہمدردی یا محبت نہ ہوسکتی تھی۔ باوجود اس کے جب میں اس کے سر کو سوجا ہوا اور زخمی دیکھتی۔ اور بعض اوقات اسے اس حالت میں پاتی کہ اس کے سر کو ہاتھ نہ لگایا جا سکتا تھا۔ اور جب باوجود اس حالت کے اُسے بھاری بوجھ اٹھانے پر مجبور پاتی۔ جب میں دیکھتی کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی سخت محنت کے باعث دوہری ہو چکی ہے۔ اور اس کا معدہ اس قدر کمزور ہو گیا ہے۔ کہ وہ کھانا کھانے کے بعد فوراً ہی اگل دیتی ہے۔ پھر میں جب اس کے دل کو زور زور سے دھڑکتا ہوا دیکھتی جس سے بعض اوقات وہ بیہوشی کے قریب پہنچ جاتی۔ میں اس کے پھیپھڑوں کو اپنا فعل بمشکل ادا کرتے دیکھتی۔ اور اُسے ایک قسم کی کھانسی میں مبتلا پاتی۔ جس میں اس کو سیاہ رنگ کا خون آتا تھا۔ غرض کہ جب میں اُسے مختلف قسم کے امراض میں مبتلا پاتی اور ۴۲ سال کی عمر میں اپنی آنکھوں کے سامنے اسے موت کی طرف قدم بڑھاتے دیکھتی اس کے علاوہ جب مجھے کان کے اندر کام کرنے والوں میں سے ۹۰ فیصدی مرد عورتیں اسی قسم کے امراض میں مبتلا نظر آتے تو یہ سوچ کر کہ میری جوانی کا بھی یہی حشر ہوگا اور مجھے بھی عین عالم شباب میں قبر بسانی پڑے گی۔ خوف سے میرا دل بیٹھ جاتا تھا۔

کئی بار میں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ یہاں سے بھاگ کر کسی دوسری جگہ روزی تلاش کروں۔ میں جانتی تھی کہ ماں کو ان حالات سے آگاہ کرنا فضول ہے کیونکہ وہ میرے اعتراضوں کا جواب مکوں سے ہی دیتی۔ میں اسی کشمکش میں تھی کہ ایک واقعہ پیش آیا جس کا ذکر کرنا اس جگہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

ایک روز علی الصباح میری شمع اتفاقیہ طور پر بجھ گئی تھی اور میں روشنی حاصل کرنے کے لئے تاریکی میں اس طرف کو جا رہی تھی۔ جہاں نل بلاسم کام کر رہا تھا۔ اس وقت میں نے سنا کہ وہ دبی زبان سے بڑے سنجیدہ الفاظ کے ساتھ میری ماں سے گفتگو کر رہا ہے اپنی حیثیت

رفع کرنے کے لئے میں تُرک کران کی گفتگو سننے لگ گئی فل نے کہا تمہیں یقین ہے کہ معاملہ اسی طرح ہے؟ میری ماں نے کہا۔ ہاں۔ اب پانچ ماہ کے عرصہ میں میرے بچہ پیدا ہوگا فل کہنے لگا۔ میں حیران ہوں کیا کیا جائے۔ میری گھر والی جب یہ خبر سُنے گی تو بڑا فتنہ فساد پیدا کرے گی۔ خدا کرے وہ پچھنت کسی طرح رستہ سے ٹل جائے اور میں تم سے شادی کروں۔ اس کے بعد چند منٹ کے لئے خاموشی رہی۔ پھر فل نے کہا بیشک اگر ایسا ہو جائے۔ تو ہم دونو آرام زندگی بسر کر سکتے ہیں مجھ سے زیادہ بدمزاج بیوی کسی کی نہ ہوگی۔ میری ماں نے کہا۔ اس میں تو شک نہیں اس کا مزاج بہت چڑچڑا ہے۔ ذرا تامل کے بعد فل نے پھر پوچھا۔ ہٹ۔ اگر انتظام کیا جائے کہ اُسے دہانے سے نیچے گرا دیں۔ یا اس کا سر تمہاری ٹریم کے پہیہ کے نیچے کچل دیں۔ تو کیا ہرج ہے؟ کہنے لگی اگر کسی طرح یہ معاملہ پوشیدہ رہ سکے تو کوئی ہرج کی بات نہیں فل نے کہا پوشیدگی تو شرط ہے۔ میری ماں کہنے لگی۔ لیکن اگر وہ فوراً ہی نہ مری تو چیخ پکار کر ہم دونو کو کسی مصیبت میں پھنسا دے گی فل نے کہا۔ اس میں شک نہیں۔ کچھ سوچ کر میری ماں نے خوشی کے لہجہ میں کہا۔ مجھے ایک ترکیب سوجھی ہے بھلا تمہاری بیوی تھوڑی دیر میں کھانا نالے کر آنے والی ہے کہ نہیں؟ فل بلاسم کہنے لگا ہاں کیوں نہیں۔ اب وہ اسی لائق تو رہ گئی ہے۔ میری ماں نے کہا۔ خیر تو میں تمہیں اس کی ترکیب بتاتی ہوں۔ پھر وہ کچھ دیر تک کھسر پھسر باتیں کرتے رہے۔ جنہیں میں بالکل نہ سمجھ سکی۔

جو کچھ میں نے سُنا۔ اس سے اس قدر خوف زدہ ہو چکی تھی کہ وہاں سے اُسی طرح چپ چاپ باحتیاط پیچھے کو لوٹ آئی اور جس جگہ کام کرتی تھی۔ وہاں تاریکی میں زینے کے پچھلے ڈنڈوں پر بیٹھ گئی تاکہ اگر کوئی آئے تو میں اُس سے روشنی حاصل کر سکوں۔ فل بلاسم کے پاس دوبارہ جانے کی اب مجھ میں جرأت نہ تھی۔ اس شخص کے متعلق میرے دل میں بہت خوف پیدا ہو چکا تھا میں سمجھ چکی تھی کہ میری ماں اُس سے حاملہ ہو چکی ہے اور اب یہ دونو اس بات کی سازش کر رہے ہیں کہ اُس عورت کو جان سے مار دیں جو اُن کی شادی کی راہ میں حائل تھی۔ اس عمر میں مجھے اس قسم کی سازش کا ذکر سُن کر انتہا درجے خوف پیدا ہوا۔ کم و بیش ایک گھنٹہ اسی حالت میں بیٹھی رہی۔ میرے دل میں اس وقت جو خیالات اٹھ رہے تھے اُن کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ آخرکار ایک اور نوجوان عورت روشنی ہاتھ میں لئے ہوئے ادھر سے گزری۔ میں نے جو لمپ کیپ کے ٹوکری ہاتھ میں لی اور فل بلاسم سے کوئلہ حاصل کرنے گئی۔ اب اُس جگہ میری ماں موجود

لڑکوں میں سے ایک اُسی وقت دوڑا دوڑا اس کے پاس گیا اور آتے اس حادثہ
کی خبر دی۔ اُس نے آکر دیکھا تو اُس کو بیوی کی لاش نہایت خوفناک حالت میں پڑی تھی کھینچنے
جانے لگا ۔ لیکن میں اس بناوٹ کی حقیقت سے واقف تھی ۔ البتہ لڑکے اس کے بناوٹی ماتم
کے دھوکے میں آگئے اور تسلی دینے لگے ۔ میری حالت کچھ ایسی تھی کہ بالکل نہ بول سکی

کچھ عرصہ بعد اس حادثے کی حقیقی وجہ معلوم ہو گئی ۔ اُس وقت پتہ چلا کہ میری
ماں جب دالان کے اوپر پہنچی ۔ تو اتفاقیہ طور اُس کا پاؤں کسی کل کے ساتھ ٹکرا کر زخمی ہو گیا اور
وہ چلنے سے عاجز ہو گئی تھی ۔ اس پر اُس عمر رسیدہ عورت نے جو چرخی کے قریب کھڑی رہا کرتی
تھی کہا کہ تم چرخی کی دیکھ بھال کرو تو میں تمہارا سودا سلف لا دیا کروں گی باہم رضامندی سے
یہ معاملہ طے ہو گیا ۔ اتفاق سے پہلی عورت جو نیچے گری وہ مسز بلاسم تھی ۔ میری ماں نے بیان
کیا کہ اتفاقیہ طور پر چرخی کا دستہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ نیچے گر گئی ۔ اس بیان سے
کان کے اوورسیر کا ذرا اطمینان ہو گیا اور اس کے بعد اموات کی تحقیقات کرنے والے افسر کی
مداخلت بھی غیر ضروری سمجھی گئی ۔ میری ماں نے اس حادثے پر بہت رنج ظاہر کیا ۔ فل بلاسم
نے بھی ماتم میں خوب بناوٹ سے کام لیا ۔ آخر ۴۸ گھنٹوں کے اندر اندر لاش دفن کر دی گئی ۔
اور اس طرح پر فل کی بیوی کو کسی قسم کا شبہ پیدا ہونے کے بغیر ٹھکانے لگا دیا گیا ۔

کان کنی کی زندگی کو خیرباد کہنے کا ارادہ تو میں نے پہلے ہی کر رکھا تھا ۔ اب میں نے
اسے اور بھی زیادہ مضبوط کر لیا ۔ میں نے جان لیا کہ میری ماں ہر قسم کے جرائم کی مرتکب ہو سکتی
ہے اور میرے دل میں خوف پیدا ہو گیا کہ شاید وہ مجھے بھی کسی طرح ٹھکانے نہ لگا دے ۔
ایک روز اُس نے مجھے کہا کہ میں فل بلاسم سے شادی کرنے لگی ہوں ۔ تو میں نے اس بارے
میں کوئی فقرہ کہا کہ تمہاری شادی اسی شخص سے ہونے لگی ہے [illegible] تمہارے
ہاتھوں واقع ہوئی تھی ۔ اُس نے مجھے [illegible] اور [illegible] کی نظروں سے میری طرف دیکھا
اور دھکا دے کر مجھے فرش پر گرا دیا ۔ اُس وقت سے میں نے سمجھ لیا کہ [illegible] میری زندگی
سلامت نہیں ۔ چنانچہ ایک روز اتوار کے دن جب میں نے تنہا محسوس [illegible]
میں چپ چاپ اُس کوٹھڑی میں سے جس میں میں اپنی ماں کے پاس رہا کرتی تھی [illegible]
چل دی ۔

میری جیب میں اس وقت ایک پیسہ بھی نہ تھا اور نہ دنیا میں میرا کوئی دوست تھا

جس سے نصیحت یا امداد یا مشورہ حاصل کر سکتی۔ میرے اور فاقہ کشی کے درمیان صرف
روٹی کا ایک ٹکڑا اور ذرا سا پنیر حائل تھا جو میں گھر سے اپنے ساتھ لے چلی تھی۔ باوجود اس کے
میں تیزی سے چلتی گئی اور شام ہونے تک کوئلے کی سرنگ سے ۶ میل کے فاصلے پر پہنچ گئی۔ نومبر
کا مہینہ اور سردی کا موسم تھا۔ مایوس ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی کہ کہیں رات بسر کرنے کے لئے
کوئی جگہ نظر آئے۔ میرے پچھلی طرف بڑی بڑی چمنیاں اور بھٹیاں شعلے اور دھواں نکال
رہی تھیں۔ اور افق پر ان کی چمک اس طرح نظر آتی تھی جس طرح کوئی شہر جل رہا ہو۔ لیکن جس جگہ
میں کھڑی تھی وہاں ہر طرف سناٹا تاریکی اور تنہائی تھی۔ میں تھوڑی دور آگے چلی۔ تو ایک جگہ
روشنی نظر آئی۔ خوشی خوشی اس طرف قدم بڑھایا۔ قریب جا کر دیکھا کہ ایک مٹی کے تنور میں آگ
جل رہی ہے اور اس کے قریب ایک پندرہ سالہ لڑکا دبلا۔ پتلا۔ فاقہ مست۔ پھٹے پرانے کپڑے
پہنے بیٹھا ہے۔ میں نے پاس جا کر درخواست کی کہ مجھے بھی آگ تاپنے کا موقعہ دو۔ اُس نے
میری درخواست کا جواب مشفقانہ پیرایہ میں دیا اور ہم بہت جلد ایک دوسرے کے دوست بن
گئے۔ میں نے اُسے اپنی زندگی کے واقعات سنائے۔ صرف اس بات کو پوشیدہ رکھا کہ ٹل بلاسم
کی بیوی کی موت کسی حادثے کی وجہ سے نہیں بلکہ بالارادہ ہوئی تھی۔ یہ اس لئے کہ گو مجھے اپنی
ماں سے کسی قسم کی محبت باقی نہ تھی۔ تاہم میں اُسے کسی مصیبت میں پھنسانا بھی پسند نہ کرتی تھی۔
اس کے بعد لڑکے نے اپنی افسوسناک داستان بیان کی۔ معلوم ہوا کہ وہ یتیم ہے اور اُس کے بچپن کا
زمانہ ورک ہوس میں گزرا ہے۔ اُس کے والدین کسی کان میں دھماکا ہونے کی وجہ سے مر گئے تھے۔
جب اُس کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو پرش کے حکام نے اُسے ایک کان کن کا شاگرد بنا دیا۔ اور
اُس شخص نے اس کے بے حد دبلا ہونے کی وجہ سے اس کا نام "سکیلی گلی" رکھ دیا۔ یہ شخص اُس
لڑکے سے بڑی بدسلوکی سے پیش آتا تھا۔ سات سال تک یہ ہر قسم کی مصیبتیں برداشت کرتا رہا۔ کیونکہ
اس سے بہتر اور کوئی ٹھکانا نظر نہ آتا تھا۔ لڑکے نے داستان بیان کرتے ہوئے کہا۔ آخرکار
چند ہفتے گزرے میرے آقا کے سر پر چھپر کا کوئلہ گرنے سے چوٹ آئی اور اُس وقت سے اُس نے
دیوانگی کا اظہار شروع کر دیا۔ وہ مجھے بالوں سے پکڑ کر کان کی دیواروں سے پٹک دیتا تھا اور اس
زور سے کوڑے لگایا کرتا تھا کہ کئی جگہ سے چمڑا اُتر گیا۔ مجھ سے یہ مصیبتیں برداشت نہ ہو سکیں اور تین
ہفتے کے قریب گزرے۔ میں وہاں سے بھاگ نکلا۔ اس وقت کے بعد جس طرح موقعہ بنا میں
گزر اوقات کرتا رہا ہوں۔ کبھی رات کو ویران جھونپڑیوں میں سو رہتا ہوں۔ کبھی پرانے غاروں

میں وقت کاٹتا ہوں۔ جو کچھ میسر آتا ہے کھا لیتا ہوں اور اکثر اوقات ایسا ہوا ہے کہ میں نے کان کنوں کے پھینکے ہوئے موم بتی کے ٹکڑے کھا کر وقت گزارا ہے۔ کل اتفاق سے مجھے ایک جگہ چند دیا سلائیاں پڑی مل گئی تھیں۔ اُن کی مدد سے میں نے آگ جلا لی ہے۔ لیکن اب میں بالکل فاقے کی حالت میں ہوں۔

اس کے بعد اُس غریب نے رونا شروع کر دیا۔ میں نے روٹی اور پنیر پیش کیا اور اُسے ہم دونوں نے بانٹ کر کھایا۔ اس کے بعد ہم اپنی افسوسناک حالت پر گفتگو کرتے رہے۔ کان کنی کی زندگی سے اُسے بھی میرے برابر نفرت تھی۔ کہنے لگا۔ جان دے دوں گا۔ مگر کسی کان میں دوبارہ کام نہ کروں گا۔ میرا اپنا ارادہ بھی اُس سے کم مضبوط نہ تھا۔ مصیبت نے ایک گھنٹہ کے عرصہ میں ہم دونوں کو گہرا دوست بنا دیا۔ ہم نے روزی کمانے کے بہت طریقے سوچے۔ لیکن جب دیکھتے کہ پیسہ پاس نہیں ہے۔ تو سب بیکار نظر آتے۔ آخرکار سکیلی گلی نے کہا۔ ہمارے لئے سوائے اس کے چارہ نہیں کہ کہیں چوری کریں۔ میں نے جواب دیا۔ بیشک اب یہی ذریعہ باقی ہے۔ کہنے لگا۔ تم اس پر آمادہ ہو؟ میں نے جرأت سے کہا۔ ہاں۔ اور اس کے بعد ہم دونوں نے ایک دوسرے پر پُرمعنی نظر ڈالی۔

سکیلی گلی نے کہا۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ میں نے کوئی سوال نہیں پوچھا۔ پیچھے پیچھے چل دی۔ نصف گھنٹہ چُپ چاپ چلنے کے بعد ہمیں درختوں کے ایک جھنڈ میں روشنی نظر آئی۔ سکیلی گلی ایک نشیب باڑ کو پھاند کر اندر داخل ہو گیا اور اس کے بعد اُس نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بھی اندر داخل کر لیا۔ ایک باغ میں سے گزر کر روشنی کی مدد سے ہم ایک بڑے مکان کی طرف روانہ ہوئے اور ایک احاطے میں ہو کر اُس کے عقبی حصے میں پہنچ گئے۔ سکیلی گلی نے ایک کھڑکی کے قریب جا کر اسے کھول لیا اور مجھ سے کہنے لگا تم ذرا باہر انتظار کرو۔ تھوڑی دیر میں واپس آ کر اُس نے دسترخوان میں لپٹا ہوا ایک بڑا سا پلندہ میرے حوالے کر دیا اور اس کے بعد کھڑکی کو اسی طرح بند کر کے باہر نکل آیا۔ ہم تیزی سے چلتے ہوئے واپس اُس سرنگ کے قریب پہنچ گئے۔ جہاں آگ جلتی چھوڑ گئے تھے۔ سکیلی گلی نے اِدھر اُدھر سے لکڑیاں اکٹھی کر کے اس میں اور ایندھن ڈالا اور آگ تیز ہو گئی۔

اس کے بعد اس نے پلندے کو کھولا۔ تو میں نے دیکھا کہ اُس میں کچھ خوراک۔ چاندی کی چھُریاں اور چھچے تھے۔ سکیلی گلی کہنے لگا یہ مکان اس کان کے مالک کا ہے۔ جس میں میں

خود سات سال کام کرتا رہا ہوں۔ بعض اوقات میرا آقا مجھے کوئی پیغام دے کر کان کے مالک کے پاس بھیج دیا کرتا تھا۔ ایسے موقعوں پر نوکر مجھے باورچی خانوں میں لے جاتے تھے اور کھانا دیا کرتے تھے۔ اس طریقے پر میں اس مکان کے اکثر حصوں سے واقف ہو گیا تھا۔ کل رات کچھ سے عاجز آ کر میں اس میں نقب لگانے کے ارادے سے گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ کھڑکی کھلی تھی۔ مگر باوجود اس کے مجھے اندر جانے کی جرأت نہ ہوئی اور میں اسی طرح واپس چلا آیا۔ رات بھر بدستور فاقہ رہا۔ آج تم آگئیں تو میرے اندر پھر حوصلہ پیدا ہوا اور اب تم دیکھتی ہو کہ ہم نے کچھ نہ کچھ حاصل کر لیا جس کی مدد سے آئندہ دیانت داری کے ساتھ روزی کمائی جا سکتی ہے۔

اس کے بعد ہم نے سرد گوشت اور سفید روٹی جو بلیندے میں سے نکلی تھی۔ کھائی اور سوچنے لگے کہ ان چاندی کی چھریوں اور چمچوں کا کیا کیا جائے؟ میں بیان کر چکی ہوں کہ میرے کپڑے اچھے تھے۔ لیکن میرے ساتھی کے بہت خراب اور پھٹے پرانے تھے۔ ان حالات میں فیصلہ اس پر ہوا کہ علی الصباح میں خود جا کر پاس کے شہر میں ان چیزوں کو فروخت کر دوں اور سکیلی گگی کے لئے کپڑے خرید کر پھر اس سے آ ملوں۔ یہ فیصلہ کر کے ہم وہیں آگ کے قریب سو رہے۔

اگلے روز میں نے اٹھ کر پاس کی ندی میں غسل کیا اور صاف ستھری وضع اختیار کر کے شہر کی طرف روانہ ہوئی۔ سکیلی گگی نے مجھے ضروری ہدایات دے دی تھیں۔ گھنٹہ بھر کے عرصہ میں میں پہنچ گئی۔ بساطی کی دکان پر جا کر وہ چیزیں پیش کیں اور کہا کہ میں ایک معزز عورت کی خادمہ ہوں جسے بعض فوری ضروریات پیش آگئی ہیں اور وہ ان چیزوں کو گرو رکھنی چاہتی ہے۔ دکاندار نے مجھ سے کئی پیچیدہ سوالات پوچھے۔ جن سے میرے لہجہ میں لکنت پیدا ہو گئی۔ اس پر اس نے ایک کانسٹبل کو بلا کر مجھے اس کے حوالے کر دیا اور کچھ عرصہ بعد مجھے صاحب مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ میں نے چونکہ اپنے ساتھی کو بچانے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اس لئے عدالت کے کسی سوال کا جواب ہی نہ دیا۔ صاحب مجسٹریٹ نے حکم صادر کیا کہ اسے ایک ہفتہ حوالات میں رکھا جائے۔ یہاں پر میری صحبت زیادہ تر چوروں اور فاحشہ عورتوں سے رہی۔ مگر کھانا چونکہ باقاعدہ اور اچھا مل جاتا تھا اس لئے مجھے قید کی چنداں پرواہ نہ تھی۔ جب مجھے دوبارہ عدالت میں پیش کیا گیا تو اس مکان کا مالک جس کے ہاں سے ہم نے یہ چیزیں چرائی تھیں۔ انہیں شناخت کرنے آیا ہوا تھا۔ میں نے اس وقت بھی سکیلی گگی کو بچانے کا ارادہ مضبوط رکھا اور کسی سوال

کا جواب نہیں دیا اس کے علاوہ میری خواہش بھی یہ تھی کہ مجھے دوبارہ جیل خانہ بھیج دیا جائے۔ کیونکہ اس جگہ خوراک اور بستر بہر صورت مل جاتا تھا۔ مجسٹریٹ نے مجھ سے اصرار سے اس بات کو معلوم کرنا چاہا کہ یہ چیزیں میرے ہاتھ کس طرح آئیں۔ کیونکہ اسے اور مالک کو اس بات کا یقین تھا کہ میں دراصل چور نہیں بلکہ چوری کا ذریعہ ہوں۔ لیکن میں بالکل خاموش رہی اور ایک مہینہ کے لئے پھر مجھے حوالات بھیج دیا گیا۔

اس عرصہ کے اندر جب تیسری مرتبہ مجھے عدالت میں پیش کیا گیا۔ تو میں یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ سکیلی گلی بھی وہاں موجود ہے۔ اس کے بشرے سے پریشانی ٹپکتی تھی اور چہرے پر فاقہ مستی کے آثار نظر آتے تھے۔ میں نے اس کی طرف دیکھ کر اس قسم کا اشارہ کیا کہ میں تمہارا راز ظاہر نہیں کروں گی۔ لیکن جب مقدمہ پیش ہوا۔ تو اس نے خود آگے بڑھ کر اپنے آپ کو قصوروار تسلیم کرلیا۔ اور کہا۔ میں نے ہی یہ چیزیں چرائی تھیں اور میں نے ہی انہیں فروخت کی غرض سے اس کے حوالے کیا تھا۔ اس کے اس سلوک کا میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور صاحب مجسٹریٹ اور اس سامان کا مالک بھی متعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آخرالذکر نے کہا میں مقدمہ سے دست بردار ہوتا ہوں۔ مگر اول الذکر نے سکیلی گلی کو چند ہفتوں کی قید کا حکم سنا ہی دیا۔ اس کے بعد اس نے میرے متعلق سوالات پوچھے۔ میں نے کہا کہ میں ایک کان میں کام کرتی تھی۔ لیکن اپنی ماں کی بدسلوکی کی وجہ سے بھاگ آئی ہوں۔ میں نے کہا چاہے میری جان چلی جائے۔ لیکن اب دوبارہ اس کے پاس نہ جاؤں گی۔ کان کے مالک نے کہا۔ اگر عدالت اسے رہا کر دے۔ تو میں اپنے خرچ سے اسے کوئی کام دلوا دوں گا۔ عدالت نے یہ بات منظور کر لی اور شخص مذکور نے مجھے ایک سکول میں داخل کرا دیا جسے دو عمر رسیدہ خواتین چلایا کرتی تھیں۔

یہ سکول دراصل ان لوگوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ جو کان میں کام کرتے اور تعلیم کے لئے کچھ تھوڑا بہت خرچ کرنا پسند کرتے تھے۔ سکول کا خرچ کچھ تو اس فیس سے اور کچھ لوگوں کے چندوں سے پورا ہو جاتا تھا۔ سکول سکھانے والی صرف چند ایک لڑکیاں تھیں۔ ورنہ طالب علموں کا بڑا حصہ ایسا تھا جو صرف دن کے وقت تعلیم حاصل کرتا تھا۔ سولہ سال عمر تک میں اس مدرسے میں تعلیم پاتی رہی۔ اس کے بعد شخص مذکور نے مجھے اپنے گھر میں خادمہ مقرر کر لیا۔

اس عرصہ میں میں نے کبھی اپنی ماں یا بل ہالم کے متعلق کوئی خبر نہیں سنی۔ اب

میرے دل میں شوق پیدا ہوا کہ معلوم کروں۔ اُن کا کیا حال ہے۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے میں ایک دن کی چھٹی لے کر اُس کان کی طرف روانہ ہوئی۔ جہاں میں نے اپنی مصیبت ناک زندگی کا ایک بڑا حصہ بسر کیا تھا۔ اب بھی باہر چرخی پر وہی بوڑھی عورت متعین تھی جو میرے زمانے میں کام کیا کرتی تھی۔ اُس نے مجھے نہیں پہچانا۔ کیونکہ اب میری حالت پہلے سے بہت اچھی ہو گئی تھی۔ اب میں صاف ستھری تھی۔ پوشاک بھی اچھی پہنی ہوئی تھی۔ قد لمبا ہو گیا تھا اور بدن بھی پہلے کی نسبت مضبوط تھا۔ بجالیکہ جب میں یہاں سے گئی ہوں تو دُبلی۔ پتلی۔ میلی کچیلی اور نہایت مصیبت زدہ تھی۔ میں نے عورت سے مل کر پوچھا کہ مسی غلیدز ریا بلاسم نام کی کوئی عورت اس کان میں کام کرتی ہے؟ بوڑھی عورت نے جواب دیا کہ بیٹا اُس کو مرے تو ایک سال ہو گیا۔ میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا کیا وہ مر گئی ہے؟ آخر اُسے کیا عارضہ ہوا تھا؟ کہنے لگی: دہانے میں سے اُترتے وقت گر کر مر گئی تھی۔ ہر چند کہ مجھے اپنی ماں کے ساتھ اُس کی بد چلنی کی وجہ سے بہت کم محبت تھی۔ تاہم یہ خبر سن کر میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا۔ بوڑھی عورت کہنے لگی۔ میرا خیال ہے۔ کہ چار پانچ سال گزرے۔ جب میری جگہ کام کرتے ہوئے اُس نے ایک عورت کو گرا دیا تھا۔ اسی کا بدلہ اُسے مل گیا۔ اُس نے مرنے والی کے شوہر سے خود شادی کر لی تھی اور سب لوگ بعد میں صاف لفظوں میں کہتے تھے کہ معاملہ دراصل صرف غفلت کا نہ تھا۔ بلکہ حقیقت میں کچھ اور بات تھی۔ لیکن چونکہ ثبوت کسی قسم کا موجود نہ تھا اس لئے معاملہ رفت گزشت ہو گیا۔ اس کے بعد کم و بیش ایک سال گزرا۔ ایک دن فل بلاسم آ کر مجھے کہنے لگا۔ میں چرخی کے پاس کھڑا ہوتا ہوں۔ تم اتنے میں جا کر مجھے دکان سے چند موم بتیاں لا دو۔ اس کے چند منٹ بعد اس کی بیوی لوہے کی زنجیر پر بیٹھ کر نیچے اُترنے لگی اور ایک لڑکے کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ دہانے کے نزدیک پہنچ گئی تھی۔ کہ چرخی بے قابو ہو گئی اور وہ بے بس ہو کر نہایت خوفناک چیخیں مارتی ہوئی نیچے جا گری۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس کی موت گرنے کے ساتھ ہی واقع ہو گئی۔ فل بلاسم سے اس بارے میں بہت کچھ سوالات پوچھے گئے۔ لیکن وہ قسم کھا کر کہنے لگا کہ چرخی میرے ہاتھ سے اتفاقیہ چھوٹ گئی اور اس کے بعد اس زور سے چلنے لگی کہ میں اسے دوبارہ نہ پکڑ سکا۔ لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ فل اور اس کی دوسری بیوی میں ان بن تھی۔ باوجود اس کے اوورسیر نے اس معاملے کو طول دینا پسند نہ کیا اور یہ اسی طرح پر ختم ہو گیا۔ میں نے پوچھا فل بلاسم کا کیا ہوا؟

اس نے دہانے کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ابھی تک اندر کام کرتا ہے۔ میں نے پوچھا ان کا کوئی بچہ تھا۔ کہنے لگی۔ ہاں ایک تھا۔ لیکن اسے خواب آور دوا چونکہ بہت مقدار میں دے دی گئی تھی۔ اس لئے چھوٹی عمر میں ہی مر گیا تھا۔ میں نے بوڑھی عورت کو ایک شلنگ دیا اور وہاں سے چلی آئی۔ کیونکہ مجھے قلبی ملال سے جس کی نسبت مجھے یقین تھا کہ اس نے میری ماں کو اسی طریق پر ٹھکانے لگایا ہے۔ جس طرح اس نے اپنی پہلی بیوی کو لگایا تھا۔ ملنے کی خواہش نہ تھی۔

واپس آتے ہوئے میں ایک چھوٹی سی ندی کے اوپر تنگ پل سے گزر رہی تھی اور اپنے خیالات میں اس قدر کھوئی تھی کہ مجھے معلوم نہ ہوا۔ سامنے سے کوئی آ رہا ہے۔ یکایک پل کے عین وسط میں کسی نے مجھے اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ میں نے ایک خوفناک چیخ ماری۔ لیکن وہ قہقہہ مار کر ہنسا اور کہنے لگا کیا بات ہے۔ کہ اس ذرا سے مذاق پر اس قدر خوف زدہ ہو گئی ہو۔ میں نے اس آواز کو پہچان لیا اور نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ خوش پوش اجنبی دراصل میرا پرانا دوست شکیل ہی ہے۔ اب قہقہہ لگانے کی میری باری تھی۔ کیونکہ اسے بالکل معلوم نہ تھا۔ میں کون ہوں۔ خیر میں نے اسے تمام حالات سے آگاہ کیا اور وہ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوا ہم دونوں اکٹھے چلتے پھرتے پھر اسی غار کی طرف گئے۔ جہاں اول مرتبہ ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ اب وہ شکیل جوان نظر آتا تھا اور اس کی صحت اچھی ہو چکی تھی۔ کہنے لگا جیل خانوں میں بعض لوگوں سے میری دوستی ہو گئی تھی۔ ان کی نصیحت پر عمل کر کے اب میں مزے کی زندگی بسر کرتا ہوں اور ہر وقت بیکار رہ کر بھی مالدار بنا رہتا ہوں۔ میں نے پوچھا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس نے کسی قدر تامل کے بعد جواب دیا۔ اب میں نے نقب زنی کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ بارہ بارہ میل کے فاصلے تک کسی شریف آدمی کا مکان نہیں۔ جہاں میں ایک دو بار نہ ہو آیا ہوں۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا اگر تم اتوار کی شام کو آ جاؤ۔ تو ہم دونوں مل کر سیر کرتے ہوئے کچھ گفتگو کریں گے۔ میں نے آنے کا اقرار کیا اور وہاں سے چلی آئی۔

وقت مقررہ پر میں اس سے ملی تو شکیل مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا اب تم ملازمت چھوڑ کر میرے پاس ہی رہا کرو۔ میں نے مان لیا۔ اور ۔ ۔ ۔

چھٹا باب

غیبی امداد

اس جگہ رٹیل سنبک کی داستان ایکایک ختم ہو گئی۔

اس نے دیکھا کہ مردہ فروش کرسی پر بے خبر سو رہا ہے۔ یہ طویل سرگذشت اس نے بلا وجہ بیان کرنی شروع نہیں کی تھی۔ جوں جوں وہ دیکھتی تھی۔ کہ مردہ فروش میرے واقعات زندگی کو دلچسپی سے سنتا ہوا رنگینی میں آ رہا ہے۔ اس کے چہرے پر خوشی کی جھلک پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ ٹھیک آٹھ بجے تھے۔ جب مردہ فروش سو گیا۔ اور اسے اس حالت میں دیکھ کر رٹیل سنبک کے منہ سے بے اختیار خوشی کا کلمہ نکلا۔ اپنی سرگذشت کا سلسلہ چھوڑ کر وہ غور سے اس کی سانس کی آواز کو سننے لگی۔ آخرکار اسے یقین ہو گیا۔ کہ اب وہ گہری نیند میں ہے۔

اسے اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ جب کبھی آئیمی منڈکنسن اس طریق پر سو جائے۔ تو وہ عین اس وقت جب اسے کوئی کام کرنا ہو۔ فوراً بیدار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس عجیب لیکن خوفناک شخص کو اپنے قویٰ پر کامل اقتدار حاصل تھا۔ ان حالات میں اسے ایک ایک لمحہ قیمتی نظر آتا تھا۔

بڑی احتیاط سے اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ مردہ فروش کے قریب گئی۔ اور غور سے اس کے چہرے کا ملاحظہ کرتی رہی۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ لیکن مزید اطمینان کے لئے اس نے انگیٹھی کی آگ سلگانے والی لوہے کی سلاخوں کو عمداً کھڑکھڑایا۔ مردہ فروش نے ذرا سی حرکت کی۔ لیکن بیدار نہ ہوا۔

اس بارہ میں پورا اطمینان کر کے مارگرٹ فلیمنگ پاس کے کمرہ میں گئی۔ اور وہاں سے اس نے ٹوپی پہن کر شال اوڑھ لیا۔ اس کے بعد کنجیوں کا گچھا اور کچھ دیا سلائیاں جیب میں ڈال کر مکان سے باہر نکل آئی۔

لیکن جو تجویز اس کے پیش نظر تھی۔ اسے اختیار کرتے ہی ابھی اس کو بے حد خطرہ لگا ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی۔ کہ اگر مردہ فروش ایکایک بیدار ہو گیا۔ یا مجھے کمرہ میں نہ دیکھ کر اسے ذرا سا شبہ بھی پیدا ہوا۔ تو میری زندگی کی خیر نہیں۔ مگر اسے بھی حرص نے اندھا کر رکھا تھا۔ اور وہ اس خوفناک موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہر طرح آمادہ تھی۔ گلی میں آ کر اس نے ایک لمحہ تامل کیا۔ اس کے بعد جی کڑا کر کے پاس کے تاریک کوچہ میں داخل ہو گئی۔

اُس نے عجیب جاب مکان کا بغلی دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر پھر اُسے ویسی ہی احتیاط کے ساتھ بند کر دیا یعنی کمرہ میں جا کر اُس نے شمع جلائی اور تیسرا اسرار چور دروازے کو کھول کر شمع ہاتھ میں لئے بڑے حوصلے سے نیچے اُترنے لگی

اُس کے پاس جو کنجیاں تھیں۔ اُن میں سے ایک ذریعہ سے اُس نے آسانی کوٹھڑی کا دروازہ کھول لیا لیکن گو اس طرح کامیابی حاصل ہونے پر اُسے کسی قدر خوشی حاصل ہوئی۔ مگر فوراً ہی اس بات کا بھی خیال آیا۔ کہ نہ جانے وہ خوفناک شخص کس وقت مجھے موجود نہ پا کر مسرف لاقش میں یہاں چلا آئے۔ اس خیال سے اُسکا سارا بدن مارے خوف کے کانپ اُٹھا۔ مگر اُس نے جرات کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور جس کام کو وہ ایک بار اختیار کر چکی تھی۔ اُسے تکمیل تک پہنچانے کا ارادہ اور بھی مضبوط کر لیا۔

وہ دل سے کہنے لگی۔ "آج مجھے اپنی قسمت یاور نظر آتی ہے۔ اور یقیناً وہ آخری وقت میں میرا ساتھ نہ چھوڑے گی۔" اس کے بعد حوصلہ کر کے کوٹھڑی کے اندر داخل ہوئی۔ اور شمع زمین پر رکھ کر اُس نے پتھر اُٹھا کر ہیروں کی ایک تھیلی پر قبضہ کر لیا۔ جسے تھوڑا عرصہ پہلے مردہ فروش اپنی گود میں رکھے حریص نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اور اس کے بعد اُس نے پتھر کو دوبارہ اُس جگہ رکھ دیا اور تھیلی کو وحشیانہ خوشی اور بھیانک خوف کے مشترکہ احساس کے ساتھ اُٹھانے کو کوٹھڑی سے باہر نکلنے کو تھی۔ کہ سامنے ایک چیز نظر آئی جس پر ایک منٹ کے لئے اس کی ساری توجہ لگ گئی۔ کوٹھڑی کے عین سامنے۔ ایسے کمرے کے دروازے کی درزوں میں سے روشنی کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ انہیں دیکھکر وہ واقعات جنہیں وہ اپنے ابتدائی جوش میں فراموش کر چکی تھی۔ اُسے پھر یاد آ گئے۔ مثلاً مردہ فروش کا سیاہ لبادہ اور نقاب اوڑھکر تہ خانے میں جانا۔ روٹی اور پانی کی کچھ مقدار جسے وہ کمرے میں موجود دیکھ چکی تھی۔ پھر وہ خوفناک چیخ جو اُس نے ایک موقع پر کسی گہرے مقام سے آتی ہوئی سنی تھی۔ یہ سب باتیں اب یکایک اُس کے دل میں تازہ ہو گئیں۔

اب اس کے ذہن میں کسی قسم کا شک وشبہ اس بارہ میں باقی نہ رہا کہ کوئی شخص جو غالباً عورت ہے۔ کیونکہ وہ چیخ جو اُس نے اس موقعہ پر سنی تھی۔ زنانہ لہجہ رکھتی تھی۔ اس کوٹھڑی میں قید ہے جس میں سے روشنی نکل رہی تھی۔ ان خیالات نے خوف کا وہ احساس جو اس کے دل میں روشنی کی شعاع کو دیکھ کر پیدا ہوا تھا۔ رفع کر دیا۔ اور کچھ تو یہ معلوم کرنے کی نیت سے کہ یہاں کون قید ہے کچھ اس خیال سے کہ اگر مردہ فروش نمودار ہو جائے۔ تو اس کے مقابلہ کے لئے کمک حاصل ہو

کچھ اس خیال سے بھی کہ اس کے دل میں قیدی عورت کے متعلق رحم کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ اُس نے بڑی سرعت سے وہ دروازہ جس کے اندر سے روشنی نکل رہی تھی کھول دیا۔

اس کے بعد وہ بڑی دلیری سے اس کے اندر داخل ہوئی۔ عین اس وقت وایولا بھی بیدار ہو گئی۔ بدنصیب عورت نے بستر پر بیٹھ کر ادھر ادھر وحشیانہ انداز سے نظر ڈالی۔ اور کہنے لگی "اُف میں کہاں ہوں"!

رٹیل سنیک نے اس کی طرف بڑھ کر کہا "خاموش! کوئی لفظ زبان سے نہ نکالنا میں تمہیں بچانے آئی ہوں۔ میرے ساتھ چلی آؤ"

وایولا نے ایک لمحہ بھر کے لئے بھی تامل نہیں کیا۔ جس طریق پر رٹیل سنیک نے اُسے مخاطب کیا تھا۔ اس سے حوصلہ پاکر اور اس کے ساتھ ہی یہ سوچ کر کہ میری حالت اس سے ابتر اور کیا ہو سکتی ہے جیسی کہ اس وحشی کی قید میں اس تہ خانہ کے اندر ہو ئی ہے۔ وہ بلا سوچے سمجھے رٹیل سنیک کے حکم کی تعمیل کے لئے آمادہ ہو گئی۔

آخر الذکر نے ایک بار پھر کہا "بی بی تم کسی قسم کا خوف دل میں نہ لاؤ۔ اور ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر چپ چاپ میرے ساتھ آجاؤ"

وایولا نے ٹوپی اوڑھنے اور شال پہننے کا بھی انتظار نہ کیا۔ اور اس کے پیچھے پیچھے کوٹھڑی سے نکل آئی۔ اسکے بعد دونوں دھڑکتے ہوئے دل سے اوپر کے کمرہ میں پہنچیں۔ رٹیل سنیک نے تہ خانے کا دروازہ بند کرنے کی بھی پروا نہ کی۔ اور جلدی سے اس دروازے کے قریب جا کر جو تنگ گلی میں کھلتا تھا کنجی اُس کے اندر داخل کر دی۔ اس کا ہاتھ اتنا کانپ رہا تھا کہ اسکے لئے کنجی گھمانا بھی مشکل ہو گیا۔ وہ ایک بار کوشش کر کے مایوس ہو کر کہنے لگی "خدا اگر وہ اس وقت آجائے تو کیا ہو"

وایولا نے اضطراب کے لہجہ میں پوچھا "یہ کنجی وہی ہے۔ جس سے تم نے دروازہ کھولا تھا۔ یا کوئی اور؟"

مارگرٹ نے جواب دیا "۔ ہے تو وہی مگر خدا معلوم کیا بات ہے کہ اب یہ اس میں نہیں گھومتی۔ اوہ۔۔۔ اُف! اُف! مجھے اس کے آنے کی آواز بھی سنائی دے رہی ہے"

یہ کہکر خوفزدہ عورت اس طرح دوزانو بیٹھ گئی۔ گویا کسی سے رحم کی ملتجی ہو۔

وایولا نصف منٹ تک کان لگا کر سنتی رہی لیکن باہر سے کوئی آواز سنائی نہ دی۔ تو کہنے

گئی" یہ محض تمہارا واہمہ ہے"۔ اور اس کے بعد اس نے کنجی کو بڑی آسانی سے گھما دیا۔ کیونکہ ریٹل سنیک دراصل خوف کی وجہ سے ہی اُسے گھما نہ سکتی تھی

ایک لمحہ میں دروازہ کھل گیا۔

مارگرٹ فلیمرز نے سیدھی کھڑی ہو کر اور دھروں کی ہتھیلی بائیں بازو کے نیچے دبا کر کہا۔ "خدا کا شکر ہے"۔

وایولا کہنے لگی"۔ آؤ اب دیر نہ کرو۔ وقت نہایت قیمتی ہے"۔ یہ کہکر وہ آگے آگے ہو لی اور ریٹل سنیک بھی اس کے پیچھے پیچھے گلی میں نکل آئی۔

راستے میں کوئی ان کا مزاحم نہ ہوا۔ لیکن ان پر خوف کا احساس اسقدر غالب تھا۔ کہ وہ بہت دیر تک اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھ سکیں۔

بازار میں پہنچکر انہوں نے اس طرح بے تحاشا دوڑنا شروع کر دیا۔ گویا وہ خوفناک شخص جس کا اُن کے دلوں میں اس قدر ڈر تھا۔ اُن کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ دونوں دوڑی جاتی تھیں لیکن پھر بھی ایک کو اپنی آزادی اور دوسری کو اپنی حفاظت کا شک تھا۔ وہ اندھا دھند بھاگی چلی گئیں۔ اس بات کی دونوں کو پروا نہ تھی۔ کہ ہم کس راستے پر چل رہی ہیں۔ البتہ خوف اس بات کا لگا ہوا تھا۔ کہیں اب بھی مردہ فروش ہمارے تعاقب میں نہ آ نکلے۔

مارگرٹ فلیمرز نے ہیروں کی تھیلی اس طرح اُٹھائی ہوئی تھی۔ گویا اس کا کچھ بھی بوجھ نہ ہو۔ اور وایولا چیسٹر کو یہ بات فراموش ہو چکی تھی۔ کہ میرے سر پر ٹوپی یا شال نہیں۔ یہاں لیکہ شام کا وقت تھا۔ اور سرد ہوا چل رہی تھی۔

اس طرح سے دونوں عورتیں ایک مظلوم لیکن پاک باز۔ دوسری فاحشہ مگر نیکدل بے تحاشہ دوڑی جاتی تھیں۔ اول الذکر کو اس کی پروا نہ تھی۔ کہ میری ہمراہی عورت کا چلن کیسا ہے۔ آخر الذکر کو یہ معلوم کرنے کی فرصت نہ تھی۔ کہ اسکی ساتھی عورت اس قید میں کیونکر مبتلا ہوئی جس سے اُس نے اُسکو نجات دلائی تھی۔

آخر کار یہ دونوں اس گرجے کے قریب پہنچ گئیں۔ جو متصل گرین روڈ کے بالمقابل واقع ہے۔ اور یہاں پر تھک ہار کر کھڑی ہو گئیں۔

مارگرٹ فلیمرز نے کہا"۔ اب ہم محفوظ ہیں"۔

وایولا چیسٹر نے بھی کہا"۔ بے شک اب ہم محفوظ ہیں"۔

"باوجود اس کے یہ جگہ بالکل ویران ہے . . ."
"اور اگر وہ خوفناک شخص ہمارے تعاقب میں آجائے . . ."
"تو ہمیں اب بھی پشیمان ہونا پڑے . . ."

باوجود اختلاف طبیعت کے اس رفت دونوں عورتوں کے دل صرف ایک خیال میں منہمک تھے یعنی اپنی حفاظت کے خیال میں ہر قسم کے خطرات کو محسوس کرکے بھی وہ اس جگہ کچھ عرصہ کھڑی رہیں کیونکہ اسقدر تھکی ہوئی تھیں کہ قدم آگے اُٹھ نہ سکتے تھے۔ اس توقف کی بدولت ان کی توجہ فوری خطرہ سے ہٹ کر بعض اور ضروری معاملات کیطرف لگ گئی۔ ریٹیل سنیک نے جو دابولا کی موجودہ حالت کے باوجود سمجھ چکی تھی۔ کہ اُس کا انداز معزز عورتوں جیسا ہے۔ اور وہ کسی غریب گھرانے کی عورت نہیں ہے۔ پوچھا "لی بی آپ کس طرف جانے کا ارادہ رکھتی تھیں۔"

مسز چیسٹر نے جواب دیا "میرا مکان یہیں پاس ہی ہے۔ لیکن تم بتاؤ۔ تم کہاں جارہی ہو۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ تم بھی میرے ساتھ ساتھ چلی آؤ؟"

مارگریٹ شلیمز نے جواب دیا "نہیں بی بی میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکتی۔ آپ کو معلوم نہیں ہے۔ میں کون ہوں۔ ورنہ آپ مجھ سے اس قسم کی فیاضانہ درخواست نہ کرتیں۔"

دابولا نے کہا "اس میں فیاضی کی کیا بات ہے؟ کیا تم نے مجھے ایک خوفناک قید خانہ سے نہیں بچایا؟ اس میں شک نہیں۔ کہ ان ظالموں نے مجھ سے اس بات کا وعدہ کیا تھا۔ کہ وہ کل شام کو مجھے رہا کر دینگے لیکن اُنکی بات پر مجھے بہت کم اعتبار ہے۔"

مارگرٹ نے کہا "اگر آپ اس شخص ٹڈانسز کی بات پر اعتبار کرتیں۔ تو آپ کو اس میں ضرور مایوسی ہوتی۔ کیونکہ اس کا آپ کو اس وقت تک رہا کرنا ممکن نہ تھا۔ جب تک آپ کے معاملے سے اس کے اندر کچھ بھی دلچسپی باقی رہتی۔"

دابولا نے کہا "خیر اسکا ذکر ہم پھر کریں گے۔ اب تم میرے ساتھ مکان پر چلو۔"

مارگرٹ کہنے لگی "میں آپ کو آپ کے مکان کے دروازے تک چھوڑ آتی ہوں۔ مگر وہاں سے واپس چلی آؤں گی۔"

دابولا نے پوچھا "تمہیں میرے ہاں رہنے میں کس لئے انکار ہے؟"

ریٹیل سنیک نے جواب دیا "بی بی میرے لئے اب لندن میں رہنا انتہا درجہ خطرناک ہے۔"

آپ اس شخص کی مکاری - چالبازی اور سنگدلی سے واقف نہیں ہیں - جس کے پنجے سے آپ نے رہائی حاصل کی ہے - ہاں ایک بات میں آپ سے بطور رعایت چاہتی ہوں - اگر آپ اسے منظور کریں"

وایولا نے کہا "بتاؤ اگر میرے اختیار میں ہو - تو مجھے تمہاری کوئی بات ماننے سے انکار نہ ہوگا"

رٹیل سنیک نے کہا "درخواست بالکل معمولی ہے - اور آپ کو اسکی منظوری میں کوئی دقت پیش نہیں آسکتی - میں صرف یہ چاہتی ہوں - کہ آپ مہربانی سے کوئی ایسی کارروائی نہ کریں جس سے انجلی نیڈر کرٹ کو تکلیف پہنچے - یا اسے سزا ملنے کا احتمال ہو - آپ کی ہی عنایت میری خدمت کا کافی صلہ ہے یہ شخص میرے ساتھ کم دبیش مہربانی کا سلوک کر رہا ہے اور میں نہیں چاہتی کہ اسے سزا دلانے کا ذریعہ بنوں - اسکے علاوہ اگر کبھی میں اسکے ہاتھوں میں دوبارہ پڑ گئی - تو میں جانتی ہوں - کہ اس کا انتقام بدرجہ انتہا خوفناک ہوگا"

وایولا نے کہا "میں شوق سے تمہاری بات منظور کرتی ہوں - اگرچہ یہ میرے منشا کے بالکل خلاف ہے - کہ ایسا خطرناک شخص محفوظ اور سلامت رہ سکے"

"لیکن بی بی میری خاطر ......"

"ہاں تمہاری خاطر سے میں اس بات کا اقرار کرتی ہوں - کہ اس شخص کو اس کی خطاؤں کے لئے میری طرف سے کسی قسم کی ضرر رسانی نہ ہوگی"

رٹیل سنیک نے کہا "اس وعدے کے لئے میں آپ کا ہزار بار شکریہ ادا کرتی ہوں - آؤ اب چلیں - لیکن ٹھہرو آپ کا سر تو بالکل ننگا ہے - گھبراہٹ میں میں نے یہ بات اب تک دیکھی ہی نہ تھی - آپ میری ٹوپی اور شال اوڑھ لیں - آپ کی نسبت میں سردی برداشت کرنے کی زیادہ عادی ہوں"

وایولا بولی "نہیں اب ہم پانچ منٹ میں مکان پہنچی جاتی ہوں - آؤ چلنے کی فکر کریں"

اسکے بعد مسز چیسٹر اور رٹیل سنیک دوڑ کیمبرج ہیتھ گیٹ کی طرف چلدیں - مکان کے دروازے پر پہنچکر وایولا نے پھر رٹیل سنیک سے باصرار کہا - کہ وہ اس کے ہاں ٹھیرے - لیکن اس نے مودبانہ طریق پر استقلال کیسا تھا ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگی "بی بی ایک گھنٹہ میں میں لندن کی حدود سے باہر چلی جاؤنگی - اس وقت تک میں اپنے آپ کو کسی طرح محفوظ نہیں سمجھ سکتی"

"کم از کم تم اپنی فوری ضروریات کے لئے کچھ روپیہ تو مجھ سے لیجاؤ - اس وقت میرے پاس نقد تو کچھ نہیں - اور مجھے معلوم نہیں - کہ میرے شوہر نے گھر میں کوئی شلنگ چھوڑا ہے یا نہیں -

مگر جن لوگوں سے میرا لین دین ہے۔ وہ میری ہنڈی شوں سے وصول کر لیں گے۔ اس لئے اگر تم تھوڑی دیر کے لیئے اندر چلی آؤ۔۔۔۔"

رٹیل سنیک نے وہ تھیلی جو اس کی بغل میں تھی۔ ہلائی اور کہنے لگی " بی بی میں پھر آپکا شکریہ ادا کرتی ہوں لیکن میرے پاس روپیہ کافی موجود ہے"

وایولا نے جب سونے کے سکوں کی جھنکار سنی۔ تو زیادہ اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اور کہنے لگی " بہر صورت جب کبھی تمہیں مشکلات میں کسی دوست کی ضرورت ہو۔ تم بلا تامل مسز چیپٹر سے امداد کی درخواست کر سکتی ہو"

رٹیل سنیک نے کہا " مسز چیپٹر! یہ نام تو یقیناً میں نے پہلے کبھی سنا ہے ہاں اب یاد آیا ہڈلسٹر مجھے کبھی کبھی ڈاک میں ڈالنے کے لئے خط دیا کرتا تھا۔ اور ان پر مسٹر چیپٹر کا پتہ درج ہوتا تھا۔ وہ غالباً آپ کے شوہر ہیں"

وایولا نے آہ سرد بھری اور کہا " ہاں وہی"۔

رٹیل سنیک نے کہا " بی بی الوداع میں محسوس کرتی ہوں جب تک لندن کی حدود سے نہ نکل جاؤں گی۔ اس وقت تک محفوظ نہیں ہوں۔ اسلئے خدا حافظ"

مسز چیپٹر نے اسکی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور کہا " خدا حافظ" مارگرٹ فلیدرز نے اسکے ہاتھ کو بڑی گرمجوشی سے دبایا۔ اور تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی ایکطرف کو چلی گئی۔

اسکے چلے جانے پر وایولا نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جسے ایک خادمہ نے آکر کھولا مگر جب اس نے اپنی مالکہ کو اس حالت میں دیکھا۔ تو اس کے منہ سے بے اختیار تعجب کا کلمہ نکل گیا۔ وایولا نے اس پر کچھ زیادہ توجہ نہ دی اور کہنے لگی " تم دروازہ کو مضبوطی سے بند کر کے کنجی میرے حوالہ کر دو۔ کھڑکیاں بھی اچھی طرح سے بند رکھنا۔ اور ہاں تمہارے آقا کے پستول جہاں رکھے ہیں میرے پاس لے آؤ"

خادمہ نے عرض کیا " بی بی مسٹر چیپٹر آج صبح آئے تھے۔ اور اپنا سارا اسباب اٹھا کر لے گئے ہیں"۔

وایولا نے کہا " خدا کا شکر ہے۔ اب وہ کم از کم مجھے یہاں آکر تنگ تو نہ کریگا۔ خدا کرے۔ یہ جدائی دائمی ثابت ہو پھر بھی تم احتیاطاً دروازے اور کھڑکیاں اچھی طرح بند رکھو یہ مکان محفوظ نہیں ہے۔ کل ہی شہر کے وسط میں کوئی اور مکان کرایہ پر لے لونگی۔ وہاں کوئی مجھے تنگ نہ کر سکیگا"

ساتواں باب

ناکام محبت

ان واقعات کے کم و بیش دس دن بعد ایک روز صبح کے وقت جب کہ ہر طرف کہرا چھایا ہوا تھا۔ دو نوجوان حسین عورتیں کونٹ الڈوفی کے محل کے قریب ایک سڑک پر سیر کر رہی تھیں۔ کونٹ الڈوفی اس لئے کہ جب تک وہ اپنا اصلی رتبہ اختیار نہ کرے۔ ہمارے نزدیک وہ کونٹ ہی ہے۔

اگر کوئی مصور اپنی تصویر کے لئے دو انتہا درجے کی متضاد صورتیں تلاش کرتا جیسا کہ زمانہ قدیم کے لوگ نقشوں پر دریا۔ پہاڑ یا جنگل دکھانے کے لئے کیا کرتے تھے۔ تو اس کے لئے ان دونوں لڑکیوں سے زیادہ مختلف شکلیں تلاش کرنا غیر ممکن تھا۔

یہ دونوں حسن ملیح و صبیح کا شاندار نمونہ تھیں۔ ایک بظاہر کسی جنوبی سرزمین کی۔ بسنے والی اور دوسری شمالی ملکوں کی دختر تھی۔ ایک کی شفاف جلد کے نیچے پُر جوش سرخ خون موجزن تھا۔ اور دوسری کی رنگت سفید سنگ مرمر کی طرح زرد اور بے رنگ تھی۔ ایک کی فطری فیاضی اور رعنائیت اسکی بڑی بڑی سیاہ اور پُر کیف آنکھوں میں دمکتی ہی تھی۔ دوسری کی چشم پُر اسرار کی نیلگوں رنگت انتہائی معصومیت کا نمونہ تھی۔ ایک کے چمکدار سیاہ بال۔ بلند اور شفاف پیشانی پر مانگ نکال کر جدا کئے ہوئے تھے۔ دوسری کی بھوری اور سنہری زلفیں بل کھاتی ہوئی ٹوپی کے نیچے سے نکل کر شانوں تک آتی تھیں۔ ایک کے خط و خال درجہ غایت موزوں اور متناسب تھے۔ دوسری کا انداز نزاکت آمیز تھا۔ ایک کے چہرہ کو دیکھ کر دل میں ادب آمیز تعریف کا احساس پیدا ہوتا تھا۔ دوسری کی صورت خاموش توصیف پر مجبور کرتی تھی۔ ایک کا حسن بے عیب۔ تابناک اور روشن تھا۔ دوسری کا ملائم اور مسحور کرنیوالا۔ ان میں ایک اٹلی کے گرم ملک کی رہنے والی تھی اور دوسری برطانیہ کے سمندر سے گھرے ہوئے سرد جزیرے کی۔

مسز ابن گریگری کے چہرے پر اداسی کی گہری جھلک نمودار تھی۔ اسکی معصومانہ خوشی اور چہک اب اداسی اور مایوسی میں بدل چکی تھی۔ وہ ارغوانی ہونٹ جو ہر وقت مسکرایا کرتے تھے۔ اب فکر و رنج کے آثار ظاہر کرتے تھے۔ قدم جو پہلے ہلکا تھا۔ اس میں اب وہ اگلی لچک نہ پائی جاتی تھی۔ مسز گریگری کا ذکر جب ہم نے اول مرتبہ کیا ہے۔ تو اسکی عمر ۱۶ سال کی تھی۔ اب وہ اس سے چند مہینے زیادہ کی تھی لیکن غم و فکر نے اس تھوڑے عرصہ میں ہی اس کے دل کو سن بلوغ سے پرے تجربہ کار بنادیا تھا اب اس میں شہد کی مکھی کی طرح وہ خوشی اور چہک نہ پائی جاتی تھی۔ جو اس وقت موجود تھی جب یہ چڑھ

مارکھم اس کے بھائیوں کا معلم بنا تھا۔ اسکا اندازہ پُرسکون اور فکرمند اور اسکی طبیعت عمر کے بالکل غیر مناسب طریق پر سنجیدہ نظر آتی تھی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کے دل میں کوئی نامعلوم پھانس لگ چکی ہے۔ کوئی پوشیدہ کیڑا ہے۔ جو شگوفے کو پھول کی صورت اختیار کرنے سے پہلے ہی کھاتے لگ گیا ہے۔

میری این میں یہ علامات اس وجہ سے اور بھی نمایاں صورت اختیار کر چکی تھیں۔ کہ مقابلے میں سینیورا اساسیلا کی صحت اچھی اور اس کے چہرے پر شباب کی حقیقی جھلک نمودار تھی۔ اس کے رخسار اب بھی گلاب کی پتیوں کیطرح سرخ اور بدن کی رنگت اس تندی کے پانی کیطرح شفاف تھی جس پر موسم گرما میں میوہ دار اشجار سایہ افگن ہوں۔

دونوں تیرِ عشق سے گھائل ہو چکی تھیں۔ مگر دونوں کی حالت میں فرق تھا۔ انگریز حسینہ کا عشق اپنے اندر مایوسی کی جھلک رکھتا تھا۔ اطالوی دوشیزہ کی محبت بلندترین خواہشات پر مبنی تھی۔ لیکن ناظرین سوال کرتے ہیں۔ ان دونوں کی آپس میں دوستی کیونکر ہوئی؟ شاید ان کی گفتگو سے اس سوال پر کسی قدر روشنی پڑ سکے۔

میری این کہہ رہی تھی۔ "بہن ہمیں ایک دوسرے سے واقف ہوئے صرف ایک ہفتہ کا عرصہ گذرا ہے لیکن باوجود اس کے میں محسوس کرتی ہوں۔ کہ قدرت نے ہمارے درمیان گہرے تعلقات اور دوستانہ رشتہ اس لئے قائم کر دیا ہے۔ کہ میں آپ کو اس راز کا محرم بنا سکوں۔ جو میری روح کو کھائے جا رہا ہے۔"

اساسیلا کہنے لگی "ہماری واقفیت محض اتفاقیہ طور پر ہوئی تھی۔ اور اس واقعہ نے ہی میرے اندر آپ کے متعلق گہری دلچسپی پیدا کر دی ہے۔ زندگی میں بعض واقعات اس قسم کے پیش آ جاتے ہیں جن کی بدولت دو شخصوں میں چند عرصے میں اس قسم کی گہری واقفیت پیدا ہو جاتی ہے جو عام حالات میں برسوں میں بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔"

میری این نے کہا "آپ بالکل میرے ہی خیالات ظاہر کر رہی ہیں۔ آپ کے حسن سلوک کا تقاضا ہے کہ میں آپکی دوستی کی مستحق بنکر اُسے حاصل کروں۔"

اساسیلا بولی "میری پیاری مس گرگیری آپ کی خواہش پہلے ہی پوری ہو چکی ہے۔ میں آپکی تہ دل سے دوست ہوں اور اگر آپ مجھے قابل اعتماد سمجھتی ہیں۔ تو ہر چند کہ میں آپ کے غموں کو دور نہیں کر سکتی۔ تاہم آپ سے ہمدردی ضرور کر سکتی ہوں۔"

میری این نے اضطراب کے لہجہ میں پوچھا "آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔ کہ میرے راز کا تعلق کسی غم سے ہے؟"

خوبصورت اطالوی دوشیزہ نے کہا "یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ جس وقت ایک ہفتہ گذرا۔ آپ اپنے والد کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کو جا رہی تھیں۔ میں نے آپ کو اپنے کمرے سے دیکھا تھا۔ بہت ہی کم آپ ۔ فاصلہ پر تھیں۔ تاہم قدرتی طور پر کسی نامعلوم وجہ سے مجھے آپ کے ساتھ دلچسپی پیدا ہو گئی۔ میں اس وقت تک آپ کو دیکھتی رہی۔ حتیٰ کہ آپ نظروں سے غائب ہو گئیں۔ اور اسکے بعد دیر تک سوچتی رہی کہ آپ کون ہیں۔ آخرکار میں نے آپ کو واپس آتے دیکھا۔ اس وقت آپ اپنے والد سے چند قدم آگے تھیں۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ جس گھوڑے پر آپ سوار تھیں۔ وہ جوشیلا تھا۔ عین اسوقت ایک حادثہ پیش آیا۔ آپ کے گھوڑے نے سکندری کھائی۔ اور آپ ہمارے پھاٹک کے قریب جھاڑیوں میں گر پڑیں۔ میں دوڑتی ہوئی نیچے اتری۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ کی امداد کے لئے نوکروں کو بھی طلب کیا۔ آپ چونکہ اس وقت بے ہوش تھیں۔ اسلئے آپ کو یہ واقعہ شاید یاد نہ ہو۔ کہ سب سے پہلے میں ہی آپ کے قریب پہنچی تھی۔ اس وقت آپ کے والد نے آپ کو زمین سے اٹھا لیا تھا۔ ان کی طبیعت نہایت پریشان تھی۔ اور وہ اس خیال میں تھے کہ خدانخواستہ آپ کو مہلک صدمہ پہنچا ہے۔ لیکن میں نے فوراً ہی معلوم کر لیا کہ آپ سانس لے رہی ہیں اور میں نے نوکروں کو حکم دیا۔ کہ وہ آپ کو مکان کے اندر لیجائیں۔ جس وقت آپ بیہوشی کی حالت میں میرے بستر پر لیٹی ہوئی تھیں۔ میں بہت دیر تک آپ کی صورت کو غور سے دیکھتی رہی۔ اس کے بعد جب آپ نے آنکھیں کھولیں۔ اور مجھ سے گفتگو کی۔ تو ایسا معلوم ہوا۔ کہ آپ کے اندر کوئی خاص کشش موجود ہے۔ جب میرے والد نے مشورہ دیا۔ کہ آپ چند دن تک بحالی صحت کے لئے اس مکان میں رہیں۔ تو سب سے زیادہ خوشی مجھی کو ہوئی تھی۔ آپ کے والد اس تجویز پر رضامند ہو گئے۔ اور آپکو اسجگہ چھوڑ گئے۔ اس کے بعد میں نے تھوڑے عرصہ میں ہی معلوم کر لیا۔ کہ آپ کے اندر کوئی گہرا غم موجود ہے۔ جس سے آپ کی طبیعت اکثر رنجیدہ رہتی ہے۔ اور مایوسی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ میں نے خیال کیا۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ ایک ایسی حسین اور جوان لڑکی کسی غم میں مبتلا ہو؟ اس وقت سے لیکر اب تک مجھے آپ سے گہری ہمدردی رہی ہے۔ کیونکہ میں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ غم کا اثر کیا ہوتا ہے۔"

میری این نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا "سینورا آپکو مجھ سے جو ہمدردی ہے۔ اس کا

شکریہ میں کسی طرح ادا نہیں کر سکتی۔ میں سمجھتی ہوں۔ کہ اگر آپ کو اپنے غم کے اسباب سے واقف کردوں۔ تو اس غم کا اثر ہلکا ضرور ہوجائیگا۔ لیکن پھر کہتی ہوں۔ ایسا نہ ہو۔ آپ مجھے بیوقوف اور ناعاقبت اندیش سمجھنے لگیں۔"

اسابیلا نے کہا "بہن بیوقوفی ہم سب سے اپنی عمر میں کسی نہ کسی وقت ضرور ہوجاتی ہے۔ لیکن اس بات کا مجھے یقین ہے کہ آپ ناعاقبت اندیش نہیں ہیں۔۔"

میری این کہنے لگی" اس قسم کے جذبات کو دل میں جگہ دینا جو کبھی پورے نہیں ہوسکتے۔ اگر یہ ناعاقبت اندیشی نہیں تو کیا ہے؟" اس کے بعد اس نے اپنے سر کو جھکا کر کسی قدر ہلکی آواز میں کہا "آہ ایک ایسے شخص سے محبت کرنا جو کسی دوسرے کے عشق میں مبتلا ہو سراسر عاقبت بینی کے خلاف ہے۔"

اسابیلا نے جواب دیا "میں اسے ناعاقبت اندیشی نہیں سمجھتی۔ کیونکہ کسی فانی انسان کو اپنے دل پر قابو نہیں۔"

میری این نے اشک آلود آنکھیں اطالوی دوشیزہ کی طرف اٹھا کر کہا "سینورا میں سمجھتی ہوں۔ کہ آپ بھی تاثیر عشق سے ناواقف نہیں۔"

اسابیلا کہنے لگی "۔ اگر میں خود آپکو اپنا محرم راز نہ بناؤں۔ تو یقیناً آپ کا اعتماد حاصل کرنے کے قابل نہیں ہوسکتی۔ اسلئے میں مانتی ہوں۔ کہ میرا رشتہ ایک ایسے شخص سے قائم ہوچکا ہے جس سے بڑھکر فیاض اور شریف آدمی مشکل سے نظر آئیگا۔" اس کے بعد اس نے آہ سرد بھر کر کہا۔ "باوجود اس کے ہمارے راستے میں ایسی مشکلات حائل ہیں جن پر غالب آنا کبھی کبھی غیر ممکن نظر آنے لگتا ہے۔"

میری این نے کہا "محترم خاتون مجھے آپ سے گہری ہمدردی ہے۔ اور میں خوش ہوں۔ کہ آپنے مجھے اعتماد کے لائق سمجھا۔ نورا اپنا راز آپ کے روبرو بیان کرنے کے متعلق اگر میرے دل میں کوئی تامل تھا۔ تو اب وہ بھی رفع ہوچکا ہے ...."

اسابیلا کہنے لگی "۔ میری پیاری میری این آپ اپنے خیالات بلا تامل ظاہر کریں۔ مجھ سے جہاں تک ہوسکیگا۔ ہمدردی ہی ظاہر کرونگی۔"

میری این نے کہا "۔ اس صورت میں میں اپنے راز کو آپ کے روبرو ظاہر کرنے سے باز نہیں رہ سکتی۔ اس سے پہلے میں نے ایک بار آپ سے ذکر کیا تھا۔ کہ میرے دو بھائی کالج میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ چند ماہ گذرے وہ کنٹش ٹون میں میرے پاس گھر پڑھا کرتے تھے۔ میرے والد نے ان کے لئے ایک معلم رکھ دیا تھا۔ یہ شخص نوجوان اور کسی زمانے میں دولتمند تھا۔ لیکن حالات

نے اسے افلاس کے درجہ تک پہنچا دیا تھا۔ آہ! وہ نوجوان ایسا تھا۔ کہ اُسے دیکھکر اس کے ساتھ
محبت ہونا قدرتی سمجھا جاسکتا ہے۔ جب اول اول میں نے سنا۔ کہ میرے بھائیوں کے لئے ایک
معلم کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ تو میں نے اپنے دل میں سوچا تھا۔ وہ کوئی بدوضع۔ بدنما۔ میلا۔
کچیلا ضدی سا شخص ہوگا۔ لیکن آپ میرے تعجب کا اندازہ کرسکتی ہیں۔ جب میں ایک روشن خیال
اور مہذب نوجوان سے جو بڑا ملنسار اور خلیق تھا۔ تعارف کرایا گیا۔ اس کے بشرہ پر کسی قدر اداسی
کی جھلک پائی جاتی تھی۔ لیکن اُسکی آنکھوں میں ذہانت کی روشنی چمک رہی تھی۔ اور اس کی پیشانی پر
امارت کے قدرتی آثار نمودار تھے۔ میں خیال کرتی ہوں۔ میرے لئے وہ دن جبکہ اول مرتبہ اس نے
میرے والد کے مکان میں قدم رکھا۔ نہایت منحوس تھا۔ مجھے اس کے ساتھ جو دلچسپی تھی۔ وہ
بتدریج اس قدر بڑھ گئی۔ کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے بھی کہیں چلا جاتا تو میں بےچین ہوجاتی تھی۔
لیکن جب وہ موجود ہوتا۔ تو میرا دل شوق سے بڑے زور کیساتھ حرکت کرتا۔ میری راحت کا
پیمانہ لبریز ہوجاتا۔ میں ہر وقت خوش و خرم رہتی۔ اور بچوں کیطرح قہقہہ لگایا کرتی تھی۔ اس کی آواز
میرے کانوں کے لئے موسیقی کا درجہ رکھتی تھی۔ وہ مجھے تصویرکشی سکھاتا تھا۔ لیکن اس کے قریب
بیٹھکر مجھے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی تھی۔ باوجود اس کے میں نے کبھی اپنے خیالات کو سمجھنے کی کوشش
نہیں کی۔ نہ کبھی یہ معلوم کرنے کی پروا کی۔ کہ میرے دل میں اس کے متعلق کس قسم کے جذبات ہیں
ایک آندھی تھی۔ جو مجھے اڑائے لئے جارہی تھی۔ میرے لئے سوچنے کی فرصت بالکل نہ تھی جب
کبھی وہ موجود نہ ہوتا۔ تو میرے دل میں یہی خیالات رہا کرتے تھے۔ کہ اپنی موجودگی میں اس نے
کیا کہا تھا۔ اور جب پھر آئیگا۔ تو میں کس قدر خوش ہونگی۔ جس طرح مجھے معلوم نہیں۔ کہ راحت آسمانی
کیا چیز ہے۔ اسی طرح مجھے اپنے جذبے کا علم نہ تھا۔ میرے لئے یہ جاننا کافی تھا۔ کہ اسکی موجودگی پر
میں ہر طرح خوش رہتی ہوں۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ آسمان سے پرے کوئی خاص راحت موجود ہے۔
لیکن میرے لئے اس سے بڑھکر وہ راحت تھی۔ جو مجھے اسکی صحبت میں حاصل ہوتی تھی۔ اسی
طرح چند ہفتے گذر گئے۔ اور اس کے بعد میرے والد نے کچھ عرصے کے لئے تعطیل منانے کا ارادہ
ظاہر کیا۔ یہ واقعہ اب تک میرے دل میں تازہ ہے۔ اس خبر کو سنکر میرے اندر سخت اضطراب پیدا
ہوا۔ کیونکہ میں سمجھتی تھی۔ ان دنوں میں ہمارا معلم نہ آیا کریگا۔ میں نے صاف لفظوں میں اپنی ناراضگی
کا اظہار کیا۔ لیکن اُسے بچپن کی ضد سمجھ کر نظرانداز کر دیا گیا۔ اور اب سینورا . . . ."

اطالوی دوشیزہ نے مشفقانہ انداز سے کہا "تم مجھے اسابیلا کہکر مخاطب کرسکتی ہو!"

میری این نے سلسلۂ کلام جاری رکھکر کہا "میری پیاری اسابیلا اب میں اپنی داستان کے اس حصے پر آئی ہوں۔ جس کا تعلق میری ناعاقبت اندیشی سے ہے۔ خدا معلوم وہ آپ کو کسقدر افسوسناک معلوم ہو۔ لیکن میں تسلیم کرتی ہوں۔ کہ اس وقت مجھے اس کے اثرات کا کچھ بھی علم نہ تھا"

اسابیلا نے کہا "میں تمہارے جیسی نوجوان اور ناتجربہ کار لڑکی کو ہر قسم کی رعایت کا مستحق سمجھتی ہوں"

میری این نے اپنی سہیلی کا ہاتھ دباکر کہا "یہ آپ کی عنایت ہے۔ لیکن وہ ناعاقبت اندیشی مجھ سے اس طرح پر سرزد ہوئی۔ کہ ایسے خیالات کے زیر اثر ایک دن میں خود اس نوجوان معلم کے مکان پر چلی گئی۔ میں نہیں بیان کر سکتی۔ کہ اس نے مجھ سے کس قدر فیاضانہ اور شریفانہ سلوک کیا۔ اس نے بتدریج نہایت مناسب طریقے پر مجھے یہ بات جتلائی۔ کہ میرا اس طرح پر اس کے پاس جانا کس قدر نامناسب تھا۔ اس نے مجھے زنانہ آداب کے متعلق بہت سی ضروری باتیں بتائیں۔ جنکی خلاف ورزی مجھ سے ناتجربہ کاری کی حالت میں ہو چکی تھی۔ فی الحقیقت اس نے اس حماقت کے متعلق میری آنکھیں کھول دیں۔ لیکن افسوس۔ اسکی زبانی مجھے ایک اور بات ایسی معلوم ہوئی۔ جس نے میری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اس نے کہا۔ کہ میرا رشتۂ الفت ایک نوجوان اور حسین لیڈی سے قائم ہو چکا ہے۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا۔ کہ جس شخص کے دل پر کسی اور کو دخل ہو چکا ہے۔ اس سے اپنی دوستی کے لیئے تقاضا کرنا کیونکر ٹھیک تھا۔ تو مجھے اس وقت تک خیال بھی نہ تھا کس قدر نامناسب ہے۔ چنانچہ میں اس سے صدق دل سے معافی مانگ کر واپس چلی آئی"

پاکباز اسابیلا نے کہا "بہن میں تسلیم کرتی ہوں۔ تم سے بڑی ناعاقبت اندیشی ہوئی لیکن جس شخص کے دل میں فیاضی کا جوہر موجود ہو۔ وہ ضرور آپ سے ہمدردی کریگا"

میری این نے سلسلہ تقریر جاری رکھکر کہا "کئی دن تک میں اپنے محسوسات پر غالب آنے کی کوشش کرتی رہی۔ میں نے اپنے آپ کو یقین دلانا چاہا۔ کہ اس کے ساتھ میرا محض ایک قسم کی دوستی کا تعلق تھا۔ لیکن جب وہ پھر آنے لگا تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ ان جذبات پر جو میرے سینے میں موجزن تھے۔ قابو پانا کس قدر غیر ممکن ہے۔ اسابیلا خدا جانتا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ میں نے دعا کی۔ کہ خدا مجھے پھر وہی راحت دے۔ جو مجھے اس شخص سے واقفیت حاصل کرنے سے پہلے حاصل تھی۔ جس کا مجھ پر اتنا گہرا اثر پیدا ہوا لیکن افسوس اس کا

کچھ اثر نہ ہوا کچھ عرصہ بعد میرے والد نے بلا اطلاع یکا یک مجھ سے کہدیا۔ کہ تم ایک ہفتے کیلئے ڈیون شائر میں لیدی الزبتھ کے پاس چلی جاؤ۔ میں نے پہلے انکار کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس کے بعد مجھے محسوس ہوا۔ کہ اگر میں اس اثر سے کسی طرح بچ جاؤں۔ جو اس معلم کی موجودگی سے مجھ پر پڑتا تھا۔ تو شاید میرے لئے بہتر ہوگا۔"

اسابیلا نے پوچھا "تو کیا اس عرصے میں تم اپنے محسوسات کی حقیقی نوعیت سے بالکل بے خبر تھیں؟"

میری این نے جواب دیا "ہاں بالکل۔ یہ میری یہی حالت تھی لیکن ایک خوفناک واقعہ نے بہت جلد میری آنکھیں کھول دیں۔ ڈیون شائر میں چند دن رہنے کے بعد جب میں گھر واپس آئی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ میرے دونوں بھائی شروع جنوری سے کالج میں تعلیم حاصل کرنے چلے گئے ہیں۔ اور اس معلم نے ہمارے گھر آنا چھوڑ دیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی۔ کہ میرے والد نے عمداً مجھے باہر بھیجکر اس کا آنا موقوف کر دیا تھا۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے۔ کہ انہوں نے واپسی پر میرے دل بہلاؤ کا جو سامان مہیا کیا۔ وہ کسی خاص وجہ پر مبنی تھا۔ بہر صورت یہ امر یقینی ہے۔ کہ انہوں نے میری دل لگی کے لئے مختلف سامان مہیا کئے۔ دو گھوڑے خرید ے۔ اور مجھے ساتھ لیکر سیر کو جانا شروع کر دیا۔ اسکے علاوہ مجھے تھیٹروں اور ناچ مجرے کے جلسوں میں لیجایا کرتے تھے۔ اور میرے مطالعہ کے لئے انہوں نے سیر و سیاحت موسیقی اور مصوری کے متعلق بہت سی کتابیں جمع کر دیں۔ لیکن میری ساری توجہ ایک ہی خیال پر لگی ہوئی تھی۔ اور باوجود ہر قسم کی کوششوں کے اس نوجوان معلم کی یاد میرے دل سے محو نہ ہو سکتی تھی۔ بہر صورت میں اپنے والد کے ہمراہ سیر و تفریح میں مصروف رہتی تھی۔ آخر کار ایک روز شام کے وقت ایک تھیٹر میں میری لاعلمی کا نقاب اول مرتبہ میری آنکھوں سے گرا۔ میں اپنے والد کے ہمراہ ایک نیا ناٹک دیکھنے گئی ہوئی تھی۔ بڑا دلچسپ تماشا تھا۔ اور اس کا حصہ نظم خصوصیت سے روح پر اثر ڈالنے والا تھا۔ اس میں ایک جگہ ہیروئن اپنے مایوسانہ عشق کا اظہار کرتی تھی۔ میں نے اسکی زبان سے اس کے ایک ایک لفظ کو بڑے غور سے سنا۔ اور اس کی تقریر اس قدر توجہ سے سنتی رہی۔ گویا میری قسمت ان الفاظ سے وابستہ تھی یا اسکا اصلی مطلب میرے سامنے پیش نظر تھا۔ جوں جوں الفاظ اسکی زبان سے ادا ہوتے گئے۔ میں یہ معلوم کرکے حیران ہوئی۔ کہ اس کے خیالات اور میرے محسوسات بالکل یکساں ہیں۔ اس وقت میری تاریک روح میں روشنی پیدا ہوئی۔ میں نے اپنے جذبات کو صحیح طور پر سمجھنا شروع کیا۔ اور مجھے معلوم ہوا۔ کہ میرے دل میں کس قسم

کے خیالات ہیں ۔ میں نے معلوم کیا ۔ کہ میں ایک گہرے اور ناقابل تبدیل عشق میں مبتلا ہوں ۔ ناٹک کا مجھے کچھ خیال نہیں رہا ۔ میری تو یہ اپنے ہی خیالات پر لگی ہوئی تھی ۔ آخر کار جب میں اس نیم بے خبری کی حالت سے بیدار ہوئی ۔ تو مرثیہ ناٹک ۔ ۔ ۔ "

اسابیلا نے جلدی سے کہا " کیا یہ ناٹک مرثیہ تھا ؟ "

" ہاں اس وقت وہ ختم ہو چکا تھا ۔ اور مصنف ہیرو ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے سامعین کے روبرو کھڑا تھا ۔ لیکن خداوندا تیری پناہ ! یہ مصنف جس نے یکایک اس قدر کامیابی حاصل کی تھی ۔ در اصل وہی نوجوان معلم تھا ۔ ۔ ۔ "

یہ سنکر اسابیلا کے دل میں کچھ شبہ سا پیدا ہو گیا تھا ۔ کہنے لگی " کیا کہا ؟ کیا یہی نوجوان معلم تھا ؟ "

میری این نے کہا " ہاں وہی جس سے مجھے ناکام محبت تھی "

اسابیلا نے دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتی ہوئی آواز سے پوچھا " بھلا اس کا نام کیا تھا ؟ "

مس گرگری کہنے لگی " میرے خیال میں اب اسکا نام ظاہر کرنے میں کچھ ہرج نہ ہوگا ۔ کیونکہ آپ نے غالباً مسٹر رچرڈ مارکہم کا نام نہیں سنا ہوگا ۔ ۔ ۔ "

اسابیلا نے گہری ہمدردی کے انداز سے جس میں حسد کی جھلک بالکل موجود نہ تھی کہا " بدنصیب لڑکی اب میری باری ہے ۔ کہ میں اپنے راز کو کسی قدر آزادی سے تم پر ظاہر کروں ۔ لیکن افسوس جو کچھ میں کہنے والی ہوں ۔ اس سے تمہارے غم میں تخفیف ہونا غیر ممکن ہے ۔ کیونکہ اس سے اس بات کا مزید ثبوت ملتا ہے ۔ کہ جس کی محبت میں تم مبتلا ہو ۔ اس کا عشق کسی اور کے ساتھ ہے "

میری این نے کہا " پیاری اسابیلا آپ کے الفاظ پر اسرار ہیں ۔ مہربانی سے صاف طور پر بیان کیجئے ۔ ۔ ۔ ۔ "

سنیورا کے خوبصورت چہرے پر حیا کی سرخی چھا گئی ۔ اور وہ کہنے لگی " ہاں میں شوق سے بیان کرتی ہوں ۔ مسٹر رچرڈ مارکہم مجھ سے اجنبی تو کیا وہ میرے ۔ ۔ ۔ "

مس گرگری نے کہا " ہاں وہ آپ کے کیا ۔ ۔ ۔ ؟ "

" وہ میری راحت کی امید اور میری امیدوں کا سہارا ہیں ۔ انہی سے تو میرا رشتہ عشق دائمی طور پر قائم ہو چکا ہے "

میری این اس کلمے کو سنکر اسقدر متاثر ہوئی۔ کہ گرتے گرتے اسابیلا کے ساتھ صوفے پر گر گئی۔ کہنے لگی "کیا آپ سے اس کا عشق ہے؟ معاف کیجئے گا۔ کہ میں نے بھی اس سے محبت کرنے کی جرات کی"

اسابیلا نے مشفقانہ انداز سے کہا "میری پیاری امی! یہ بھائی کی کیا بات ہے۔ البتہ مجھے تمہاری حالت پر رحم آتا ہے۔" اس کے بعد فیاض المزاج شہزادی نے سلسلہ تقریر جاری رکھکر کہا "یقین مانئے کہ ان تعلقات کے باوجود جو رچرڈ مارکھم سے میرے قائم ہیں۔ رشک یا حسد کا کوئی جذبہ ہماری دوستی میں خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ اور وہ بدستور قائم رہیگی"

میری این نے کہا "اسابیلا تمہاری طبیعت میں کس قدر فیاضی موجود ہے لیکن میری طرف سے بھی کسی قسم کے رشک یا حسد کا اظہار نہیں ہوگا۔ ہر چند کہ مجھے آپکی حالت پر کسی حد تک رشک ضرور ہے۔ تاہم میں آپکو اس سے تعلق رکھنے پر مبارکباد دیتی ہوں۔ اسکی مجھے پروا نہیں کہ دنیا اس کے متعلق کیا کہتی ہے۔ کیونکہ مجھے امید نہیں۔ وہ اس فعل کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ جو اس خوفناک شخص نے اس سے منسوب کیا تھا"

اسابیلا کہنے لگی "وہ اس بارہ میں سراسر بے قصور ہے۔ یہ قصہ طویل ہے لیکن میں تم سے اسکا ضروری حصہ بیان کر دیتی ہوں"

یہ کہکر مسنبورا نے رچرڈ مارکھم کی تکالیف اور مصائب کی داستان اپنی سہیلی کے روبرو بیان کرنی شروع کی۔ میری این اس داستان کو پوری توجہ سے سنتی رہی۔ اور جب اسابیلا نے اسے ختم کیا تو کہنے لگی "بیشک میں جانتی تھی۔ وہ باعزت اور فیاض ہے۔ اور اس کے اندر فطرت انسانی کی تمامی خوبیاں پائی جاتی ہیں"

کچھ دیر تک دونوں میں خاموشی رہی۔ آخر کار میری این نے کہا "بیشک اس کا یہ کہنا بالکل سچا تھا۔ کہ اس نے شادی ایک نہایت حسین عورت سے کرنا ہے۔ جیسا میرے خیال میں بہتر ہوتا۔ اگر یہ کہتا کہ وہ حسین نہیں ہے۔ کسی قدر تسلی ہو جاتی"

اسابیلا کہنے لگی "بہن تم میری بیجا خوشامد کر رہی ہو"

میری این نے کہا "نہیں بہن یہ سراسر صداقت ہے۔ خدا کرے میں تم دونوں کو منزل راحت میں دیکھ سکوں۔ اس کے بعد میں خوشی سے جان دے سکوں گی"

اسابیلا نے کہا "تم اس چھوٹی عمر میں ہی مرنے کا ذکر کیوں کرتی ہو۔ جوں جوں زمانہ گذرتا جائیگا۔ تمہارے اس ناکام جذبۂ محبت کی شدت میں کمی ہوتی جائیگی"

میری این نے کسی قدر ملامت کے لہجہ میں کہا "اسابیلا۔ کبھی ممکن ہے۔ کہ حقیقی محبت"

دل میں پائی جاتی ہے میں ایک کمزور پودا ہوں جو ہوا کے ہلکے سے جھونکے کے سامنے ہی جھک جاتا ہے۔ پھر بھلا اس خوفناک طوفان کا مقابلہ کس طرح کر سکتی ہوں؟"

اسابلا نے کہا۔ "استقلال سے کام لے کر جو کم و بیش ہر شخص میں موجود ہوتا ہے لیکن جسے ظاہر کرنے کے لئے کوشش کی ضرورت ہے۔"

میری این نے ایک سرد آہ بھری۔ لیکن کچھ جواب نہ دیا۔

اس کے بعد دونوں لڑکیاں جو بہت دیر تک سیر کرنے کی وجہ سے تھک گئی تھیں محل کی طرف لوٹ آئیں۔

آٹھواں باب

افشائے راز

شام کا وقت تھا اور مارکھم ہلس کی نشست گاہ میں انگیٹھی کے اندر خوشگوار آگ جل رہی تھی۔

مسز منرو اور اسکی بیٹی دونوں اس کمرے میں بیٹھے تھے۔ اول الذکر ایک آرام چوکی پر اونگھ رہا تھا۔ آخر الذکر ایک ناول پڑھ رہی تھی۔

رچرڈ اپنے کتب خانہ میں بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔

مس منرو گاہ لگاہ کتاب ایکطرف رکھکر کچھ سوچنے لگتی تھی۔

اس وقت کوئی خاص معاملہ اس کے پیش نظر نہ تھا لیکن زندگی کے واقعات مجموعی طور پر بجائے خود اس قدر اہمیت رکھتے تھے۔ کہ ان سے زیادہ عرصہ تک توجہ ہٹانا غیر ممکن تھا۔

اس کے علاوہ ایک اور معاملہ ایسا بھی تھا جس پر وہ جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا زیادہ غور و فکر کیا کرتی تھی۔ اسے معلوم تھا۔ کبرسنی اور ان افسوسناک صدموں کے باعث جو اس کے والد نے ذہنی اور جسمانی طور پر اٹھائے تھے۔ اس کا اب زیادہ عرصہ تک زندہ رہنا ناممکن ہے۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے انتقال پر میں رچرڈ مارکھم کے مکان پر نہ رہ سکونگی۔ اور اس بات کو اسکی تمکنت گوارا نہ کرتی تھی کہ وہ اس سے کوئی مالی امداد یا کسی قسم کا ماہوار وظیفہ قبول کرے۔ اس کے چند پونڈ سیونگ بینک میں جمع تھے یہی پونجی تھی۔ جو اس نے اس زمانے میں کہ وہ تھیٹر میں نوکر تھی۔ بمشکل جمع کی تھی۔ لیکن یہ رقم زیادہ عرصہ کے لئے اسکی کفیل نہ ہوسکتی تھی۔ ان حالات میں گاہ لگاہ اسے زمانہ [illegible] کی

کے متعلق فکر پیدا ہو جاتی تھی ان تمام پیشوں میں جو اس نے اختیار کئے ۔ ناٹک کی زندگی اسے زیادہ پسند تھی ۔
اور وہ کبھی کبھی سوچا کرتی ۔ کہ اپنے والد کی زندگی میں ہی دوبارہ اسے اختیار کر لے ۔

آہ ! زنانہ حسن کے ایسے نایاب جوہر کا محض اتفاقی حالات کے باعث معراج عصمت سے جس کی زیبائش کا وہ ایک خاص ذریعہ تھا ۔ نیچے گر جانا کس قدر افسوسناک تھا ۔ اگر کوئی شخص اس کے حسن کا گرویدہ و فریفتہ ہو کر آسمانی طریق پر شادی کی درخواست کرتا ۔ تو اس کے لئے اسے قبول کرنا بھی نہایت دشوار تھا اس کے لئے دو ہی صورتیں تھیں ۔ یا تو وہ اس شخص کو ایسے معاملے میں دھوکا دے جس میں کوئی دھوکا کھانا پسند نہیں کرتا ۔ یا آرام کی زندگی بسر کرنے کے اس موقعہ کو ہاتھ سے کھو دے ۔ اس سوا اس کے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا کیونکہ وہ اپنی زندگی کے شرمناک پہلو کو ظاہر کرنے کی جرأت نہ رکھتی تھی ۔

ان حالات میں اس کی زندگی قدرتی طور پر افسوسناک تھی ۔ اور ناظرین کے لئے یہ امر کچھ تعجب خیز نہیں ہو سکتا ۔ کہ اسکے دل میں گاہ بگاہ ناگوار قسم کے خیالات پیدا ہوتے رہتے تھے ۔

ایلین کی عمر اب بیس سال سے تجاوز کر چکی تھی لیکن باوجود ہر قسم کی مصیبتوں کے اس کے حسن کی تازگی میں فرق نہیں آیا تھا ۔ اسکا بے عیب چہرہ جو یونانی حسن کا بہترین نمونہ تھا ۔ اسکا خوشنما سر صراحی کی سی گردن ۔ سڈول اعضا ۔ اور نازک ہاتھ پاؤں یہ سب خوبیاں جن کو بہت سے مصوروں نے اپنی تصویروں میں پیش کر کے انہیں یادگار بنا دیا ہے ۔ اس کے اندر موجود تھیں ۔ اور ان سب پر طرہ اسکا فوق الفطرت حسن تھا ۔ جو اسے اور زیادہ خوبصورت بنا رہا تھا ۔

اے ایلین کسی بھی نوع انسان کا قسمت کے لئے غم کھانا قدرتی ہے ۔ کیونکہ قدرت نے تیرے اندر کوئی غلط رجحان پیدا نہ کیا تھا ۔ جب تک مصیبت نے تجھے افسوسناک زندگی اختیار کرنے پر مجبور نہ کیا ۔ تجھ سے بڑھ کر پاکباز وجود اس دنیا میں اور کس کا تھا ؟ آہ ! اب تو اس داغ ذلت کو دیکھا کر رہی ہے ۔ جو تیرے اپنے عیبوں سے نہیں ۔ بلکہ تیری قسمت کی بدولت تجھ پر لگ چکا ہے ۔

لیکن آؤ ہم اپنا قصہ جاری رکھیں ۔

عمر رسیدہ مسٹر مشر حسب دستور آرام چوکی میں بیٹھا اونگھ رہا تھا ۔ اور ایلین نے پھر ایک کتاب ہاتھ میں لے لی تھی ۔ کہ میرین کمرہ میں داخل ہوئی ۔

اس نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا ۔ کہ مسٹر مشر سو رہے ہیں ۔ اس لئے اس نے اشارہ سے انگلی رکھ کر ایلین کو خاموش رکھنا چاہا ۔ اس نے ایک رقعہ اپنی مالکہ کے ہاتھ میں دے دیا ۔ اور دبی زبان میں کہا " مسٹر ونٹ ورتھ کا نوکر ابھی یہ کہہ کر دے گیا ہے ۔ کہ فوراً آپ کو پہنچا

دیا جائے"

اتنا کہہ کر مسز این چلی گئی۔ اور ایلن نے لفافہ چاک کر کے خط پڑھا جس کا مضمون حسب ذیل تھا:-

میں نہایت افسوس کے ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ تمہارا جیرالڈ بکایک ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اگر آپ ایک گھنٹہ کے لئے بغیر کسی قسم کا شبہ پیدا کرنے کے میرے مکان پر آ سکیں۔ تو دیر نہ کیجئے میرا نوکر اس رقعہ کو آپ کی وفادار خادمہ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دے گا۔

ڈیوڈ وٹ ورتھ

ایلن نے حالت اضطراب میں رقعہ میز پر پھینک دیا۔ اور کمرہ سے باہر نکل گئی۔ بالا خانے پر جاکر اس نے ٹوپی اور لبادہ پہنا۔ اور میرین سے یہ کہکر کہ میرے آنے تک انتظار کرنا۔ جلدی سے باہر چلی گئی۔ اس وقت صرف ایک خیال یعنی اپنے عزیز بچے کا اندیشہ اُس کے دل کو مضطرب کر رہا تھا۔

جب مسٹر وٹ ورتھ کے مکان پہنچی۔ تو اُسکی بیوی نے ملکر کہا "بی بی خطرہ اب دور ہو چکا ہے۔ اور بچہ نازک حالت سے بحفاظت گزر گیا ہے۔ میرے شوہر کو اب اُسکی زندگی کے متعلق کسی قسم کا خطرہ باقی نہیں رہا۔ لیکن انہوں نے اس واقعہ کی خبر آپ کو دینا ضروری سمجھا تھا"

ایلن نے کہا "یہ اُن کی بڑی عنایت ہے۔ لیکن آپ مجھے اپنا اطمینان کر لینے دیجئے کہ بچہ ہر طرح محفوظ ہے"

مسز وٹ ورتھ اُسے اس کمرے میں لے گئی۔ جہاں تمہارا جیرالڈ بڑے سکون کی حالت میں سو رہا تھا۔ اور ڈاکٹر اُس کے جھولے سے بستر کے قریب بیٹھا تھا۔ اُسکی زبانی ایلن نے مزید اطمینان حاصل کیا۔ کہ خطرہ کی حالت گزر چکی ہے۔ لیکن باوجود اس کے اُس نے تھوڑا عرصہ اور ٹھہرنا ضروری سمجھا۔ کہ تشنج کا دورہ پھر نہ شروع ہو جائے۔ بچہ کی محبت میں اس وقت باقی تمام خیالات اس کے ذہن سے اُتر چکے تھے۔ اُسے نہ اپنے والد کا خیال تھا۔ نہ اس بات کا کہ مجھے موجود نہ پا کر اُسے اور رچرڈ مارکھم کو فکر پیدا ہو گی۔ جب وقت گزرتا گیا۔ اور ایک بار مسٹر وٹ ورتھ نے مناسب الفاظ میں اس کا ذکر بھی کیا۔ تو اس نے کچھ اس قسم کے الفاظ کہکر ٹال دیا کہ میں اپنی عدم موجودگی کا کوئی بہانہ کر دوں گی۔

اسوقت مامتا کا قدرتی اور پاک جذبہ اُس کے دل میں غالب تھا۔ بچہ کے خطرہ نے

باقی تمام خیالات کو ذہن سے دور کر دیا تھا۔ اس کے بستر پر جھک کر وہ بہت دیر تک اس کے
زرد چہرہ کیطرف محبت آمیز نظروں سے دیکھتی رہی۔

آہ! کسی مصور کو اس سے بڑھکر موثر نظارہ اپنی تصویر کے لئے یا کسی شاعر کو اس سے
زیادہ اثر خیز مضمون اپنے گیت کے لئے مل سکتا ہے۔ جب ایک نوجوان ماں کا اپنے سوئے ہوئے
شیر خوار بچے کو محبت بھری نظروں سے دیکھنا!

اس طرح بہت سا وقت گذر گیا۔ اور آخر کار جب بچہ بیدار ہوا۔ تو ایلین دیر تک اُسے گود
میں لئے کھلاتی رہی۔ ننھا رچرڈ باوجود اپنی بیماری کے ماں کی طرف دیکھکر مسکراتا تھا۔ گو جب اُسے
تکلیف ہوتی تو وہ رونا نہیں۔ بلکہ مسز ونٹ ورتھ ہی اُسے چُپ کرا سکتی تھی۔

افسوس نوجوان ماں کے لئے یہ معلوم کرنا کس قدر تکلیف دہ تھا۔ کہ بچہ میری بجائے کسی اور
کو اپنی ماں سمجھتا ہے۔ تاہم وہ دیر تک اس سے پیار اور محبت کرتی رہی۔ اور آخر کار آدھی رات کے
قریب جب ڈاکٹر نے اس بات کا اطمینان دلا دیا۔ کہ اب مرض کا خطرہ بالکل باقی نہیں رہا ہے۔ تو ایلین
یہ کہکر کہ میں اسے صبح کو پھر دیکھنے آؤں گی۔ وہاں سے لوٹی۔

مکان پر واپس آکر باغ میں سے گذر چکی۔ تو وفادار میرین نے اُسے عقبی دروازے میں سے
اندر داخل کر لیا۔ اسوقت ایلین نے دبی زبان سے خادمہ سے کہا "بچہ اب ہر طرح محفوظ ہے۔
لیکن میرے بعد والد نے میرے متعلق کچھ پوچھا تو نہیں تھا؟"

خادمہ نے کہا "نہیں بی بی وہ اب تک نشست گاہ میں بیٹھے ہیں۔ اور مسٹر مارکھم بھی اُن
کے پاس ہیں"

ایلین نے کہا "وہ کیا بات ہے۔ کہ وہ اب تک بیدار ہیں۔ لیکن خیر میں اسوقت تھکی ہاری ہوں۔
اسلئے سیدھی اپنے کمرے کو جاتی ہوں"

میرین نے شمع اس کے ہاتھ میں دے دی۔ اور شب بخیر کہکر رخصت ہوئی۔ ایلین
دبے پاؤں بالاخانے پر چلی گئی۔ اور چند منٹ میں کپڑے اتار کر لیٹ گئی۔ ہر چند کہ تھکی ماندی تھی پھر
بھی بہت دیر تک سو نہ سکی۔ آخر کار جب اُسے نیند آئی۔ تو وہ اس قسم کے نیم خواب کی سی حالت
تھی جس سے آنکھیں تو بھاری ہو جاتی ہیں۔ لیکن بیداری پورے طور پر رخصت نہیں ہوتی۔

ایلین کو چارپائی پر لیٹے بمشکل پاؤ گھنٹہ گذرا ہو گا۔ کہ خواب گاہ کا دروازہ آہستگی سے کھلا
اور اُسکا باپ شمع ہاتھ میں لئے اندر داخل ہوا۔ عمر رسیدہ شخص کا چہرہ اسوقت بالکل زرد تھا۔ اور

اُسکی آنکھوں میں دہشت کے ایسے آثار نمودار تھے۔ جو اس کے مضطرب خیالات کا پتہ دیتے تھے۔ وہ بستر کے قریب آیا۔ اور چند منٹ تک بڑے غم و الم کے ساتھ اس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔

یکایک ایلن نے آنکھیں کھول دیں۔ اور اُٹھ بیٹھکر کہنے لگی "پیارے ابا! کیا بات ہے؟"

بڈھے نے شمع میز پر رکھدی اور پر جلال لہجہ میں کہنے لگا "میں سخت حیران ہوں۔ کیا معاملہ ہے۔ ایلن تم صرف ایک لفظ لکھکر میرے خیالات کی تردید کردو۔ اور مجھے اس بات کا یقین دلادو۔ کہ تم اب بھی ویسی ہی پاکباز لڑکی ہو جیسی میں ہمیشہ تمہیں خیال کرتا رہا ہوں"

نوجوان حسینہ کے دل میں ایک خوفناک شبہ پیدا ہوگیا۔ اور وہ کہنے لگی "ابا تم یہ سوال مجھ سے کس لئے پوچھتے ہو؟"

عمر رسیدہ شخص نے کہا "اسلئے کہ ایک خوفناک خیال میرے دماغ کو پریشان کر رہا ہے اور میں محسوس کر رہا ہوں۔ کہ جب تک صحیح حالات معلوم نہ کرلوں۔ میں سو نہیں سکتا"

ایلن کے رخساروں پر پہلے حیا کی سرخی چھا گئی۔ پھر اُن کی رنگت بالکل سفید ہوگئی۔ کہنے لگی "ابا تم اپنی گفتگو سے مجھے خوف زدہ کر رہے ہو۔ صاف صاف بیان کرو۔ کہ معاملہ کیا ہے؟"

بڈھے نے کہا "ایلن مختصر لفظوں میں میں یہ جاننا چاہتا ہوں۔ کہ اس رقعہ کا مضمون کیا معنی رکھتا ہے" یہ کہکر اُس نے بڑے اضطراب کے ساتھ ڈاکٹر کا خط اسکے بستر پر رکھدیا۔

ایک لمحہ میں ایلن کو یاد آگیا۔ کہ جب یہ رقعہ اُسے ملا تھا۔ تو وہ حالت اضطراب میں اُسے وہیں چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ انتہا درجے کے ذہنی رنج کی حالت میں اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اور آنکھوں میں آنسو بھر کے چلا کر کہا "میرے پیارے ابا۔ برائے خدا مجھے معاف کردو۔ اپنی بدنصیب لڑکی کو قابل ملامت نہ سمجھو" یہ کہکر اس نے اپنا سر اپنے والد کی چھاتی پر رکھدیا۔ اور دیر تک اس کے جواب کا اضطراب کی حالت میں انتظار کرتی رہی۔

مسٹر منرو چند منٹ تک خاموش رہے۔ لیکن اُن کا ہلتا ہوا ہونٹ اور پیشانی کی رگوں کی حرکت ظاہر کرتی تھی۔ کہ ان کے سینے میں نہایت خوفناک خیالات جوش زن ہیں۔ آخر کار دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر بچوں کی طرح روتے ہوئے کہا "میرے خدا! کاش کہ میں یہ رنج دہ نظارہ دیکھنے سے پہلے ہی مر گیا ہوتا"

یہ الفاظ مسٹر منرو کے دلی رنج کے مظہر تھے۔ اور انہیں سنکر ایلن کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ شاید میرے باپ کی عقل اور زندگی جواب دے گئی ہیں۔ بستر سے اٹھکر اس نے دو زانو ہوکر

با آواز بلند کہا "میرے پیارے ابا مجھے بخش دو۔ اگر وہ بچہ اسوقت موجود ہوتا تو میں اسے گود میں لے کر آپ
کے سامنے پیش کرتی۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس معصوم بچہ کو دیکھ کر آپ مجھے ضرور معاف کر دیتے"

"ایلن! ایلن!" مسٹر منرو نے اپنا چہرہ بیٹی کی طرف سے جو دوزانو ہو کر رحم کی ملتجی تھی۔ ہٹا کر
کہا "افسوس! تو نے اپنے باپ کا دل توڑ دیا۔ خدا کا شکر ہے۔ تیری ماں اس واقعہ سے پہلے مر گئی
ورنہ جانے آج اس کا کیا حال ہوتا لیکن بد نصیب لڑکی بتا کس نے تیرے دامن عصمت کو داغ
کیا؟ کیونکہ اس خط کو پڑھنے کے بعد انتہائے رنج کی حالت میں بچہ کا نام دیکھ کر میں نے جلدی
سے بڑی ناشکر گذاری کے ساتھ اپنے فیاض محسن کو اپنی تباہی کے لئے متہم کیا تھا۔ آہ میں کتنا بڑا
احسان فراموش ہوں۔۔۔۔"

"کسے؟ رچرڈ کو؟ نہیں ہزار بار نہیں" ایلن نے انتہائے رنج کی حالت میں کہا۔ "اس
کا دامن اس گناہ سے بالکل پاک ہے!" اسکے بعد جب اسے یاد آیا۔ کہ اس بچہ کا باپ حقیقت میں
کون ہے۔ تو اس نے بڑی دردناک چیخ ماری۔ اور بیہوش ہو کر پیچھے کو گر پڑی

"ایلن! ایلن!" بڈھے نے چلا کر کہا "ایلن! میری پیاری ایلن! آہ! مجھ بد نصیب نے
اسے جان سے مار دیا ہے"

عین اسوقت میرین ہاتھ میں شمع لئے کمرہ میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھ کر تکلیف زدہ
باپ نے چلا کر کہا "میرین پانی لاؤ۔ آہ! یہ بیہوش ہے! مر رہی ہے!"

پاس ہی پانی کی ایک صراحی رکھی ہوئی تھی۔ اس میں سے خود ہی ایک گلاس بھر کر اور
دوزانو ہو کر اس نے بیہوش لڑکی کی کنپٹیوں کو دھونا شروع کیا۔ چند لمحوں کے عرصہ میں ایلن کو
کسی قدر ہوش آیا۔ اور اس نے وحشت ناک نظروں سے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔ عمر رسیدہ
شخص نے اسکا ہاتھ اپنے لبوں سے لگایا۔ اور کہنے لگا "میری عزیز بیٹی میری خاطر زندہ رہ۔ میں
تجھے سب کچھ معاف کر دونگا۔ میں ہر ایک بات کو بھلا دونگا۔ پیاری ایلن میں نے تجھ پر بہت سختی کی۔ تو
ہمیشہ مجھ سے بڑے پیار اور محبت سے پیش آتی رہی ہے"

میرین نے کہا۔ "جناب آپ اسے چھوڑ کر چلے جائیں تھوڑی دیر میں خود ہی سنبھل
جائیگی۔ اس واقعہ کا اسے بہت صدمہ ہوا ہے"

مسٹر منرو نے کہا "خیر میں جاتا ہوں۔ لیکن میرین تم اس کے پاس ٹھیرو۔ میں صبح آکر
اسکی حالت دیکھونگا" یہ کہکر عمر رسیدہ شخص کمرہ سے باہر چلا گیا۔

نواں باب

باپ بیٹی

دن کے نو بجے تھے۔ اور ایلین زرد رو ماچشم تر بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ بڈھا باپ اس کے سرہانے بیٹھا تھا۔

گذشتہ شب کے واقعات نے عمر رسیدہ شخص کے چہرہ بشرہ پر بہت کچھ تبدیلی پیدا کر دی تھی۔ اسکے اوسان اڑے ہوئے اور بشرہ پر وحشت کے آثار نظر آتے تھے۔ کبھی اسکے ہونٹ اس طرح حرکت کرنے لگتے تھے گویا غصہ میں بھرا ہوا ہے۔ کبھی وہ اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگتا تھا۔ ایلین غور سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی

آخر کار عمر رسیدہ شخص نے ہلکی اور افسوسناک آواز میں کہا "ایلین کیا اب بھی تم مجھے اس شخص کا نام بتانے سے انکار کرتی ہو جس نے تمہارے دامن ناموس کو چاک کیا ہے؟"

ایلین کہنے لگی "پیارے ابا۔ اس اذیت سے کیا حاصل ہے۔ کیا میں پہلے ہی کچھ کم تکلیف برداشت کر چکی ہوں؟"

مسٹر منرو نے جواب دیا "میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تم نے بہت تکلیف اٹھائی ہے۔ تمہیں ہمیشہ نیکی کی تعلیم دی جاتی رہی تھی۔ اور امید نہیں کہ تمہیں اس گناہ کے وقت ندامت یا پشیمانی نہ ہوئی ہو۔ بیشک تم نے تکلیف اٹھائی ہے۔ لیکن تم سمجھ سکتی ہو۔ کہ گذشتہ چند گھنٹوں کے عرصہ میں خود میں کس قدر تکلیف اٹھا چکا ہوں جب میں نے اس خوفناک رقعہ کو پڑھا۔ تو سچ مچ میں دیوانہ ہو گیا تھا۔ صرف دو خیالات میرے دل میں موجود تھے ایک یہ کہ تم ایک بچے کی ماں بن چکی ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اس بچے کا نام رچرڈ ہے۔ بھلا ان حالات میں میں کیا سمجھ سکتا تھا؟ میں سیدھا اپنے محسن کے کمرے میں گیا۔ اور دروازہ بند کر کے شیطانی غصہ میں بھرا ہوا اس کے قریب جا کر کہنے لگا۔ بدمعاش کیا اس مہمان نوازی کی قیمت جو آجتک تم کرتے رہے ہو۔ میری لڑکی کی عصمت تھی؟ وہ اس فقرہ کو سنکر حیرت زدہ ہو گیا۔ میں نے اسے رقعہ دکھایا۔ اور وہ زار زار رو کر کہنے لگا۔ کیا تم میرے متعلق اس قسم کا شبہ دل میں لا سکتے ہو؟ اس کے بعد ہم کچھ عرصہ تک آپس میں گفتگو کرتے رہے۔ آخر اسکی صاف بیانی سے میرا اطمینان ہو گیا۔ کہ میں ہی سراسر غلطی پر ہوں۔ وہ کہنے لگا۔ آج کی رات گذر جانے دو۔ کل اس کے متعلق جو کچھ کرنا ہوگا۔ کرینگے۔ وہ ڈرتا تھا۔ کہ میری پر جوش حالت کوئی خطرناک نتیجہ نہ پیدا کر دے۔ وہ سمجھتا تھا۔ کہ رات کا آرام میرے جوش کو بہت کچھ ساکن کر دیگا۔ لیکن میرے لئے آرام محال تھا۔ میں اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ لیکن تھوڑی دیر ہی وہاں ٹھیرا تھا۔ کہ مجھے معلوم ہوا۔ میں اس راز کو دیر تک چھپا نہیں

سکتا۔ میں سب کا تمہارے کمرے میں آیا۔ اور اُسکے بعد تم جانتی ہو۔ کہ وہ شک جسے میں نے بڑی حفاظت سے اپنے دل میں رکھا ہوا تھا تمہارے الفاظ سے بالکل مضبوط ہو گیا . . . "

ایلن رو کر کہنے لگی "پیارے ابا کاش تم سارے حالات سے واقف ہوتے - اس صورت میں تم یقیناً مجھ پر رحم کھاتے یہ نہ خیال کیجئے۔ کہ مجھ سے جو کچھ ہوا۔ وہ کسی جذبۂ حیوانی کا اثر تھا۔ یا اُس سے کسی رشتہ محبت کا تعلق تھا نہیں ہرگز نہیں . . . "

مسٹر منرو نے گھبرا کر کہا "ایلن تو کیا کہہ رہی ہے ؟ کیا تو یہ چاہتی ہے۔ کہ میں تجھے اس . اُنت سے بھی محروم سمجھوں۔ جس کی ایسے حالات میں کوئی عورت مستحق سمجھی جا سکتی ہے ایلن سارے حالات صاف صاف بیان کر۔ کہ میرا اطمینان ہو"

ایلن کے چہرہ پر حیا کی سرخی چھا گئی۔ اور وہ کہنے لگی " میں آپ سے سارے حالات یعنی جو کچھ میں بیان کر سکتی ہوں۔ بیان کئے دیتی ہوں۔ آپ کو یاد ہے۔ کہ جب دوسری مرتبہ افلاس میں مبتلا ہو کر ہم گولڈن لین کے خوفناک احاطہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ تو ہم نے کسقدر نا قابل برداشت مصیبتیں اُٹھائی تھیں۔ آخر کار جاں بلب ہو کر ایک روز آپ صبح کے وقت رچرڈ مارکھم کی فیاضی سے اپیل کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے . . . "

منرو نے کہا " ہاں ہاں مجھے یاد ہے تم آگے بیان کرو"

" آپ کو یہ بھی یاد ہوگا۔ کہ جب آپ واپس آئے تو میں گھر پر موجود نہ تھی "

عمر رسیدہ شخص نے اضطراب اور بے صبری کی حالت میں کہا " ہاں مجھے یاد ہے بہت عرصہ گذر گیا۔ اور تم نہ آئیں۔ بجالیکہ میرے پاس روپیہ موجود تھا . . . "

ایلن نے اس انداز سے کہ اسکی آواز پورے طور پر سنائی نہ دیتی تھی۔ اور اُسکے چہرہ گردن اور چھاتی پر حیا کی سرخی چھائی ہوئی تھی۔ کہا " اور جب میں آخر کار بہت دیر کر کے واپس آئی تو کیا میں اپنے ساتھ روپیہ نہ لائی تھی ؟ "

مسٹر منرو گھبرا کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے - اور چلا کر کہنے لگے " خداوندا تیری پناہ ایلن بس کر اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ - ورنہ میں دیوانہ ہو جاؤنگا - خدایا میں کیا سن رہا ہوں ؟ کیا تمہارا مطلب یہ ہے۔ کہ تم نے روپیہ کی خاطر اپنی عصمت کسی عیاش آدمی کے ہاتھ فروخت کر دی "

یہ کہکر عمر رسیدہ شخص اپنی بیٹی کو گلے لگا کر زار زار رونے لگ گیا۔

ایلن نے کہا " ابا پیارے ابا۔ سکون اختیار کرو - میں آپ کو محتاجی کی حالت میں دیکھ

نہ سکی تھی۔ اور مجھے اسکی بہت کم امید تھی۔ کہ آپ اس شخص سے جو ہمارا محسن ہے کچھ نقدی لا سکیں گے۔ مجھے خیال آیا۔ کہ اب صرف ایک ہی ذریعہ باقی ہے لیکن" اس نے ایسے انداز سے کہا۔ کہ اسکی آنکھوں میں نخوت کی آگ روشن تھی۔ جبکہ اسکا باپ پیچھے ہٹ کر اپنی نشست پر بیٹھ گیا تھا" لیکن خدا گواہ ہے۔ کہ میں نے جو کچھ کیا۔ وہ محض اپنی خاطر سے نہ تھا نہیں بالکل نہیں۔ مجھے موت کی بھی چنداں پروا نہ تھی لیکن پیارے ابا میں آپ کو فاقہ کشی کی حالت میں نہ دیکھ سکتی تھی۔ مجھ سے صرف ایک بار گناہ سرزد ہوا ہے۔ ہاں صرف ایک بار۔ لیکن آجتک مجھے اس ہولناک فعل کی بدرجہ انتہا پشیمانی رہی ہے کیونکہ وہ میرا ایک ہی گناہ نمودار ثابت ہو گیا . . . "

مسٹر منرو رنج اور فکر سے نڈھال ہو رہا تھا۔ اس کے جھری دار ہاتھوں میں سے جن سے اس نے چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ آنسوؤں کی قطار بہ رہی تھی وہ سسکیاں لے لے کر رو رہا تھا۔ آخر بمشکل اسکی زبان سے صرف اتنا نکلا " ایلن میری بیٹی میں تم سے معافی چاہتا ہوں"

مس منرو نے اپنے بازو اسکی گردن کے گرد ڈال دیئے اور اسکی پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے کہنے لگی " پیارے ابا۔ بس اب اور کچھ نہ کہو۔ قصور آپ کا نہیں۔ دراصل مصیبت نے مجھے اس قدر مایوس کر دیا تھا۔ کہ میں بے خود ہو گئی۔ لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ میری حالت اسقدر مستوجب سزا نہیں۔ جسقدر قابل رحم ہے" اور اس کے بعد اس طریق سے کہا کہ الفاظ اسکا گلا گھونٹتے معلوم ہوتے تھے۔ اس نے کہا " آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ میں اپنے بچہ کا نام کسی سے ظاہر نہیں کر سکتی "

آہ کس قدر خوفناک نظارہ ہے۔ کہ ایسی نوجوان پاکباز اور حسین لڑکی ضرورت سے تنگ آ کر اپنا حسن ایک نامعلوم عیاش کے ہاتھوں فروخت کرنے پر مجبور ہو گئی۔ باپ کو یہ معلوم کر کے کہ اسکی اکلوتی بیٹی اسکی اپنی مصیبت اور محبت سے مجبور ہو کر اس فعل کی مرتکب ہوئی ہے۔ اسقدر رنج ہوا کہ وہ اس صدمے سے بہت دیر تک سر نہ اٹھا سکا۔ کچھ عرصہ ایلن اسے تسکین دینے کی ناکام کوشش کرتی رہی لیکن عمر رسیدہ شخص سکتہ کی سی حالت میں بیٹھا رہا۔ اور آخر کار جب لڑکی نے عالم یاس میں زور زور سے رونا اور چھاتی پیٹنا شروع کر دیا۔ تو اسے اپنے جذبات یاس کو فرو کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

بہت دیر تک باپ بیٹی ایک دوسرے کو تسلی دینے کی کوشش کرتے رہے اور آخر کار وہ دونوں خاموش بیٹھے آنسو بہا رہے تھے۔ کہ مارکہم اور میرین کمرہ میں داخل ہوئے مسٹر منرو کو اس وقت یہ

دیکھ کر انتہا درجہ کا تعجب اور ایلن کو غائت درجہ کی خوشی ہوئی۔ کہ میرین کی گود میں اس کا بچہ ہے۔ جسے وہ اس کی طرف لا رہی ہے۔

رچرڈ کہنے لگا "ماں کو اس کے بچہ سے کسی حالت میں جدا نہیں رکھنا چاہئے۔ آئندہ کے لئے ایلن تم ہی اس کی پرورش کیا کرو۔" ایلن نے والہانہ خوشی ظاہر کرتے ہوئے بچے کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور کہنے لگی "میرے محسن میرے بھائی میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں؟" اور مسٹر منرو نے کہا۔ "رچرڈ تم انسان نہیں۔ کوئی فرشتہ ہو۔ ایسی فیاضانہ طبیعت بہت کم شخصوں میں دیکھی جاتی ہے۔"

میرین نے بظاہر جھک کر بظاہر سوتے ہوئے بچے کو پیار دیا۔ لیکن در اصل آہستگی سے ایلن کے کان میں کہہ دیا "آپ کے لئے فکر کی کوئی بات نہیں۔ میں خود جا کر اس بچہ کو لائی ہوں۔ اور مسٹر ونٹ ورتھ آپ کے راز کو ہر طرح پوشیدہ رکھیں گے۔"

ایلن نے میرین کی طرف شکر گذاری کی نظر سے دیکھا۔ کیونکہ اس سے اس کا اطمینان ہو گیا۔ کہ مبادا اگر کوئی امر براہ راست یا بالواسطہ اس قسم کا ظاہر ہونے دیگا۔ جس سے بچہ کی ولدیت کا پتہ چل سکے۔ کچھ عرصہ کے لئے اس کے دل میں یہ خوف پیدا ہو گیا تھا۔ مبادا ادکھم خود مسٹر ونٹ ورتھ کے مکان پر گیا ہو اور اُسے اُسکی زبانی یہ بات معلوم ہو گئی ہو۔ کہ بچہ کے باپ نے اُسکی پرورش کے لئے وظیفہ مقرر کر رکھا ہے۔ لیکن جب اس بارہ میں اس کا اطمینان ہو گیا۔ تو اپنے باپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی "ہمارے محسن نے جس نیک دلی سے ہمارے ساتھ سلوک کیا ہے۔ اُسے پیش نظر رکھتے ہوئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُسے بھی اس راز سے آگاہ کیا جائے۔ آپ اس بارہ میں جو کچھ مناسب سمجھیں اُن سے کہہ دیجئے۔"

رچرڈ کہنے لگا "ایلن مجھے سب کچھ معلوم ہے جس وقت تم اپنی افسوسناک داستان اپنے باپ سے بیان کر رہی تھیں۔ میں کسی کام کے لئے تمہارے کمرے کے دروازہ تک آیا تھا۔ معاف کرنا۔ کہ اس وقت بغیر کسی ارادہ کے میں نے اس داستان کا بڑا حصہ سن لیا۔ لیکن خدا شاہد ہے کہ میں نے کسی بے جا تجسس کو رفع کرنے کے لئے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اس دلچسپی کی وجہ سے جو اب میں تمہارے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ رکھتا ہوں۔"

ایلن نے سر جھکا کر آہستگی سے کہا "تو کیا اب آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں؟"

رچرڈ بولا "نفرت کا کیا ذکر ہے۔ مجھے تم سے گہری ہمدردی ہے۔ تم گنہگار نہیں۔ بدنصیب ہو۔ تمہاری روح پاک اور بے عیب ہے۔"

ایلین کہنے لگی" مگر جب دنیا اس بچہ کو میری گود میں دیکھے گی تو کیا کہے گی؟"

مارکہم نے کہا" ایلین دنیا نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ کہ تمہیں اس کے خیالات کی پرواہ ہو۔ دنیا خواہ کچھ کہے۔ اسکی پرواہ نہیں۔ لیکن ماں کو اس کے بچے سے جدا کرنا سوائے اس حالت کے کہ تم خود اُسے اپنے سے الگ کرنا چاہو۔ خلاف قدرت اور خلاف انسانیت ہے۔"

ایلین بولی" نہیں یہ بات نہیں لیکن میں نہیں چاہتی۔ کہ میری ناگوار حالت کی وجہ سے آپ کے امن و سکون میں خلل واقع ہو۔ نہ میں یہ چاہتی ہوں۔ کہ ایک کنواری بچہ دار عورت کے تمہارے مکان میں رہنے سے لوگوں کو بدگوئی کا موقع ملے۔ اسلئے میں اپنے والد سمیت کسی علیحدہ مقام پر سکونت اختیار کرونگی ۔ ۔ ۔"

مارکہم نے قطع کلام کر کے کہا" ایلین اگر میں اس بات کی اجازت دوں تو ثابت ہوگا۔ کہ مجھے تمہارے ساتھ سچی ہمدردی نہیں ہے۔ نہیں سوائے اس حالت کے کہ تم اور تمہارے والد یہاں رہتے رہتے تنگ آ چکے ہوں میں تمہیں کہیں جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسکی مجھے پرواہ نہیں کہ دنیا کیا کہتی ہے"۔

ایلین کہنے لگی" رچرڈ میں تمہاری نیکدلی کی کس منہ سے تعریف کروں۔ تم ہر ایک نیک کام کے لئے کوئی نہ کوئی وسیلہ پیدا کر ہی لیتے ہو۔ کاش خدا تمہیں بادشاہ بناتا۔ اور بادشاہوں جیسی دولت دیتا۔ تاکہ لاکھوں تمہارے دریائے فیض سے فائدہ حاصل کر سکتے۔"

رچرڈ نے جواب دیا" مجھے میری اپنی مصیبتوں نے دوسروں سے ہمدردی کرنا سکھایا ہے۔ اور اگر دنیا میں بدگوئی کی بجائے ہمدردی کا مادہ زیادہ پیدا ہو جائے۔ تو مجھے یقین ہے۔ کہ خود غرضی غیبت حسد اور کینہ نام کو بھی نہ رہے۔"

ایلین نے دبی زبان سے کہا" تو گویا اس بات کا فیصلہ ہے۔ کہ آئندہ یہ بچہ میرے پاس رہے" یہ کہتے ہوئے اس نے بچہ کو پے درپے بوسے دیئے۔ اور ساتھ ہی اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی۔

عین اس وقت بچہ بھی بیدار ہو گیا۔ اس کے معصوم چہرہ پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ ایلین نے اسے اور بھی زیادہ شوق سے چھاتی کے ساتھ لگالیا۔ اور دیر تک اس سے پیار کرتی رہی۔

دسواں باب

مسٹر گرین وڈ کا دفتر

اسی روز جس کی صبح کو رچرڈ مارکھم نے اپنی قابل تعریف ہمدردی سے کام لیکر سجّو کو ایلین کے پاس بھیجا، وہ بیٹھا مسٹر گرین وڈ اپنی شاندار نشست گاہ میں جس کی کیفیت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، بیٹھا ہوا آئندہ اجلاس پارلیمنٹ کے لیے تقریر تیار کر رہا تھا۔ اس نے دو سکریٹری ملازم رکھے ہوئے تھے جو اس کام میں اسکی مدد کرتے تھے۔ ایک حسبِ تفصیلات مہیا کرتا تھا۔ دوسرے کا کام ان میں فصاحت و بلاغت کی جان ڈالنا تھا۔ دونوں کو تیس تیس شلنگ ہفتہ وار تنخواہ ملتی تھی۔ دونوں صبح نو بجے سے رات کے ۹ بجے تک کام کرتے تھے۔ البتہ اس عرصہ میں تین بار آدھ آدھ گھنٹہ کی چھٹی کھانا کھانے کے لیے ملا کرتی تھی جو وہ اپنے خرچ پر کھاتے تھے۔ ان غریبوں کی ساری محنت کا فائدہ مسٹر گرین وڈ خود حاصل کرنا چاہتا تھا۔

وہ اس کام میں مصروف تھا۔ کہ آرتھر چیپٹر کمرہ میں داخل ہوا۔ اور کاہلی کے انداز سے ایک صوفہ پر بیٹھ کر کہنے لگا "میں کل فرانس جا رہا ہوں۔ میرے لائق وہاں کوئی کام ہو۔ تو فرمائیے۔"

گرین وڈ نے کہا "کام تو خاص نہیں ہے۔ لیکن کیا آپ کا منشا وہاں زیادہ عرصہ ٹھیرنے کا ہے؟"

چیپٹر بولا "میں کم و بیش ایک مہینہ پیرس میں رہونگا۔"

"اور اس عرصے میں" مسٹر گرین وڈ نے مسکرا کر کہا "تم اُس روپیہ کو اچھی طرح صرف کر سکوگے۔ جو مسٹر وایولا چیپٹر نے از راہِ فیاضی تمہیں دیا ہے۔"

چیپٹر نے زور کا قہقہہ لگایا۔ اور کہنے لگا "جی ہاں بڑی فیاضی سے۔ روپیہ ضائع کرنے کا تو خیر کیا ذکر ہے۔ میں اسے دُگنا کر لانے کی امید رکھتا ہوں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ فرانس میں جو کھلے قمار خانے موجود تھے۔ وہ اب موقوف ہو چکے ہیں۔ مگر پرائیویٹ کلبوں میں کھیل کا کافی میدان موجود ہے۔ لیکن آپ کو یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ میرے پاس بہت بڑی دولت جمع ہے۔ کیونکہ روپیہ حاصل کرنے میں اسکا بڑا حصہ ضائع بھی ہو چکا ہے۔ پانسو پونڈ ٹاملنسن کو اس کی امداد کے لئے دیئے گئے تھے۔ پانسو آپ کو امداد مشورہ اور حصہ لینے کے عوض دیئے گئے ہیں جو بجائے خود ایک معقول رقم ہے۔ اور تین سو غریب اینتھنی ٹڈ کنز کو۔"

گرین وڈ کہنے لگا "بیشک اسکی غریبی میں کیا کلام ہے۔ تمہارے اپنے بیان سے معلوم

ہوتا ہے۔ کہ وہ اس وقت پیسے پیسے سے تنگ ہو چکا ہے"

چیسٹر نے کہا "جی ہاں بالکل صحیح ہے جس رات دائیڈا کو رہا کیا جانا تھا جب وہ مجھے اور ٹاملنسن کو اپنے مکان کے پاس والی تاریک گلی میں ملا۔ تو چرخ کی طرح جھلایا ہوا تھا۔ اس کے بیان سے معلوم ہوا۔ کہ وہ وقت مقررہ سے پہلے سو گیا تھا۔ ہمارے آنے سے دس منٹ پہلے بیدار ہوا۔ تو اُسے اس نقصان کا پتہ اس طریق پر ملا۔ جو میں آپ سے بیان کر چکا ہوں"

گرین وڈ نے لاپروائی کے لہجہ میں کہا "میں ایسے شخص کو کسی حال میں بھی اپنا دشمن بنانا نہیں چاہتا"

"یہی خیال میرا بھی ہے" چیسٹر کہنے لگا "بخدا جس وقت وہ ہمیں ملا ہے۔ تو کس قدر جوش میں بھرا ہوا تھا۔ اور کتنی بکواس کر رہا تھا۔ کہتا تھا جب تک میں اس عورت کو جو میرا روپیہ لے گئی ہے پکڑ کر اس سے بدلہ نہ لے لوں مجھ پر کھانا پینا حرام ہے۔ ایک بار اُس نے کہا۔ کہ اسکی کھال ادھیڑ لینا تو بالکل ہلکی سزا ہے۔ میں نے ازراہ ترحم اُسے بیس پونڈ اور ٹاملنسن نے ڈر کے مارے دس پونڈ دیئے۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے۔ اس ٹڈ کنز کا اس بزدل دلال پر کوئی خاص اثر ہے ۔ ۔ ۔"

گرین وڈ نے کھانس کر کہا "ہوں۔ تو گویا وہ اپنے چور کے تعاقب میں خالی ہاتھ روانہ نہیں ہوا"

"نہیں نہیں کیونکہ میرے خیال میں آدمی بڑا کارآمد ہے۔ اور اسکی ضرورت بارہا پڑ سکتی ہے"

گرین وڈ کہنے لگا "بے شک۔ وہ ایسا شخص ہے جس سے ہم دنیاداروں کو دولت کا راستہ ہموار کرنے میں مدد لینی پڑتی ہے۔ ہاں۔ تو بتاؤ۔ تمہاری چاہتی موبی کا کیا حال ہے؟"

چیسٹر نے جواب دیا "مجھے سوائے اس کے جو کچھ آپ کے روبرو پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اور کچھ معلوم نہیں۔ اس نے کیمبرج ہیتھ گیٹ کی سکونت چھوڑ دی ہے۔ اور اب شہر میں ایک ایسا مکان لے لیا ہے جس میں اور بھی بہت سے کرایہ دار رہتے ہیں۔ وہ اب اپنے آپ کو ہر طرح محفوظ رکھنا چاہتی ہے لیکن" اُس نے مسکرا کر کہا "جب تک وہ اس معاملہ کے متعلق خاموش ہے۔ جیسا کہ بظاہر اس کے انداز سے پایا جاتا ہے۔ اُسے میری طرف سے کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہو سکتا"

گرین وڈ کہنے لگا "میں پوچھتا ہوں۔ بھلا اس روز اگر وہ خود فرار نہ ہو جاتی۔ تو تم اسے رہا کر دیتے؟"

"جی ہاں۔ بے شک" چیسٹر نے کہا "میں اس معاملہ کو حد انتہا تک لے جانا نہ چاہتا تھا۔ اور مجھے اس کا بھی یقین ہے۔ کہ اس خوفناک حجرہ میں اگر اُسے ایک ہفتہ اور قید رکھا جاتا۔ تو اُس کا سچ مچ پاگل ہو جانا یقینی تھا۔ اس کے علاوہ اس بدبخت احمق ٹاملنسن کا بھی تو اندیشہ تھا۔ جو

اس بات کو روا رکھ رہا تھا۔ کہ اُسے میرے سامنے رکھا جائے ۔ اس شخص میں بدمعاشوں والی ساری صفتیں پائی جاتی ہیں۔ کسی ایک جرأت کی ہے"۔

گرین وڈ نے معاملہ کا پہلو بدلتے ہوئے کہا "تمہارے دوست ہاربرڈ کا اب کیا حال ہے؟"

"اصل بات یہ ہے ۔ کہ وہ بھی میرے ساتھ پیرس جا رہا ہے ۔ آپ جانتے ۔ اُس کا نام غالباً آپ کو یاد ہوگا۔ وہ کہتا ہے ۔ لارڈ شیمارٹن کا داماد سر روپرٹ ہاربرڈ ۔ ۔ کیوں ؟"

گرین وڈ جو اپنی گھڑی کی زنجیر ہلا رہا تھا۔ کہنے لگا "ہاں مگر اب یہ نام کچھ بوسیدہ ہو گیا ہے ۔ لیڈی سسیلیا سے ملے آپ کو کتنا عرصہ ہوا؟"

"مجھے اُس سے ملنے کا موقعہ نہیں ہوا ۔ ہاں اتنا معلوم ہے۔ کہ اب وہ اور سر روپرٹ جدا جدا رہتے ہیں۔ لیکن سر روپرٹ نے معلوم کیا ہے۔ کہ لیڈی سسیلیا کے پاس مرد بہت آتے ہیں اور اُن میں قابل ذکر گرینیڈیر گارڈ کا ایک افسر بھی ہے۔ جو اپنی اونچی ٹوپی پہن لے ۔ تو سات فٹ سات انچ کا لمبا جوان ہے"۔

گرین وڈ نے کہا "تو گویا اب لیڈی سسیلیا ایک مسلمہ فاحشہ عورت بن گئی ہے"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے یہ بات سوچنے کی پروا نہیں کی۔ کہ اُسے ایسا بننے میں کس نے مدد دی۔

جیسپر کہنے لگا "جی ہاں۔ اس میں کیا شک ہے لیکن فرمائیے۔ آپ کی کاروباری مصروفیت بہت بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے"۔

گرین وڈ نے کہا "ہاں میں ٹوری فریق کی طرف سے آجکل بہت مصروف ہوں۔ آئندہ وزیر اعظم کو مجھ پر بہت اعتماد ہے ۔ اور میں نے پچھلے دنوں میں اُسے دیگر فریق کے سات ووٹ حاصل کر دیئے ہیں جس وقت ٹوری فریق کامیاب ہوا ۔ میرا بیرونٹ بن جانا یقینی ہے"

جیسپر نے رخصت ہونے کے لئے اُٹھتے ہوئے کہا "خیر صاحب آپ کی زندگی بڑی کامیاب ثابت ہو رہی ہے"

گرین وڈ نے اطمینان کے انداز سے مسکراتے ہوئے کہا "ہاں ہاں کافی طور پر"۔

اس کے بعد جیسپر نے اس سے ہاتھ ملایا ۔ اور رخصت ہو گیا۔

نصف گھنٹہ تک مسٹر گرین وڈ بدستور اپنے کام میں مصروف رہا ۔ اور اس کے بعد ایک اور شخص اُس سے ملنے کے لئے آیا ۔ یہ مسٹر ٹاملنسن دلال تھا۔ اُس سے تھوڑا سا معاملہ کرنے کے بعد گرین وڈ نے پوچھا "کہو تمہارے اُس بڈھے کا کیا حال ہے؟"

"ٹاملنسن نے کہا "میں نے اُسے سینٹ ٹل گرین کی ایک تاریک گلی میں مکان لے دیا ہے۔ اور اب وہ اس جگہ رہتا ہے"

گرین وڈ کہنے لگا۔ میری تجویز بہتر تھی نہیں لازم تھا۔ کہ اُسے بڈلم کے شفاخانے میں رکھوا دیتے۔ اور گزارے کے لئے میں چار شلنگ ہفتہ وار دئے جاتے "

"ٹاملنسن نے غصہ سے کہا "یہ نامکن ہے۔ کہ میں اُس کے ساتھ ایسا ناشکرا اور خوفناک برتاؤ کروں"

گرین وڈ نے کہا "خیر تمہاری مرضی۔ تم اس معاملہ کی نسبت بہتر فیصلہ کر سکتے ہو"

ٹاملنسن نے کہا "اس ذکر کو جانے دیجئے"

مسٹر گرین وڈ کہنے لگا "ٹھیک یہی جواب میں نے راٹن برو کے ایک دفعہ کو اسوقت دیا تھا۔ جب وہ مجھے پارلیمنٹ میں میرے طرزِ عمل کے متعلق کچھ فہمائش کرنے آئے تھے"

اس وقت لافلور کمرے میں داخل ہوا۔ اور اس نے اپنے آقا کے کان میں کُھسر پُھسر کہا۔ یہ دیکھکر ٹاملنسن رخصت ہونے کے لیے اُٹھا۔ اور اُسکے چلے جانے پر نوکر نے میرین کو کمرہ میں داخل کیا

گرین وڈ کہنے لگا "میرین کیا بات ہے۔ کوئی بُری خبر تو نہیں لائی ہو؟"

اُس نے جواب دیا "خبر کو اچھا یا بُرا سمجھنے کا دارومدار اس بات پر ہے۔ کہ آپ اس کا کونسا پہلو دیکھتے ہیں۔ مختصر یہ ہے۔ کہ مس منرو کے باپ اور مسٹر مارکہم کو سارے حالات کا علم ہو گیا ہے"

گرین وڈ کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور وہ کہنے لگا "سارے حالات کا؟ نہیں کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ یقیناً ایلن نے . . . "

میرین کہنے لگی "سارے حالات سے میری یہ مراد تھی۔ کہ مسٹر منرو اور میرے آقا کو مس ایلن کے بچہ پیدا ہونے کا علم ہو چکا ہے۔ اور اب وہ بچہ اس کے پاس ہے"

"کہاں؟ مارکہم پلیس میں؟" گرین وڈ نے پوچھا۔

"جی ہاں"

"اچھا تو یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ کس نے . . . یعنی کس شخص نے . . . میری مراد یہ ہے کہ اس کا . . . اس بچہ کا . . . باپ . . . . "

"اطمینان فرمائیے مس ایلن نے اس معاملہ کو بالکل پوشیدہ رکھا ہے"

گرین وڈ نے آزادی سے سانس لیتے ہوئے کہا "خدا کا شکر ہے۔ لیکن وہ ڈاکٹر یعنی مسٹر وسٹ وریتھ . . . ؟"

"اُس نے بھی اس معاملہ کو پوشیدہ رکھنے کا اقرار کر لیا ہے۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ مس منرو نے محض آپ کی خاطر اس معاملہ میں خود بھی خاموشی اختیار کی ہے۔ اور مسٹر ونٹ ورتھ کو بھی میری معرفت کہلا بھیجا ہے کہ وہ ایسی بات نہ کہیں جس سے معلوم ہو جائے۔ اس بچے کا باپ کون تھا"

گرین وڈ نے بے صبری سے کہا "لیکن یہ راز کیونکر معلوم ہوا۔ ساری کیفیت بیان کرو"

"معاملہ بالکل مختصر ہے مسٹر ونٹ ورتھ نے ایک چٹھی کل شام مس منرو کے نام بچہ کی بیماری کے متعلق بھیجی تھی۔ وہ کہیں اس سے اُس کمرہ میں رہ گئی۔ جہاں اُسکے والد بیٹھے ہوئے تھے . . ."

گرین وڈ نے کہا "تو گویا اس کا باپ اور رچرڈ یعنی مسٹر مارکھم صرف اس بات سے واقف ہیں۔ کہ وہ ایک بچے کی ماں ہے؟"

"جی ہاں ہیں اس بات سے . . لیکن اوہ! اگر آپ کو معلوم ہو۔ کہ اس نے معاملہ کی تفصیلات سے بچنے کے لئے کیا عذر پیش کیا تھا . . . اس صورت میں یقیناً آپ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے"

"کیوں! عذر کیا تھا؟" گرین وڈ نے گھبرا کر پوچھا۔

میری نیلا بر اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی "جہاں تک میرا خیال ہے۔ وہ عذر صحیح نہ تھا"

مسٹر گرین وڈ نے اضطراب کے لہجہ میں پوچھا "لیکن آخر وہ کیا تھا؟"

"اُس نے اس مصیبت کا ذکر کیا تھا جس میں کچھ عرصہ گذرا۔ وہ اور اس کا باپ مبتلا تھے اور اس نے کہا تھا۔ کہ میں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنی عصمت ایک ایسے شخص کے ہاتھ بیچ دی۔ جس سے میں واقف نہیں ہوں۔ اور نہ آج میں نے اس دن کے بعد کبھی دیکھا ہے"

مسٹر گرین وڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا "آہ اُس نے یہ کہا تھا! اور کیا اس سے اس کے باپ اور تمہارے آقا کا اطمینان ہو گیا؟"

"بڈھا تو اسقدر رو دیا۔ گویا اسکا دل ٹوٹ گیا ہو۔ اور مسٹر مارکھم نے کہا۔ کہ آئندہ کے لئے بچہ اُسی گھر میں اپنی ماں کے پاس رہا کریگا۔ جناب حقیقت یہ ہے کہ میرے آقا کے برابر فیاض طبیعت رکھنے والا شخص آج تک میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس میں انتہا درجہ کی ہمدردی۔ فیاضی اور صداقت کا مادہ موجود ہے"

مسٹر گرین وڈ نے ایک لمحہ کے لئے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ گویا بعض کاغذات کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے جلدی سے چہرے پر رومال پھیرا۔ میری نے بعد ازاں اس واقعہ کا ایلو... سے ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ میرا خیال ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھے تھے۔

اس نے میرین کی باتوں کا کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ گھنٹی بجا کر اپنے فرانسیسی نوکر کو طلب کیا جو بہت
لافلور کمرے میں داخل ہوا۔ تو مسٹر گرین وڈ نے اُس سے کہا "تم سیدھے ہالورے میں مسٹر ونٹ ورتھ
کے مکان پر جاؤ۔ اور اُسے یہ پچاس پونڈ کا چیک دیکر کہنا۔ کہ یہ چونکہ کسی وجہ سے آپ کی حفاظت
سے لے لیا گیا ہے۔ اسلئے اس مہربانی کے شکریہ کے طور پر جو آپ اس سے کرتے رہے ہیں۔ اس کے
باپ نے یہ رقم آپ کے لئے بھیجی۔ اور امید ظاہر کی ہے۔ کہ اگر کبھی آپ سے اسکے باپ کے متعلق
کوئی سوال پوچھا جائے۔ تو آپ بالکل خاموش رہیں گے۔ جاؤ۔ جلدی واپس آنا۔"

لافلور نے نوٹ ہاتھ میں لیا۔ اور سلام کر کے رخصت ہو گیا۔ اس کے چلے جانے پر
گرین وڈ نے میرین سے مخاطب ہو کر کہا "تم نے مس منرو سے اس بات کا ذکر کر دینا۔ کہ میں نے
ڈاکٹر کو خاموش رکھنے کا انتظام کر دیا ہے۔"

خادمہ نے کہا "بہت اچھا۔ میں اُن سے کہدونگی" یہ کہکر وہ رخصت ہو گئی۔
جس وقت اُس کے چلے جانے پر دروازہ بند ہوا۔ تو مسٹر گرین وڈ نیم بیچھے کی طرف
کرسی پر گر کر ایک آہ سرد بھری۔ اور کہا۔ "آف! میرا بچہ رچرڈ کے مکان میں!"

گیارھواں باب

تبدیل قسمت

اسی سہ پہر کو تین بجے کے قریب ارل آف والنگٹن ڈوور سٹریٹ میں مسز آرلنگٹن کے مکان کے
دروازہ پر گھوڑے سے اترا۔ اور گھوڑا اپنے سوار سائیس کے حوالہ کر کے خود مکان کے اندر داخل
ہو گیا۔

ساحرہ نے نشست گاہ میں اس کا استقبال کیا۔ مگر وہ یہ دیکھکر حیران ہوئی۔ کہ ارل کے
انداز سے سرد مہری پائی جاتی تھی۔

جس صوفہ پر وُہ اُسنا بیٹھی تھی۔ اُس سے تھوڑے فاصلہ پر ایک کرسی پر بیٹھکر وہ کچھ دیر
بالکل خاموش رہا۔ اور خود مسز آرلنگٹن کو بھی اپنی نخوت کے باعث یہ پوچھنے کی جرات نہ ہوئی۔
کہ آج اس قدر سرد مہری کا برتاؤ کس لئے ہے۔ کیونکہ جہاں تک اُسے معلوم تھا۔ اس سے کوئی
حرکت اس قسم کی سرزد نہ ہوئی تھی۔ جس کے عوض اس کے ساتھ اس قسم کا سلوک کیا جاتا۔

آخر کار اس خاموشی کو جو دونوں کے لئے ناگوار ہو چلی تھی۔ ارل نے ہی یہ کہکر توڑا "ڈائنا آج سے ہم دونوں میں جدائی ہو چکی۔ تم نے میرے ساتھ اس قسم کا سلوک کیا ہے۔ جس کی بدولت سارے دوستوں میں میری ہنسی اُڑ رہی ہے"۔

ڈائنا یہ الزام سنکر نہایت متعجب ہوئی۔ اور کہنے لگی "مائی لارڈ غالباً آپ کو کسی نے کوئی غلط اطلاع دی ہے۔ یا آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں"۔

ارل نے جواب دیا "غلط فہمی یا مذاق کا سوال نہیں کیونکہ سر روپرٹ ہاربرو کے ساتھ تم نے جو سلوک کیا تھا۔ اسکی خبر میرے کانوں تک بھی پہنچ گئی ہے"۔

ڈائنا نے کہا۔ "مائی لارڈ۔ میں اس بات سے انکار نہیں کرتی۔ کہ میں نے ایک گمنام رقعہ بھیجکر اُسے بد قسمتی مالی مشکلات سے بچانے کے لئے کچھ روپیہ بھیجا تھا"۔

ارل آف وارنگٹن نے کہا "میرے لئے اس سے زیادہ کہنا اور صاف صاف بیان کرنا بیہودہ ہوگا کہ آخر وہ روپیہ جو تم نے اس بے اصول عیاش شخص کے پاس بھیجا۔ تمہیں کہاں سے ملا تھا؟ اس کے ساتھ ہی تم سمجھ سکتی ہو کہ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کہ دنیا میرے ہی اقتصادی مائیہ پر میری ہنسی اُڑا رہی ہے"۔

"یور لارڈشپ کو معلوم ہوگا۔ کہ میں ایسی عورت نہیں ہوں۔ کہ آپ کو مضطرب کرنیوالا کوئی کام مجھ سے سرزد ہو۔ شائد یہ میری غلطی تھی کہ میں نے . . . "

"ڈائنا تم سمجھدار عورت ہو اور اس معاملہ کو اچھی طرح سمجھ سکتی ہو لیکن خیر جو کچھ ہو گیا ٹل نہیں سکتا۔ اس لئے اس کے متعلق کسی بحث میں پڑنا لاحاصل ہے۔ مگر اس میں شک نہیں۔ کہ اس واقعہ کا اثر ہمارے تعلقات کے لئے مہلک ثابت ہوا ہے"۔

"یقیناً آپ کا منشا یہ نہیں ہو سکتا . . . "

ارل نے استقلال کے لہجہ میں کہا "میرا منشا یہی ہے۔ کہ اب ہمارے تعلقات منقطع ہو جانے چاہئیں"۔

ساحرہ کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ اور وہ کہنے لگی "کیا میرا قصور آپ کی نظروں میں ناقابل معافی ہے؟"

"دنیا میں کوئی شخص تضحیک برداشت نہیں کر سکتا۔ اور میں تو اس معاملہ میں خصوصیت سے بہت ذکی الحس ہوں"۔

ڈائنا پر یہ صدمہ چونکہ یکایک پڑا تھا۔ اس لئے اُس نے حیرت زدہ ہو کر کہا "لیکن آپکو میری اس احمقانہ عنایت کا علم کہاں سے ہوا؟"

ارل نے جواب دیا "میرا فرض ہے۔ کہ اس بارہ میں تم سے پوری کیفیت بیان کروں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ گرینڈیر گارد کا ایک افسر کپتان فرٹز ہارڈنگ میرا دوست ہے۔ اور سر روپرٹ ہاربرو کے مکان پر اکثر آتا جاتا ہے۔ کل شام لیڈی سیسیلیا نے اُس سے اپنے شوہر کے ایک ہزار پونڈ اڑانے کا اپنے نقطۂ خیال سے دلچسپ قصہ بیان کیا۔ اور اسکے بعد یہ دونوں اس واقعہ پر دیر تک خوش ہوتے رہے۔ لیڈی سیسیلیا نے اس سے یہ بھی بیان کیا۔ کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ یہ روپیہ کہاں سے آیا تھا۔ آخر میں اُس نے بڑے ناگوار لفظوں میں مرا مضحکہ اڑایا۔ کہ اس کی حماقت سے مسٹر ایشکن کو اس طرح اپنے پرانے آشناؤں پر روپیہ لٹانے کا موقعہ ملتا ہے۔ تم نے مجھ سے اصل حقیقت پوچھی تھی اس نے ٹھیک اس طرح بیان کر دی ہے۔ جیسے مجھے کپتان فرٹز ہارڈنگ سے معلوم ہوئی تھی"

ساحرہ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا "گویا میری ذراسی غلطی کے باعث اتنا فضیحتا ہوا ہے"

"ڈائنا دیکھو۔ تم نے کیا۔ وہ نہایت نامناسب تھا۔ اور گو میں یہ کہنا نہیں چاہتا۔ کہ اس شخص کو روپیہ بھیجنے میں تمہیں کوئی خاص مقصد پیش نظر تھا۔ ۔ ۔ ۔"

"خدا شاہد ہے کہ میرا ارادہ بالکل پاک تھا" یہ کہکر ڈائنا نے آنسو پونچھتے ہوئے نخوت آمیز انداز سے ارل کی طرف دیکھا۔

"لیکن دنیا ایسی حالتوں میں بہت کم اس بات کا یقین کرتی ہے۔ ذرا خیال تو کرو۔ کہ تمہارے اس فعل سے کیا کیا نتیجے نکالے جا سکتے ہیں"

ساحرہ نے کہا "مائی لارڈ آپ خیال کرتے ہیں۔ کہ میں نے سر روپرٹ ہاربرو کی امداد کسی نامناسب وجہ سے کی تھی؟"

"اگر میں تمہارے ظاہری سلوک کو پیش نظر رکھتا ہوں۔ تو میرا جواب انکار ہے لیکن تم سمجھ سکتی ہو۔ کہ جب تک شبہ کی ذراسی گنجائش بھی باقی ہو۔ ہمارا خوش رہنا غیر ممکن ہے۔ اسلئے اب ہمارا ایک دوسرے سے جدا ہو جانا ہی بہتر ہے۔ گو ہم دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے جدا ہونگے"

ڈائنا کے جذبات چھاتی سے اٹھکر رخساروں پر سرخی کی صورت میں نمودار ہو گئے۔ مگر اس نے جی کڑا کر کے نخوت آمیز لہجہ میں کہا "مائی لارڈ آپ ایسا چاہتے ہیں۔ تو خیر یونہی سہی"

ارل نے ایک لمحہ بھر تامل کے بعد کہا "یہ مکان اور اس میں جو کچھ موجود ہے۔ وہ

سب تمہارا ہے۔ اور ۔ ۔ ۔ اس پاکٹ بک میں ایک چیک ہے ۔ ۔ ۔"

"نہیں مائی لارڈ" ڈائنا نے قطع کلام کر کے کہا۔ "آپ کی فیاضی کا بار پہلے ہی مجھ پر بہت زیادہ ہے ۔ اس سے بھی زیادہ جس کی میں مستحق تھی ۔ اب میں اس نئی عنایت کو منظور کرنے سے معذور ہوں ۔ ۔ ۔"

ارل آف وارنگٹن اس جواب سے بہت متعجب ہوا ۔ کیونکہ اس سے اسے اس بات کا یقین ہو گیا ۔ کہ اس کی داشتہ میں خود غرضی کا مادہ بالکل موجود نہیں ۔ چند لمحوں کے لئے اس کے جی میں آئی ۔ کہ پھر اس سے صلح و آشتی پیدا کرنے کی کوشش کرے ۔ مگر جب اسے اپنی تضحیک کا خیال آیا ۔ اور اس نے سوچا ۔ کہ سارے دوست یہ کہکر مجھ پر پھبتیاں اُڑائیں گے ۔ کہ حضرت نے دوسروں کے فائدہ کے لئے ایک داشتہ رکھ چھوڑی ہے ۔ تو لندن بھر کے اوباش مردوں اور فاحشہ عورتوں کی نظروں میں ذلیل ہونے کے خوف نے اسے دبا دیا ۔ اور وہ ڈائنا سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ۔ "تو کیا تمہیں میری دوستی کی یہ علامت منظور کرنے سے انکار ہے؟"

"میں آپ کے فیاضانہ سلوک کی ہر طرح ممنون احسان ہوں ۔ لیکن حالات سے مجبور ہو کر نہایت ادب سے آپ کا یہ عطیہ منظور کرنے سے انکار کرتی ہوں"

ارل شش و پنج میں پڑ گیا ۔ اس نے اس حسینہ کی طرف دیکھا ۔ جو آجتک اسکی راحت جاں رہی تھی ۔ اور بارہا مختلف معاملات کی نسبت اسے قیمتی مشورے بھی دے چکی تھی سوائے اس موقعہ کے اس نے ہمیشہ ارل کے ساتھ بہت اچھی طرح برتاؤ کیا تھا ۔ ۔ ۔ وہ چند منٹ تک اس کی طرف غور سے دیکھتا رہا ۔ اور شائد اپنے سلوک کی سختی کا خیال ۔ شاید اس کے حسن گلو سوز کا اثر اس کے ارادہ کو کمزور کرنے لگا تھا کہ

اس نے کہا ۔ "ڈائنا ۔ ۔ ۔ ہم ۔ ۔ ۔"

عین اسوقت چند آدمی بازار میں گفتگو کرتے ہوئے گذرے ۔ ارل نے کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا ۔ کپتان فٹز ہارڈنگ اور ایک شخص اور گھوڑوں پر سوار گذر رہے ہیں ۔ وہ اسوقت مکان کی طرف دیکھ رہے تھے ۔ اس نظارہ کو دیکھکر ارل کے ذی حس دل نے یہی شہادت دی ۔ کہ ان میں اس ہزار پونڈ والے قصہ پر ہی بحث ہو رہی ہے ۔ اور شائد میرے دوست کپتان نے اپنے ساتھی کو یہاں سے گذرتے ہوئے اس مکان کیطرف اشارہ کر کے کہا ہے ۔ کہ اسی میں بیوقوف ارل آف وارنگٹن کی داشتہ رہتی ہے ۔ جو اسکی دولت اپنے پرانوں آشناؤں پر لٹا رہی ہے

ساحرہ نے جو اپنے اندر سب عورتوں کی طرح شناخت کا زبردست مادہ رکھتی تھی۔ ان تمام خیالات کو جو ارل کے دل میں اسوقت تک پیدا ہوتے رہے تھے۔ سمجھ لیا تھا۔ اور جب ارل نے اسکے دوبارہ انکار پر کچھ کہنا چاہا۔ تو اُسے یقین تھا۔ کہ مصالحت کی گفتگو ہی ہوگی۔ مگر جب اسے بازار سے گفتگو اور قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور جب اس کے بعد اس نے ارل کے چہرہ پر سرخی پھیلتی دیکھی۔ تو اس نے سمجھ لیا۔ کہ بس اب ناامیدی کے سوا چارہ نہیں۔ ارل اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا "ڈائنا مجھ سے ہاتھ ملاؤ۔ ہم دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے جدا ہوں گے۔ اور اطمینان رکھو۔ کہ میں ہر وقت تمہاری امداد کے لئے حاضر رہونگا۔ الوداع"!

"الوداع مائی لارڈ" یہ کہتے ہوئے مسز آرلنگٹن نے اپنا نازک ہاتھ ارل کی طرف بڑھایا۔ اور وہ اسے تھوڑی دیر تک پیار سے دبائے کھڑا رہا۔ اس کے بعد اس خیال سے مبادا کمزوری کا احساس پھر طاری ہو۔ اور میں اس نظارہ حسن کی تاب نہ لاسکوں۔ اس نے گرمجوشی سے اس کا ہاتھ ہلایا۔ اور جلد جلد نیچے اُتر گیا۔

ساحرہ اپنی جگہ سے اُٹھکر کھڑکی کے قریب پردہ کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہوگئی۔ اور اُسے گھوڑے پر سوار ہوتا دیکھتی رہی۔ مگر اس نے کھڑکی کی طرف نظر نہیں کی۔ شائد وہ سمجھتا تھا۔ کہ وہ اس میں کھڑی ہوگی۔

خود ڈائنا کے غرور نے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ سامنے آتی۔

آخر کار جب وہ نظروں سے غائب ہوگیا۔ تو وہ صوفہ پر گر کر زار زار رونے لگی۔ آہ! اگر میں اسوقت جب اس نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ صرف ایک لفظ زبان سے کہتی تو اب بھی اسے اپنا بنا سکتی تھی۔ افسوس! میرا بہترین رفیق آج مجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا:"

لیکن ڈائنا ایسی عورت نہ تھی۔ کہ بہت دیر تک رنج وغم میں کڑھتی۔ اس کے اندر زبردست ذہنی استقلال موجود تھا۔ اپنے جذبات پر جلدی ہی قابو پا کر اس نے صورت معاملات پر غور کرنا شروع کیا۔

ایک نہائیت شاندار آراستہ پیراستہ مکان اُسکے قبضہ میں تھا۔ اور نقدی کی بہت بڑی مقدار بھی اسکے پاس موجود تھی۔ اس لئے نہ تو اُسے سردست کسی قسم کی فکر تھی۔ اور نہ آئندہ کے متعلق کوئی اضطراب تھا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا۔ کہ اپنے حسن اور ذہنی صفات کی بدولت میں کسی اور عاشق کو اپنے بس میں کرسکوں گی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اسے اس زندگی کو ترک کر دینے کا خیال پیدا ہوا۔ جو اس نے گذشتہ چند سال سے اختیار کر رکھی تھی۔ اب اسے اس بات کی خواہش تھی۔ کہ آئندہ میں اپنی زندگی عزت اور آزادی کے ساتھ بسر کروں۔

اسی قسم کے خیالات میں دن گذر گیا۔ اور وہ اس بارے میں مختلف تجویزیں سوچتی رہی۔ رات ہوئی تو وہ ایک صوفے پر لیٹ گئی۔ لیکن چونکہ نیند نہ آتی تھی۔ اس نے کتاب ہاتھ میں لے کر اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ صوفے کے قریب ایک چھوٹی سی میز پر شمع جل رہی تھی۔ اور وہ اطلس کے گدیلوں کے سہارے لیٹی ہوئی بائرن کی مختلف نظموں کے چیدہ چیدہ اشعار دیکھ رہی تھی۔

اس طرح ایک گھنٹہ گذر گیا۔ اسکی آنکھیں خود بخود خمار آلود ہو گئیں۔ پھر کتاب ہاتھ سے گر گئی۔ اور پپوٹے بند ہو گئے۔ اس کے بعد اسے اس وقت تک کسی بات کا علم نہیں رہا۔ حتیٰ کہ یکایک اسے شدت کا درد محسوس ہونے لگا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو دیکھتی ہے۔ کہ کپڑوں میں چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ وہ صوفے سے کود کر فرش پر آ رہی۔ لیکن اس کے لباس شب خوابی میں بھی آگ لگی ہوئی تھی۔ اسے بجھانے کے لئے اس نے فرش کے قالین پر ادھر ادھر لڑھکنا شروع کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی شدت درد کے باعث زور زور سے چیخیں مارنے لگی۔ ان چیخوں کے ساتھ ملی ہوئی "آگ" "آگ" کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر اسے بعض شخصوں کے سیڑھیوں پر سے اوپر آنے کی آواز سنائی دی۔ یکایک کسی نے دروازہ کھولا۔ اور اس کے بعد ایک پولیس مین نے اندر داخل ہو کر ڈائنا کو بازوؤں پر اٹھا لیا۔

اسی بے ہوشی کی حالت میں اسے نچلی بیٹھک میں پہنچا دیا گیا جہاں اس پر ایک بھاری لبادہ ڈال کر اس کے کپڑوں کی آگ بجھائی گئی۔ پھر اسے پاس کے ہوٹل میں پہنچا دیا گیا۔ خوش قسمتی سے ایک ڈاکٹر اس وقت بازار سے گذر رہا تھا۔ اس نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اور وہ اسکی دیکھ بھال میں مصروف ہو گیا۔

دوسری طرف آگ کے شعلے مکان میں بڑی تیزی سے پھیلتے گئے۔ نوکروں کو بمشکل باہر نکالا گیا۔ لیکن سامان سارا جل گیا۔ فائر انجن بہت دیر کے بعد موقعہ پر پہنچے۔ اور جب پہنچے تو پانی کافی مقدار میں حاصل نہ ہو سکا۔ کیونکہ سردی کی وجہ سے نلوں کا

باقی منجمد ہو چکا تھا۔ باز ار میں ہزار ہا خلقت کھڑی تھی۔ لیکن سب لوگ محض تماشا دیکھنے والے تھے۔

سرخ شعلے بھٹی کی آگ کی طرح گرجتے ہوئے اوپر کو اٹھ رہے تھے۔ اور دُور دُور تک سب چیزیں اس طرح نظر آتی تھیں۔ جیسے دوپہر کی روشنی میں شعلوں کی سرخی کے باعث آسمان پہ بھی آگ لگی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

پہلے تو پاس والے مکانوں کے لئے بھی خطرہ نظر آتا تھا۔ لیکن جب جلتے ہوئے مکان کی چھت گر گئی۔ تو آگ بہت کچھ دب گئی۔ مگر یہ علامت عارضی تھی۔ شعلے پھر ایک بار بڑی تیزی سے بھڑکے۔ اور آخر پورا ایک گھنٹہ بعد آگ کو بمشکل فرو کیا جا سکا۔

دوسرے دن صبح کے اخباروں میں جہاں اس واقعہ کی خبریں چھپیں۔ ساتھ ہی یہ ذکر بھی موجود تھا۔ کہ مسٹر آرلنگٹن کی جائداد بیمہ شدہ نہ تھی۔ اور وہ خود بھی اس ہوٹل میں جہاں اسے پہنچایا گیا تھا۔ نہایت نازک حالت میں پڑی ہے۔

بارھواں باب

ناجائز عشق کا انجام

جس رات کو یہ افسوسناک واقعہ پیش آیا تھا۔ اسی کی صبح کو سات بجے کے قریب جبکہ ابھی تاریکی ہی تھی بلومسٹاک سکوئر میں سر روپرٹ ماربرو کے مکان میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

بیرونٹ سلیپر اور ڈریسنگ گون پہنے اپنا بایاں ہاتھ سیڑھیوں کی اگلی دیوار پر رکھے دائیں سے ایک نوجوان عورت کا ہاتھ پکڑے بڑی احتیاط سے نیچے اتر رہا تھا۔ دونوں بالکل خاموش تھے۔ اور اس طرح دبے پاؤں چل رہے تھے۔ گویا انہیں اندیشہ تھا۔ کوئی بیدار نہ ہو جائے۔

جس وقت سر روپرٹ اس نوجوان حسینہ کا ہاتھ پکڑے جس نے ٹوپی اور شال تک پوری پوشاک پہنی ہوئی تھی۔ نیچے آ رہا تھا۔ اس کے دل میں یہ خیالات گذر رہے تھے اور یہ صورت میرے لئے اس نئی داشتہ کو خفیہ طور پر مکان سے باہر پہنچانے میں اسقدر تکلیف اٹھانا سراسر فضول ہے۔ کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہ دن رات یہاں آزادی کیساتھ نہ آیا جایا کرے۔ بخدا اب میں ایسا ہی انتظام کروں گا۔ لیکن نہیں اور بہر میرے اور لیڈی سیسیلیا کے درمیان ایک معاہدہ بھی تو ہے اور آخر نوکروں کے سامنے اور ہمسایوں کی نظر میں وضع داری قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔ میری رائے

میں سب پہلو سوچ کر موجودہ طریقہ ہی سب سے موزوں نظر آتا ہے۔"

وہ اسی قسم کے خیالات کی الجھن میں تھا۔ کہ آستہ سیڑھیوں پر کسی اور شخص کے پاؤں کی چاپ سنائی دی۔ جو بظاہر اس کے اور اس کی داشتہ کی چاپ کی گونج سے مختلف تھی۔ اس نے کھڑے ہو کر پوری توجہ سے اس آواز کو سنا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی بڑی احتیاط سے لیکن اس کے ساتھ ہی ایسے زور سے جسے پریشانی کے منافی سمجھا جا سکتا ہے۔ نیچے اتر رہا ہے۔

اپنی داشتہ کو ساتھ لئے جلد جلد نیچے اتر کر وہ ہال میں سے گذرا۔ اور داشتہ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر سامنے دروازہ کے قریب ایک تاریک کونے میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر دبی زبان سے کہنے لگا:" چپ کیرولائن چپ۔ یہ غالباً خادمہ کے آنے کی آواز ہے"

یہ دونوں اس کونے میں چوہیا کی طرح چپ چاپ دبک کر کھڑے ہو گئے۔ اس اثنا میں اترنے والے کے پاؤں کی چاپ اور بھی زیادہ صاف ہو گئی۔ اب کبھی کبھی کچھ دبی زبان کی گفتگو بھی ہیرونٹ کے کانوں تک پہنچتی تھی۔

ان حالات میں سر ہیریٹ کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ ضرور کوئی خاص معاملہ ہے۔ جسے عمل میں لانے والے پورے اخفا سے کام لے رہے ہیں۔ نتیجہ معلوم کرنے کی نیت سے وہ اور بھی زیادہ توجہ کے ساتھ اپنی جگہ پر چپ چاپ کھڑا رہا۔

اب پاؤں کی چاپ سیڑھیوں پر بند ہو چکی تھی۔ لیکن سامنے دروازہ کی طرف سے آ رہی تھی۔ ہال میں اس وقت بالکل تاریکی تھی۔ لیکن ہیرونٹ کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا۔ کہ اس نئے معاملہ میں حصہ لینے والے ضرور دو شخص ہیں۔ جن میں ایک مرد ہے۔ ایک عورت۔ اس بارہ میں اگر اسکے دل میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی تھا۔ تو وہ اسوقت رفع ہو گیا۔ وہ آنیوالے اس مقام سے جہاں یہ اپنی داشتہ سمیت چھپا کھڑا تھا۔ صرف چند فٹ کے فاصلے پر ٹھہر گئے۔ اور اب ان دونوں میں پھر دبی زبان میں گفتگو شروع ہو گئی۔

"الوداع پیاری سیلیا!" یہ الفاظ کسی مرد کے تھے۔ جو اس نے نہایت دبے لہجہ میں کہے

"الوداع پیارے فریڈرک" یہ آواز زنانہ تھی۔ اور گو یہ الفاظ بھی دبی زبان میں کہے گئے تھے۔ مگر ان کے لہجے سے ہیرونٹ کے کان نا آشنا نہ تھے۔

اس کے بعد کچھ دیر تک دونوں کے بوسہ لینے کی آوازیں آتی رہیں۔

آخر کار فریڈرک نے پوچھا۔" اچھا تو میری جان اب کس وقت ملاقات ہوگی؟

لیڈی سسیلیا نے جواب دیا "رات کو حسب معمول میں تمہیں دروازہ کھول دونگی۔ مسٹر روبرٹ نے اپنے جگری دوست چیسٹر کے ساتھ فرانس چلے جانا ہے"۔

گریڈیر گارڈ کے افسر نے پرشوق لہجہ میں کہا "یہی خدا کی عنایت ہے لیکن پیاری سسیلیا اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ آج شام تک الوداع۔ ہاں ایک بار پھر مجھے اپنی پیاری زبان سے اس بات کا یقین دلا دو۔ کہ میرے ساتھ تمہاری محبت ہمیشہ ایسی ہی صادق اور گرمجوش رہے گی۔ جیسی اب ہے"۔

دبی زبان میں جواب ملا "ہمیشہ . . . تمہارے ساتھ ہمیشہ"۔

اس کے بعد پھر بوسوں کی آواز سنائی دی۔

شب گزشتہ کی راحت کے نشہ میں مخمور افسر نے پھر ایک بار کہا "میری جان کیا میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس سے تم نے حقیقی محبت کی ہے؟ کیا میں ہی وہ خوش نصیب ہوں۔ جس نے تمہارے شوہر کے سوا تمہارے حسن کی بہار لوٹی ہے؟ جواب دو۔ میری جان اپنے منہ سے پھر ایکبار۔ ہاں کہو۔ تمہاری پیاری باتیں میرے دل کو بہت بھاتی ہیں"۔

حسین لیکن گنہگار خاندانی عورت نے دبی زبان میں کہا "فرڈ ہارنگ تم جانتے ہو کہ تمہیں نے مجھے کمزوری کی طرف راغب کیا ہے۔ تمہاری سحرکاریوں نے ہی مجھے شادی کا عہد و پیمان فراموش کرنے پر آمادہ کر لیا ہے"۔

افسر نے اپنی معشوقہ کے لبوں پر پے در پے بوسے دیئے۔ اور کہا "میری جان سے بڑھکر سسیلیا اب میں خوش خوش تم سے رخصت ہوتا ہوں"۔ یہ کہکر وہ سامنے والے دروازے کی طرف بڑھا۔ اور زنجیر کھولنی چاہی۔ مگر وہ کنجی کے ساتھ کچھ ایسے طریق پر الجھ چکی تھی۔ کہ وہ اسے کھول نہ سکا۔

"کیوں کیا معاملہ ہے؟" سسیلیا نے فکر کے لہجہ میں پوچھا۔

افسر نے کہا "یہ زنجیر کم بخت بہت سخت ہو گئی ہے۔ لاکھ کوشش کرتا ہوں کھلتی ہی نہیں"۔

کہنے لگی "لاؤ میں کھول کر دیکھتی ہوں" لیکن وہ بھی باوجود ہر قسم کی کوشش کے کامیاب نہ ہو سکی فرڈ ہارنگ گھبرا کر کہنے لگا "اب کیا کیا جائے؟"

مسلسل بار بار کی ناکام کوششوں سے جب ہارا ... آخر ... روشنی

سو جائے گی۔ اور نوکر چلنے پھرنے لگیں گے۔"

"نہیں خدا کے واسطے"۔ افسر نے گھبرا کر کہا۔

"ٹھہرو" لیڈی سیسیلیا کہنے لگی"۔ میں باورچی خانہ سے شمع لاتی ہوں۔ اسی جگہ کھڑے رہنا۔ میں ایک منٹ کے عرصہ میں واپس آئی جاتی ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ اور وہ اپنی جگہ پر اس خوف سے مبادا میری آہٹ سے گھر کے لوگ بیدار ہو جائیں۔ بت کی طرح ساکن کھڑا رہا لیکن اس وقت اس کے دل میں جس قسم کے ناگوار خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ ان کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ دو منٹ کے عرصہ تک جو لیڈی سیسیلیا کے جانے آنے میں لگا۔ اسے وہ تمام نظارے اپنے سامنے دکھائی دیئے۔ جو اس کے اس حالت میں دیکھے جانے سے پیدا ہو سکتے تھے بمثلاً افشائے راز۔ تضحیک۔ مقدمہ بازی۔ اور ان سب کے بعد لیڈی سیسیلیا کا طلاق۔ اور پھر اسے اپنی بیوی بنا لینے کی مجبوری . . .

خیالات کی اس تاریکی کو شمع کی اس روشنی نے جو ہال کے دوسرے سرے پر چمکی کسی قدر رفع کر دیا اور فوراً ہی لیڈی سیسیلیا بتی ہاتھ میں لئے آ پہنچی۔

اب تک وہ کونہ جس میں سر رو پرٹ اور اس کی داشتہ چھپے کھڑے تھے۔ تاریکی میں تھا گو رو پرٹ نے لائبریری کے گارڈز مین کو سادہ کپڑے پہنے اور لیڈی سیسیلیا کو شمع ہاتھ میں لئے ڈریسنگ گون پہنے اپنے عاشق کی طرف بڑھتے دیکھ لیا تھا۔ آخر جب سیسیلیا سامنے والے دروازہ کے عین قریب پہنچ گئی۔ تو شمع کی روشنی اس کونے پر بھی پڑی جواب تک تاریکی میں چھپا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بڑے زور کی چیخ ماری۔ اور شمع اس کے ہاتھ سے گر گئی خوش قسمتی سے وہ گل نہ ہوئی۔ اور سر رو پرٹ نے جھٹ سے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا اس کے بعد ایک لمحہ میں چاروں شخص ایک دوسرے کی حالت کو سمجھ گئے۔

اس ناگوار نظارہ سے چاروں متاثر ہو چکے تھے۔ لیکن معاً رو پرٹ نے زور کا قہقہہ لگایا۔ اور اس کے بعد گارڈز کے افسر نے اس کی طرف بڑھ کر کہا "جناب ہم سب کی بھلائی اسی میں ہے کہ اس معاملہ کی نسبت پوری خاموشی اختیار کی جائے۔ لیکن اگر آپ میرے متعلق کسی اطمینان کے خواہاں ہوں۔ تو آپ کو معلوم ہے۔ کہ میں کون ہوں۔ اور کہاں رہتا ہوں"۔

"اطمینان" لیڈی سیسیلیا نے طنزیہ لہجہ میں کہا کیونکہ اپنے شوہر کے قریب ایک عورت کو حالت اضطراب میں کانپتے دیکھ کر اب اس کا اپنا اضطراب رفع ہو چکا تھا۔ "اطمینان

کی بھی ایک ہی کہی ۔سر رو برٹ اہرٹ کو جو ایسی عورت کہ اپنے گھر میں داخل ہونے دیتا ہے کیسی اطمینان کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟"

یہ کہکر اس نے دلی نفرت اور حقارت کے ساتھ اپنے شوہر کی داشتہ کی طرف اشارہ کیا۔

نوجوان عورت اس حقارت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہی ۔ اور کہنے لگی "بیگم صاحب میری نسبت اس قدر نفرت کا اظہار نہ ہو۔ آخر میں بھی آپ کے برابر جذبات رکھتی ہوں!"

"چپ ! بدبخت !" لیڈی سیسیلیا نے اس انداز سے جھلا کر کہا ۔ گویا وہ اس قابل نفرت عورت کی صورت سے بھی بیزار ہے ۔

"آہ! مغرور لیڈی تو خود تو اپنے جذبات نفسانی کے لیے بس ہو کر ہر قسم کے گناہ کی مرتکب ہو سکتی ہے لیکن اس غریب عورت کو نہیں دیکھ سکتی ۔ جو شاید اپنے شکم کا دوزخ پر کرنے کے لئے ایسا کرتی ہے!"

نوجوان عورت حقارت کے اس انتہائی اظہار سے مرعوب ہو کر سر روبرٹ کے پیچھے سرک گئی ۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے ۔

آخر کار سر روبرٹ نے بڑی بے صبری کے لہجہ میں کہا "اب اس حماقت آمیز گفتگو کو چھوڑ دو ۔ کیونکہ ذراسی دیر میں نوکر بھی بیدار ہو جائیں گے" پھر اس نے لیڈی سیسیلیا کو خصوصیت سے مخاطب کر کے کہا "تم ان کے ساتھ تھوڑی دیر کو ساتھ والے کمرہ میں چلی جاؤ ۔ میں اتنے میں اسے رخصت کر کے آتا ہوں" یہ کہتے ہوئے سر روبرٹ نے اپنی خوف زدہ معشوقہ کا ہاتھ تسلی بخش انداز سے اپنے ہاتھ میں لے لیا ۔

لیڈی سیسیلیا نے اپنا خوش نما سر نفرت سے ہلایا ۔ اور شرمیلی کیرد لائین کی طرف انتہا درجہ کی حقارت سے دیکھکر اپنے رفیق فریڈرک کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا ۔ اس اثنا میں شمع سر روبرٹ کے ہاتھ میں ہی رہی ۔ روشنی کی مدد سے زنجیر جو تاریکی میں کنجی کے گرد الجھ گئی تھی ۔ آسانی سے کھل گئی ۔ اور اس نے اپنی معشوقہ کو رخصت کر دیا ۔ وہ چونکہ مالکہ مکان کی خوفناک نظروں سے بہت مضطرب ہو چکی تھی ۔ اس لئے دروازہ سے باہر نکلی ۔ تو اس کی جان میں جان آئی ۔

اس کام سے فارغ ہو کر بیرونٹ اس بیٹھک کی طرف گیا ۔ جس میں اس کی گنہگار بیوی اور اس کا آشنا بیٹھے تھے ۔ اس خیال سے مبادا کوئی نوکر اندر آ جائے ۔ اس نے دروازہ

بند کرلیا۔ اور ایک صوفہ پر بیٹھ کر پہلے بڑے زور سے ہنسا۔ پھر کہنے لگا! "بخدا ایسا عجیب واقعہ آجتک کبھی میرے دیکھنے سننے میں نہیں آیا تھا۔"

کپتان فرڈ ہارڈنگ کی فوجی سیرت بیدار ہوگئی کہنے لگا۔ کیا آپ نے مجھے اس طرح ہنسی اڑانے کے لئے یہاں بٹھایا ہے؟

بیرونٹ نے اپنی ہنسی کو ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "میرے دوست ہم سب کو مل کر اس واقعہ پر ہنسنا چاہیئے۔ بس آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میری طرف سے آپ کو کسی مقدمہ بازی یا مقابلہ کا اندیشہ نہیں ہے۔"

"اندیشہ"! بے خوف فوجی افسر نے آنکھیں لال کرکے کہا "جناب میں اس لفظ کو نہیں سمجھا۔"

"خیر اندیشہ نہ سہی۔ ایسا سہی"۔ سر رابرٹ ڈیرو نے مصالحت کے لہجہ میں کہا "کپتان صاحب بات یہ ہے۔ کہ میں اور میری بیوی جس طرح چاہیں کر سکتے ہیں۔ ایک کو دوسرے کے کسی فعل پر اعتراض کی گنجائش نہیں۔"

"سر رابرٹ!" لیڈی سیسیلیا نے چلا کر کہا۔ کیونکہ وہ اپنے عاشق کو اس عہدنامہ کی شرطوں سے آگاہ نہ کرنا چاہتی تھی۔ جو اس میں اور اس کے شوہر کے درمیان ہوا تھا۔ اور جس کی نوعیت سے ہمارے ناظرین بھی بے خبر نہیں ہو سکتے۔

بیرونٹ کہنے لگا "میری پیاری سیسیلیا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تمہارے دوست کو ان وجوہ سے آگاہ کر دیا جائے۔ جن کی بنا پر تم نے اسے اپنے واحد اور صادق عاشق کی حیثیت میں اس جگہ بلایا ہے؟"

"حضرت یہ وقت مذاق کا نہیں ہے!" کپتان فرڈ ہارڈنگ نے کہا "کیا میں اس سے پہلے نہیں کہہ چکا ہوں۔ کہ آپ مجھ سے میرے طرز عمل کا اطمینان چاہیں۔ تو میں اس کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔"

بیرونٹ نے بظاہر اس انداز سے گویا وہ کپتان کا بہت پرانا دوست ہے۔ لیکن بباطن نہایت تلخ لہجہ میں کہا "میرے دوست کیا میرے لئے پھر ایک بار یہ کہنے کی ضرورت ہے۔ کہ مجھے نہ کسی اطمینان کی ضرورت ہے۔ اور نہ میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں چونکہ

لہ یہ لفظ عام طور پر اپنے مفہوم میں انگریزی میں اس وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ جب دو شخص کسی تنازعہ کو ختم کرنے کے لئے ڈوایل لڑنے پر آمادہ ہوں۔ [illegible]

اپنے آپ کو آپ کی نظروں میں انتہا درجہ کا بزدل ثابت کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے ان وجوہ کی تشریح میرے نزدیک نہایت ضروری ہے۔ جن کے باعث میں آپ کے متعلق کوئی سخت کارروائی کرنا نہیں چاہتا"۔

"خیر آپ کہیئے"۔ کپتان فرنز ہارڈنگ نے سرد مہری کے لہجہ میں کہا۔

حالات کو یہ صورت اختیار کرتے دیکھ کر لیڈی سیسیلیا نے اس کرسی سے جس پر وہ بیٹھی تھی۔ اٹھتے ہوئے کہا"میرا اب یہاں ٹھہرنا فضول ہے۔ میں اپنے کمرہ کو جاتی ہوں" گو ہیروڈنٹ نے نرمی سے اسکو دوبارہ کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا"۔ نہیں میری جان اس قدر جلدی کیوں کرتی ہو میں جو کچھ آپ سے بیان کرنے لگا ہوں۔ اس کی تصدیق تمہاری زبانی ضروری ہے"۔

ناچار لیڈی سیسیلیا اسی کرسی پر دوبارہ بیٹھ گئی۔ اور خاموش رہی۔

ہیروڈنٹ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا"کپتان فرنز ہارڈنگ بات یہ ہے۔ کہ میرے اور میری بیوی کے درمیان ایک سمجھوتہ اس مطلب کا ہو چکا ہے۔ کہ جو جس کے جی میں آئے کرے۔ دوسرے کو اس پر کسی قسم کے اعتراض کا حق نہ ہوگا۔ جو معاہدہ چند سال پہلے ہم نے گرجا میں کیا تھا۔ وہ گویا اس نئے معاہدے کی رو سے منسوخ ہو چکا ہے۔ شاید آپ کو میرا بیان عجیب معلوم ہو۔ لیکن بہر صورت وہ صحیح ہے۔ اس لئے مجھے آپ کے معاملہ پر لیڈی سیسیلیا کے ساتھ جھگڑنے کا اسی طرح کوئی حق حاصل نہیں۔ جس طرح اُسے اس نوجوان عورت کے متعلق کی نسبت جو ابھی مجھ سے رخصت ہوئی ہے۔ ان حالات میں" ہیروڈنٹ نے طنزیہ لہجہ میں کہا"۔ ان حالات میں آپ پورے اطمینان سے یہ جان کر خوش ہو سکتے ہیں۔ کہ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں۔ جس سے لیڈی سیسیلیا نے حقیقی محبت کی ہے۔ اور یہ کہ صرف آپ ہی ایک ایسے آدمی ہیں۔ جس نے میرے سوا اس کے حسن کی بہار لوٹی ہے"!

فوجی افسر اس ساری کیفیت کو سنکر بالکل حیران و ششدر رہ گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "تو کیا آپ کا یہ مطلب ہے۔ کہ آپ اس معاملہ میں۔۔ مجھ سے۔۔۔ بالکل ناراض نہیں ہیں؟ ۔۔۔ یعنی۔۔۔"

"بالکل نہیں"۔ ہیروڈنٹ نے کہا"۔ بخلاف ازیں مجھے یقین ہے۔ کہ ہماری دوستی آئندہ اور بھی زیادہ مضبوط ثابت ہوگی"۔

کپتان نے سلام کیا۔ اور رخصت ہونے کے لئے اُٹھا۔ سر ہیروڈنٹ نے اپنا ہاتھ

سے دروازہ کھولا۔ پھر مصنوعی اخلاق سے اسے رخصت کر دیا۔ جس وقت وہ واپس اسی کمرہ میں آیا تو لیڈی سیسیلیا کا چہرہ مارے غصہ کے تمتما رہا تھا۔ کہنے لگی: "سر روبرٹ اس دن کے معاہدہ کے بعد یہ نظارہ کیا معنی رکھتا ہے؟"

بیرونٹ نے بڑے سکون کے ساتھ جواب دیا: "میری جان تم نے میری معشوقہ کے ساتھ جس سختی کا برتاؤ کیا تھا۔ اس کے مقابلہ میں میں نے جو کچھ کیا۔۔۔ بالکل معمولی ہے۔ اس کے علاوہ اگر میں اس شخص کو ان سارے حالات سے واقف نہ کرتا۔ تو یقیناً وہ مجھے بزدل اور کاذب سمجھتا۔"

لیڈی سیسیلیا کے رخساروں کی سرخی اور بھی زیادہ تیز ہو گئی۔ اور وہ جھلا کر کہنے لگی۔ "مگر تم نے اپنے طرز عمل سے مجھے اس کی نظروں میں بالکل ذلیل کر دیا ہے۔"

"اوہ! اوہ!" بیرونٹ نے لاپروائی سے کہا: "اس کی فکر نہ کرو۔ تم نے اسے چونکہ اپنی پیاری زبان سے اس بات کا یقین دلا دیا ہے۔ اپنے شوہر کے سوا میں نے کسی اور کو اپنی محبت کا ثبوت نہیں دیا۔ اس لئے وہ بہت جلد تمہارے پاس واپس آ جائیگا۔ اس کے علاوہ میں تو آج رات اپنے جگری دوست چیپٹر کے ساتھ فرانس جا رہا ہوں۔۔۔"

"سر روبرٹ تمہارے یہ طعنے میرے دل و جگر کو کباب کر رہے ہیں۔ اگر اتفاقیہ طور پر تم نے وہ گفتگو سن لی۔ جو ہم دونوں میں ہوئی تھی۔۔۔"

سر روبرٹ ہاربرو نے بناوٹی طور پر ہنستے ہوئے کہا: "ہو! ہوا ہوا کیا عجیب اتفاق ہے۔ مجھ ایسے نے اپنی زندگی میں ایسا واقعہ کبھی پڑھا یا سنا تھا۔ لیکن خیر اس سوال پر زیادہ بحث کرنا لاحاصل ہے۔ ہمیں اپنے معاہدے کا پابند رہنا چاہئے۔ اگر تم اس کی شرطوں پر پورے طور سے کاربند رہو۔ اور میرے کسی آدمی سے بدسلوکی نہ کرو۔۔۔"

"لیکن ایک بازاری رنڈی میرے مکان میں!" لیڈی سیسیلیا نے نفرت آمیز لہجہ میں کہا۔

"اور میری بیوی کا آشنا میرے سامنے!" سر روبرٹ نے طنزیہ لہجہ میں جواب دیا۔

"اوہ! برابر کے آدمی سے محبت کرنے میں پھر بھی ایک بات ہے"۔ لیڈی سیسیلیا کہنے لگی۔ "مگر اس قسم کی زن بازاری۔۔۔"

"چلو اس بحث کو جانے دو" سر روبرٹ نے مصالحت کے پیرایہ میں کہا: "نوکر بیدار ہو چکے ہیں۔ تم اپنے کمرہ کو جاؤ۔ میں اپنے کو جاتا ہوں۔" یہ کہکر دونوں اس کمرہ سے نکل گئے۔

تیرھواں باب

کفِ افسوس

اپنے شاندار کمرہ میں جا کر لیڈی سیسیلیا نے دروازہ بند کر لیا۔ اور پلنگ پر گر کر زار زار رونے لگی۔

اوہ! اس وقت اسے اپنے شوہر سے اور خود اپنے آپ سے کس درجہ نفرت تھی!

یہ رونا اس لئے نہ تھا۔ کہ اسے اپنی آوارہ زندگی پر پشیمانی کا احساس ہو چکا تھا۔ نہیں۔ آنسوؤں کے قطرے ان خوشنما آنکھوں سے اس لئے گر رہے تھے۔ کہ وہ جانتی تھی۔ سر روپرٹ کی بیان کردہ کیفیت کے بعد کپتان فٹز ہارڈنگ میری نسبت کیا خیال کریگا۔

لیڈی سیسیلیا کا نیا عاشق دولت مند اور سادہ لوح تھا۔ اور اسکی مرضی یہ تھی۔ کہ اسے اپنے بس میں رکھکر اس کو اپنی ضروریات اور نفسانیت پورا کرنیکا ذریعہ بنائے رکھے۔

لیکن آہ! اب وہ یہ جان کر کہ اس میں اور اس کے شوہر میں ایک عرصہ کی رنجش و مدت کا اختلاف قائم ہے۔ اس کی ان عنایات کو کس نظر سے دیکھے گا۔ وہ اس عورت کی نسبت کیا رائے قائم کرے گا۔ جس کے متعلق اسے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے بعد بلا آ گناہ کی زندگی بسر کر رہی ہے۔

اس میں شک نہیں۔ کہ کپتان فٹز ہارڈنگ کا معیار اخلاق بھی کچھ زیادہ بلند نہ ہو سکتا تھا۔ تاہم اس صبح کے واقعات اور سر روپرٹ ہارپر کی گفتگو ایسی تھی۔ جس سے کسی ایسے شخص کے دل کو صدمہ پہنچنا بھی یقینی تھا۔ جس کے اندر ذاتی عزت کا ذرا سا احساس موجود ہو۔ لیڈی سیسیلیا ان سب باتوں کو سوچ سوچ کر روتی اور اپنے خاوند کی بدسلوکی پر غصہ سے دانت پیستی تھی۔

"بدبخت! بزدل!" اس نے کسی قدر بلند آواز سے کہا "ہر موقعہ پر یہی میری تباہی کا موجب ثابت ہوتا ہے۔ اس وقت سے لیکر کہ میں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھا۔ اب تک۔ وہ میرے لئے نحوست کا سایہ ثابت ہو رہا ہے۔ وہ ایک شیطان ہے۔ جسے شاید میرے گناہوں کے عوض اذیت دینے کے لئے دوزخ سے بھیجا گیا ہے۔ سب سے پہلے چھوٹی عمر میں اسی نے میرا دامن عصمت چاک کیا۔ اور اس کے بعد اگر میرا والد اسے بہت سا روپیہ دے کر میری شادی پر مجبور نہ کرتا۔ تو میری بدنامی اور تباہی میں کچھ بھی شبہ نہیں تھا۔ وہ بیش قرار رقم جو اسے میری شادی کے عوض ادا کی گئی۔ قرضوں کی بے باقی یا فضول خرچیوں میں ضائع کر دی گئی۔ اور اب ہماری . . جو کچھ میرے ہی کیا جا

میرے والدین مجھ سے نفرت کرتے ہیں - اور یہ زندگی ایک ایسے شخص سے وابستہ ہے - جو اپنے گذارہ لائق روزی کمانا بھی نہیں جانتا تھا - ناچار مجھے ظاہرداری قائم رکھنے کے لئے اپنی عصمت کسی گرین وڈ یا کسی فٹزارڈنگ کے ہاتھ فروخت کرنی پڑتی ہے! اوہ! یہ زندگی کس درجہ نفرت انگیز ہے - مجھے خود اپنے آپ سے نفرت پیدا ہو چکی ہے - کاش کہ میں اس گداگر بیرونٹ کی بیوی کی بجائے کسی مالدار شخص کی داشتہ ہوتی - جو ہر وقت میری ضروریں پوری کرتا - اور میرے ساتھ صادق محبت رکھتا!"

لیڈی سیسیلیا پلنگ سے اٹھ کر آئینہ کی طرف گئی - بالوں کو جو اسکی پریشانی میں کسی قدر الجھ گئے تھے - ہموار کیا اور دیکھا - کہ رونے کی وجہ سے آنکھیں سرخ ہو گئی ہیں -

حقارت آمیز مسکراہٹ سے اپنے بالائی لب کو خم دے کر کہنے لگی "میرے لئے اب گذشتہ واقعات پہ کف افسوس ملنا فضول ہے - کیونکہ ان کی تلافی تو کسی صورت میں ممکن نہیں - لازم ہے کہ اب میں زمانہ موجودہ سے بہترین فائدہ حاصل کرنے اور مستقبل کو محفوظ بنانے کی کوشش کروں کیا میں جوان نہیں ہوں ؟" آئینہ کہتا ہے - ہاں میں جوان ہوں - خوبصورت ہوں - میرے حسن کی تعریف سینٹ ڈونلڈ کے زاہد و عابد پادری نے بھی اس وقت کی تھی - جب اس نے چند دن گذرے مجھے لیڈی مارلبرو کے مکان پر دیکھا تھا - ہاں تو اگر کلیسا کا ایک انتہا درجہ کا زاہد اتقیا و اصفیا جس کی تعریف اسکے اعلیٰ چال چلن اور راست شعاری کے لئے ساری دنیا کرتی ہے - میری مسکراہٹ کے تیر کا نشانہ بن سکتا ہے - اگر وہ شخص جو کہا کرتا ہے میں اصولاً شادی نہیں کرتا اور جس کی زندگی کو لوگ اوروں کے لئے بطور نمونہ پیش کرتے ہیں - میرے کان میں دبے لفظوں میں ایک تعریفی کلمہ کہکر اس کمزوری پر شرمسار ہو سکتا ہے - یقیناً اگر میرا حسن ایک ایسے معجزہ کو ظہور میں لا سکتا ہے - تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ میری آمد و ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر رہے!"

وہ رک گئی - اور چند منٹ تک بڑے غور سے آئینہ میں اپنی لبریز خوبصورتی کو دیکھتے رہنے کے بعد پھر کہنے لگی "میں اب اس گھر میں اس بے اصول ظالم شوہر کے پاس نہ رہونگی - بخدا مجھے اس ہوا سے بھی نفرت ہو چکی ہے - جس میں وہ سانس لیتا ہے - میں اپنے آپ کو اب ایسے جعلساز اور بدمعاش شخص سے وابستہ رکھنا پسند نہیں کرتی - اس زنجیر کو جس نے چند روزہ طور پر اب بھی مجھے اس کے ساتھ جکڑا ہوا ہے - توڑنے کا وقت آگیا - میں اس شب سیدھی فٹزارڈنگ کے پاس چلی جاؤں گی - وہ مالدار ہے - اس کے اندر جذبہ محبت موجود ہے - شاید میری محبت کی

ریشمی زنجیر اب بھی اس کے قبضے میں رکھ دیتے۔ خیر دیکھا جائیگا۔ اگر اس نے شوق سے آکر اپنا سر میرے پاؤں پر رکھ دیا۔ تو بازی میرے ہاتھ میں ہے۔ ورنہ ۔ ۔ ۔ " اس نے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا "اس کے سوا بھی اور بہت سے مالدار اور بہتر ہیں جنہیں اس سے بھی زیادہ آسانی کے ساتھ بس میں کیا جا سکتا ہے۔"

ڈسک کے قریب بیٹھ کر لیڈی سیسیلیا نے حسب ذیل رقعہ لکھا :-

پیارے فریڈ! مارڈنگ آج سہ پہر کو ٹھیک تین بجے مجھ سے ملنا۔ کیونکہ سر رویرٹ نے اپنی فطری بزدلی پر پردہ ڈالنے کے لئے جو دروغ بیانیاں آج صبح تمہارے روبرو کی تھیں ان کے متعلق مجھے بہت سی باتیں کہنا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ کسی جھگڑے میں الجھنا نہ چاہتا تھا۔ اور اپنے نامردانہ طریق کو چھپانے کے لئے اس نے میرے خلاف جھوٹ کا طومار باندھنا ضروری سمجھا۔ اس لئے آج تین بجے ضرور مجھے ملنا۔ میں مکان پر تمہاری خاطر بالکل اکیلی ہوں گی۔

یہ رقعہ اس نے کپتان فریڈ مارڈنگ کے پاس اپنی خادمہ کے ہاتھ بھیجا۔ جو اس قسم کی باتوں میں اپنی مالک کی پورے طور سے معتمد تھی۔

رقعہ بھیج کر لیڈی سیسیلیا سنگار میں مصروف ہوئی صبح کا ماحضر تناول کیا۔ کچھ عرصہ اخبار دیکھا۔ اور اس کے بعد ایک ناول کا مطالعہ کرتی رہی۔ اسی طرح دن کا ایک بج گیا۔ اس وقت معلوم کر کے کہ سر رویرٹ نصف گھنٹہ پہلے کہیں باہر چلا گیا ہے۔ وہ اپنے کمرہ سے اتر کر نشست گاہ میں آ بیٹھی۔

اس وقت اس نے بالکل سادہ پوشاک پہنی ہوئی تھی۔ مگر اس سادگی میں ہی اس کا حسن اپنی پوری تاب میں تھا۔ اس نے اس روز اپنے عاشق کو بس میں کرنے کا مصمم ارادہ کر رکھا تھا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اس کام میں اس کے حسن ظاہری سے غیر معمولی حد تک مدد ملنے کی امید تھی۔

اس کے ملائم بھورے بال اس کے ڈھلوان کندھوں تک آئے ہوئے تھے۔ اس کی نیلگوں آنکھوں میں جذبات فاسدہ کی سرخی چھائی ہوئی تھی۔ اور اس کی دودھ کی ایسی سفید رنگت سیاہ پوشاک کے باعث جو اس نے اس وقت پہنی ہوئی تھی۔ اپنے پورے نکھار پر تھی۔

انگیٹھی پر رکھے ہوئے ٹائم پیس نے دو بجائے تھے۔ کہ یکایک باہر کے دروازہ پر کسی نے زور سے دستک دی۔ لیڈی سیسیلیا گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنے عاشق کے

شوقِ انتظار میں وہ نوکروں کو یہ کہنا بھول گئی تھی۔ کہ کپتان کے سوا کوئی اور آئے۔ تو وہ اس سے کہیں۔ لیڈی سیسیلیا گھر پر نہیں ہے۔ لیکن اب غفلت کا انسداد غیر ممکن تھا کیونکہ اس کے نشست گاہ سے باہر نکلنے تک ایک نوکر نے باہر کا دروازہ کھول دیا۔

بحالتِ مجبوری وہ پھر کمرہ میں واپس آ کر اسی صوفہ پر بیٹھ گئی۔ اور طاقاتی سے ملاقات کی شخصیت کا آنے تک حال علم نہ تھا جاننے کے لئے ہر طرح مطمئن ہو گئی۔

اس کے بعد چند منٹ کے عرصہ میں نوکر نے آ کر عرض کیا۔ "ارل آف وارنگٹن تشریف لائے ہیں"۔

لیڈی سیسیلیا کی ارل سے بہت ہی معمولی ملاقات تھی۔ یعنی صرف اس قدر کہ چند سال پیشتر وہ اس سے دو ایک مکان پر دو تین بار ملی تھی۔

کمرہ میں داخل ہوتے ہی ارل نے کہا "لیڈی ہاربو میں اس مداخلت کے لئے معافی چاہتا ہوں لیکن مجھ کو ایک خفیف سے معاملہ کی نسبت جو میری نظروں میں خاص اہمیت حاصل کر چکا ہے۔ آپ سے چند باتیں پوچھنا تھیں"۔

لیڈی سیسیلیا نے بڑے اخلاق سے جواب دیا "میں اس اعزاز کے لئے جو لارڈ شپ کے قدم رنجہ فرمانے سے مجھ کو حاصل ہوا ہے۔ آپ کی تہ دل سے ممنون ہوں۔ آپ کی معذرت غیر ضروری ہے۔ جس معاملہ کی نسبت آپ چاہیں۔ میں شوق سے آپ کے سوالات کا جواب دوں گی"۔

ارل نے کہا "یور لیڈی شپ کے اس حسنِ سلوک سے مجھے اس معاملہ کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کرنے کی جرأت ہوئی ہے معاف فرمایئے گا۔ کہ میں آپ کی توجہ اس یاوہ گوئی کی طرف دلاتا ہوں جو ہمارے حلقہ میں آجکل اوقات شہرت پا چکی ہے۔ میرا اشارہ اس قصہ کی طرف ہے جس کا تعلق ایک ہزار پونڈ کی اس پر اسرار رقم سے ہے۔ جو سر رچرڈ ہیسٹ کے نام کسی نے بھیجی تھی۔ اور جسے یور لیڈی شپ نے ان کے فائدہ کی خاطر مناسب طریق پر صرف کیا تھا"۔

لیڈی سیسیلیا۔ اپنے طرزِ عمل کا ذکر آنے پر دل میں شرمسار تو بہت ہوئی۔ مگر ظاہر داری کے لئے ہنس کر کہنے لگی "یور لارڈ شپ نے اس معاملہ کو نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ لیکن دراصل میں نے سر رچرڈ ہیسٹ محض دل لگی کی تھی۔ حقیقت میں ان کا سلوک میرے ساتھ انتہا درجہ کا فیاضانہ ہے۔ اور جب مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہ رقم کسی عزت دار شخص نے کسی سابق قرض کی ادائیگی کے لئے انہیں بھیجی ہے۔ تو میں نے یہ سوچ کر کہ روپیہ اتفاق سے میرے ہاتھ آ گیا ہے

اس سے اپنے بعض ذاتی حسابات کا لقایا بے باق کر دینا ایک معمولی بات سمجھا "
لیڈی سیسیلیا کی اس دروغ بافی پر مصنوعی ہنسی ہنستے ہوئے ارل نے کہا "جی ہاں بیشک یہ ایک معمولی بات تھی۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے۔ روپیہ بھیجنے والے کا نام خط پر کہیں ظاہر نہ کیا گیا تھا "
لیڈی سیسیلیا کہنے لگی " مائی لارڈ حقیقت میں یہ سارا معاملہ اس قدر عجیب تھا۔ کہ میں نے اس رقعہ کو جو اس روپیہ کے ہمراہ روانہ کیا گیا تھا۔ محض اس واقعہ کی یادگار کے طور پر اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ اگر آپ کو اس معاملہ سے کچھ دلچسپی ہو . . . "
ارل نے زور دار لہجہ میں کہا " یور لیڈی شپ سمجھ سکتی ہیں۔ کہ میں اس بارہ میں جو سوالات آپ سے پوچھ رہا ہوں۔ وہ بلا وجہ نہیں " اس کے بعد اس نے کم سنجیدگی کے لہجہ میں کہا " میری طرف سے اس رقعہ کو ایک نظر دیکھنے کی درخواست نامناسب تو نہ ہوگی؟"
لیڈی سیسیلیا نے جو ظاہرداری کے لئے اس سارے معاملہ کو محض ایک اعلیٰ درجہ کے مذاق کا رنگ دے رہی تھی۔ کہا " جی نہیں بالکل نہیں " اس کے بعد اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک الماری میں سے وہ رقعہ نکال کر ارل کے سامنے پیش کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مسکرا کر کہنے لگی " جب یہ رقعہ مجھے ملا ہے۔ تو اس میں یہ خوشبو جو اب اس کے اندر بسی ہوئی ہے۔ موجود نہ تھی۔ بلکہ اس سے روپیہ اور . . کسی حد تک شکرگذاری کی بو آتی تھی "
ارل آف واٹنگٹن نے گفتگو کو سنجیدگی کا لہجہ اختیار کرنے کا موقعہ دیتے ہوئے کہا " میرا اپنا عقیدہ یہ ہے۔ کہ روپیہ ایک ایسا دیوتا ہے۔ جس کے کم و بیش ہم سب پرستار ہیں " پھر اس رقعہ کو ہاتھ میں لے کر اس نے کہا " کیا مجھے اس کا مضمون پڑھنے کی بھی اجازت ہے؟"
لیڈی سیسیلیا کہنے لگی " جی ہاں آپ اسے شوق سے پڑھئے اور اگر آپ کو اس معاملہ سے کسی طرح کی دلچسپی ہو۔ تو آپ کو یہ رقعہ اپنے پاس رکھنے کا بھی اختیار ہے "
" پھر آپ کی اجازت سے۔ میں اسے اپنے پاس ہی رکھتا ہوں "
لیڈی سیسیلیا نے کہا " اب جب کہ میں یور لارڈشپ کے سارے سوالات کا جواب دے چکی ہوں۔ خود مجھے بھی آپ سے ایک دو سوال پوچھنے کی خواہش ہے "
ارل نے مسکرا کر سلام کیا۔ گویا ہر قسم کے سوالات کا جواب دینے کو تیار تھا۔
بیرونٹ کی بیوی نے کہا " میں یہ جاننا چاہتی ہوں۔ کہ وہ کون بااخلاق شخص تھا جس

نے پور لارڈشپ کو اس معاملہ کے متعلق اطلاع دی ؟

ارل نے کہا "آپ کسی شخص کو کس لیئے برا کہتی ہیں۔ ابتدا میں پور لیڈی شپ نے ہی اس معاملہ کو پوشیدہ رکھنے کی پورے طور پر کوشش نہیں کی۔ پھر جو بات سیکڑوں کی زبان پر چڑھ گئی ہو۔ اس کے لیئے کسی ایک کو متہم کرنا سراسر نامناسب ہے"۔

سسیلیا کہنے لگی "۔ مائی لارڈ میں نے اس کا ذکر صرف دو شخصوں سے کیا تھا۔ ایک سر روبرٹ ہاربرو سے محض انہیں چڑانے کے لئے اور دوسرے ایک شخص سے . . . جو میرا . . . گہرا دوست ہے . . . "۔

ارل نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا "میں کسی شخص کا نام پوچھنا معیوب سمجھتا ہوں۔ جو کچھ ہو چکا۔ اب اس پر بحث کرنا لا حاصل ہے"۔

یہ کہہ کر وہ جلدی سے رخصت ہو گیا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا۔ لیڈی سسیلیا اپنا سوال۔ مصر اکر اس شخص کا نام معلوم کرنے پر اصرار کرے جس سے اسے اس معاملہ کی اطلاع حاصل ہوئی تھی۔

جس وقت ارل لیڈی سسیلیا سے رخصت ہوا تو شام کے تین بجے کا عمل تھا۔ آخر الذکر نے یہ محسوس کر کے کہ کپتان فڑ ہارڈنگ اب گھڑی پل میں آیا چاہتا ہے بسکون اختیار کیا۔ اور اس کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔

وقت مقررہ پر فوجی افسر کمرہ میں داخل ہوا۔ مگر اس کے انداز سے محبت اور ملائمت کی بجائے سرد مہری کا گمان ہوتا تھا۔ اس کا طریق عمل محض دوستانہ اور اخلاق آمیز تھا عشق کی گرمجوشی اس سے مفقود ہو چکی تھی۔

لیڈی سسیلیا نے اسے دیکھ کر کہا "فڑ ہارڈنگ کیا بات ہے۔ کہ تم میرے ساتھ اس قسم کی سرد مہری کا برتاؤ کر رہے ہو؟ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم نے میرے خلاف تعصبات حاصل کر لئے ہیں"۔

فوجی افسر نے جواب دیا "لیڈی سسیلیا میرے اندر تمہارے متعلق کسی قسم کا تعصب نہیں لیکن میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں۔ کہ اب میں کسی اندھی محبت کے زیر اثر نہیں رہا۔ آج صبح تمہارے شوہر کا طرز عمل اس شخص کی طرح تھا۔ جو حالات پیش کردہ کے مطابق چل رہا ہو۔ میں اس بات کو پورے طور پر سمجھ سکتا ہوں کہ وہ اپنی فطری بزدلی کو چھپانے کے لیئے محض ظاہرداری

سے کام نہ لے رہا تھا نہیں سیلیا تمہارے شوہر میں چاہے جو عیب ہو۔ بہرصورت وہ بزدل نہیں ہے یہ تو تھا تمہارے شوہر کا معاملہ۔ خود اپنی نسبت میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ جب تک میں اس یقین میں تھا کہ تم اس محبت کو جو تمہارے شوہر کا جائز حق ہے۔ مجھ پر نثار کر رہی ہو جب تک میرا خیال تھا۔ کہ صرف میری محبت نے تمہیں اپنی شادی کے عہد و پیمان فراموش کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ اس وقت تک یہ خواب محبت مجرمانہ تو تھا لیکن اس میں شیرینی کا ایک گہرا عنصر پایا جاتا تھا۔ مگر اب کہ میں اس خواب سے بیدار ہو چکا ہوں۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ تم نے میری خاطر کسی خاص ایثار سے کام نہیں لیا۔ دوسرے لفظوں میں جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا ہے۔ کہ تم اس قسم کی محبت لے کر میری بغل میں نہ آئی تھیں جس کو کسی کی نظروں میں آنے کا خوف ہو۔ اور صبح کے واقعات نے میرا اطمینان کر دیا ہے۔ کہ تم اس معاہدہ کی رو سے جو تمہارے شوہر اور خود تمہارے درمیان ہو چکا ہے۔ اپنے آپ کو ہر طرح محفوظ سمجھتی ہو۔ اس وقت سے میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور مجھے نظر آتا ہے۔ کہ لیڈی سیلیا نے ہر دو تنے جن خطرات میں پڑنے کا امکان ظاہر کیا تھا۔ ان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ اس لئے مجھ کپتان فرڈ ہارڈنگ کی محبت کی خاطر کسی بھی چیز کا ایثار نہیں کیا۔ ان واقعات نے اس خواب شیریں کو دور کر دیا ہے۔ اور گو موجودہ حالات میں ہمارا عشق زیادہ محفوظ رہ سکتا ہے۔ تاہم اس میں وہ لطف . . . وہ لذت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ وہ سحر جس کا مجھ پر اثر تھا۔ اب بالکل دور ہو چکا ہے"

لیڈی سیلیا کی آنکھوں میں عشق و محبت کی جو جھلک پہلے نمودار تھی۔ اس کی بجائے ان الفاظ نے غصہ اور انتہا درجہ کی ناراضگی کے آثار پیدا کر دیئے۔ اپنے غرور حسن کو صدمہ پہنچتے دیکھ کر اس نے نہایت تلخ لہجہ میں کہا۔ "تو کیا تم اس وقت مجھے یہ سب باتیں بتانے . . . اور پند و نصیحت کر کے میری توہین کرنے کے لئے آئے ہو؟"

فوجی افسر نے کہا "نہیں نہیں سیلیا میرا منشا ہرگز تمہاری ہتک کرنے کا نہیں ہے۔ بلکہ میں ان واقعات کو صاف لفظوں میں بیان کر رہا ہوں۔ جو مجھے یہ کہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ کہ ہمیں زمانہ ماضی کو فراموش کر کے اپنے تعلقات کو بھلا دینا چاہئے"

لیڈی سیلیا ان لفظوں سے نہایت شرمسار ہوئی۔ پہلے کپتان فرڈ ہارڈنگ سے اسے جس قدر محبت تھی۔ اسی قدر نفرت پیدا ہو گئی۔ اور وہ کہنے لگی "بہتر یونہی سہی۔ اس حالت میں ہماری اس ملاقات کا خاتمہ جس قدر جلد ہو جائے بہتر ہے"

کپتان فرٹز ہارڈنگ نے مصنوعی اخلاق سے سلام کیا۔ اور رخصت ہو گیا۔ اس کے چلے جانے پر لیڈی سیسیلیا صوفہ پر پیچھے کی طرف لیٹ گئی۔ اور بآواز بلند کہنے لگی۔ "افسوس! ہار گئی! ہار گئی! یہ امید بھی آج ہاتھ سے جاتی رہی!" یہ کہتے ہوئے اسکی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔

لیکن چند ہی لمحوں میں اس نے کہا۔ "یہ غم بالکل فضول اور غصہ سراسر بیکار ہے۔ غم و غصہ دونوں حسن کے منافی ہیں۔ اور مجھے ان سے بچنا چاہئیے۔ اس کے علاوہ کیا میں پہلے نہیں کہہ چکی ہوں۔ کہ دنیا میں کپتان فرٹز ہارڈنگ کے برابر مالدار اور شکیل اور بہت ہیں"

یہ کہہ کر مغرور حسینہ نے آنسو پونچھے۔ اور ظاہری سکون اختیار کیا۔ اس کے بعد آئینہ کے قریب جا کر چہرہ دیکھنے لگی۔ تاکہ معلوم ہو۔ ان آنسوؤں کا خوبصورت چہرہ پر کوئی اثر تو باقی نہیں۔ پھر جب کہ وہ اپنے حسن کو قابل معافی غرور کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔ اسے وہ فقرہ یاد آیا۔ جو سینٹ ڈیوڈ کے پادری نے ایک موقعہ پر اس کے حسن کی تعریف میں کہا تھا۔

اس واقعہ کو یاد کر کے اس کے لبوں پر خود بخود مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔ اور خوشامد کا وہ بے معنی اور مبہم فقرہ رفتہ رفتہ اس کے ذہن میں غیر معمولی اہمیت حاصل کرنے لگا۔ اس نے اسے پادری صاحب کی محبت کے اظہار کی ابتدا تصور کیا۔ اور آخر کار جب وہ دیر تک اس پر غور کرتی رہی۔ تو اس میں اسے محبت اور راحت کا دفتر بے پایاں نظر آنے لگا۔

کمزور اخلاق کی حسینہ نے اپنے جذبات دلی کے شوق میں عبادت گزار پادری کو مبتلائے عشق تصور کیا۔ اور سمجھا کہ وہ عالم بے خبری میں اپنے خیالات ظاہر کر چکا ہے۔ پھر اُسے اپنے تخیل میں نظر آیا۔ کہ پادری صاحب اس کے قدموں میں دو زانو بیٹھے ہیں۔ اور میٹھے میٹھے کلمات میں اپنے عشق کا اظہار کر رہے ہیں۔

اس نصف گھنٹہ کے عرصہ میں جو کپتان فرٹز ہارڈنگ کے رخصت ہونے کے بعد گزرا تھا۔ اپنی فطری گرمجوشی کے باعث سیسیلیا نے عالم تصور میں سینٹ ڈیوڈ کے ان پادری صاحب پر جن کو دنیا انتہا درجہ کا زاہد اور پرہیزگار قرار دیتی تھی۔ کامل فتح حاصل کر لی۔ اور اس کے بعد جب ایک خفیف سے واقعے نے اسے اس خواب بیداری سے جگا دیا۔ تو بجائے اپنی حماقت پر ہنسنے کے اس نے اس کو القائے غیبی سمجھا۔ اور اپنے حسن کے تیروں کو اس پر چلانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کسی قدر بلند آواز میں اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ "اس

نے کہا تھا۔ آج شام کو آپ ایسی نظر آتی ہیں کہ اس سے پہلے میں نے نہیں دیکھا۔ اس کے یہ الفاظ یقیناً میری زندگی کا نیا باب کھولنے کا موجب ثابت ہوں گے" اور یہ کہ کر وہ اس انداز سے مسکرائی۔ گویا اسکا مقصد بڑی حد تک پورا ہو چکا ہے۔

پھر ذرا توقف کے بعد اس نے اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا "اس کی عمر ۳۶ سال کی ہے۔ مالدار شکیل اور اصول کا پکا" یہ الفاظ کہتے ہوئے اس کے گلابی ہونٹوں پر طنز اور اطمینان کی مسکراہٹ پیدا ہوئی "مگر باوجود اس کے سوسائٹی میں ملنے کا شائق ہے۔ خیر واقعات ثابت کر دیں گے کہ پادری ریجینالڈ ٹرلبی اپنے آپ کو زنانہ حسن اور۔۔۔ زنانہ فریب سے محفوظ نہیں سمجھ سکتا۔ ہرگز نہیں۔ اگر اسکی زبان سے وہ الفاظ جو اس نے اس روز معمولی انداز سے مجھے کہے تھے۔ ایک خاص انداز سے نہ کہلواؤں تو سیسیلیا نہیں۔ میں اس کے دل میں دبے ہوئے جذبات کو بیدار کر دوں گی۔ اور کوئی دن جاتا ہے کہ وہ میرے قدموں میں ہوگا۔ مگر سب سے پہلے مجھے اس کی خصلت اور مزاج معلوم کرنے کی کوشش کرنا چاہئے"

یہ کہ کر وہ صوفہ سے اٹھی۔ اور الماری سے ایک مذہبی رسالہ نکال کر کچھ دیر تک اس کے ورق الٹتی رہی۔ پھر وہ اس صفحہ کو نکالکر جس پر سینٹ ڈیوڈ کے پادری کی خصلت اور ہر دلعزیزی کا ذکر درج تھا۔ مطالعہ کرنے کی نیت سے اس جگہ پورے اطمینان سے بیٹھ گئی۔

چودھواں باب

مصالحت

لیڈی سیسیلیا ماربرو سے رخصت ہو کر ارل آف وارنگٹن ڈوور سٹریٹ کے اس ہوٹل میں پہنچا جہاں ڈانسٹان آرلنگٹن زندگی اور موت کے درمیان لٹک رہی تھی۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ ایک نرس اور ڈاکٹر اسکی خبرگیری کر رہے ہیں۔

اس نے خواہش ظاہر کی۔ کہ مجھے اس کے کمرہ میں پہنچایا جائے۔ اور ساتھ ہی ایک ویٹر کے ہاتھ ڈاکٹر کو بلوا بھیجا۔ نوکر نے جو ارل کی شخصیت سے ناواقف تھا۔ پوچھا "میں آپ کا نام کیا بتاؤں؟"

ارل نے کہا "کسی کا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ میں ان سے صرف پانچ منٹ گفتگو کرنا

چاہتا ہوں۔"

نوکر چلا گیا۔ اور چند منٹ کے عرصہ میں ڈاکٹر کو ساتھ لئے واپس آیا۔ جس وقت وہ کمرہ سے چلا گیا۔ تو ارل نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا: "غالباً آپ ہی اس لیڈی کا علاج کر رہے ہیں۔ جسے کل رات کی آتشزدگی میں ایک نہایت سخت حادثہ پیش آیا تھا؟"

ڈاکٹر نے جواب دیا: "جس وقت آگ لگی ہے۔ بس اتفاق سے ڈوور سٹریٹ سے گزر رہا تھا۔ میں نے ہی پولیس کو الارم دیا تھا۔ اس کے بعد میں اس خیال سے ٹھہر گیا۔ شاید میری خدمات کی ضرورت محسوس ہو۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ میرا ٹھہر جانا مفید ہی ثابت ہوا۔"

ارل نے کسی قدر پرجوش لہجہ میں پوچھا: "تو کیا اس لیڈی کو کوئی شدید زخم آیا ہے؟"

ڈاکٹر نے کہا: "جناب اس کے زخم خطرناک ہیں۔ اسی خیال سے میں رات بھر اس کی نگرانی کرتا رہا۔ کیونکہ میرا مکان اس جگہ سے ذرا فاصلہ پر ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب سے یہ حادثہ ہوا ہے۔ میں ایک لمحہ کے لئے یہاں سے رخصت نہیں ہوا۔"

ارل نے کہا: "آپ کی خدمات کا معقول معاوضہ ادا کیا جائے گا۔ یہ لیجئے میرا کارڈ ہے میں آپ کا ممنون دار ہوں۔"

ڈاکٹر نے جس وقت کارڈ پر ارل کا نام پڑھا۔ تو اس نے بڑے ادب سے جھک کر سلام کیا۔ ذرا توقف کے بعد ارل نے پھر کہا: "ایک سوال ہے جس کا جواب میں آپ سے پوری صفائی اور ایمانداری سے چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ مریضہ پر ان زخموں کے اثر سے داغ تو پیدا نہ ہونگے؟"

ڈاکٹر نے کہا: "حضور اس سوال کا سردست میں کچھ جواب نہیں دے سکتا۔ یہ امر بہت کچھ اطمینان بخش اور امید افزا ہے۔ کہ ڈاکٹری امداد حاصل ہونے میں توقف نہیں ہوا۔ پھر بھی نتیجہ میرے یا کسی اور کے بس کا نہیں ہے۔"

"خیر تو اس صورت میں بہتری کے لئے ہی امید کرتا ہوں۔ آپ کی رائے میں وہ کتنے عرصہ میں صحت یاب ہو سکے گی؟"

ڈاکٹر نے عرض کیا: "مائی لارڈ ایسے حالات میں خطرہ ہمیشہ ہر وقت موجود رہتا ہے لیکن اگر چند دن کے عرصہ میں بخار اتر گیا۔ تو میرے خیال میں مریضہ کو حصہ ویسٹ اینڈ کی پر شور زندگی سے ہٹا کر مضافات میں کسی پرسکون مقام پر لے جانا مناسب ہوگا۔"

ارل نے کچھ سوچ کر کہا: "آپ نے کہا تھا۔ میں یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر رہتا ہوں۔"

ڈاکٹر کہنے لگا: "جی ہاں میرا مکان نورنالوسے میں ہے اور میرا نام وِنٹ ورتھ ہے۔"

ارل نے کہا: "بیشک نالوسے ایک پُرسکون مقام ہے۔ لیکن میرے خیال میں وہاں کی ہوا بہت سرد ہے۔"

"نہیں مائی لارڈ۔ وہاں کی آب و ہوا نہایت صاف اور خوشگوار ہے۔ اس کے علاوہ وہاں نہ اس قدر ہجوم اور نہ گاڑیوں کی اتنی آمد و رفت ہے کہ کسی مریض کے رہنے کی بہت اچھی جگہ ہے۔"

ارل نے کہا: "خیر مسز آرلنگٹن کہیں رہے۔ اسکی پورے طور سے نگہداشت ہونی چاہئے۔ خرچ کی پروا نہیں۔ وہ تمام آسائشیں جو روپیہ کے ذریعہ مہیا کی جاسکتی ہیں۔ اس کے لئے مہیا ہونی چاہئیں۔"

ڈاکٹر کہنے لگا: "حضور میں انہیں اپنے مکان میں رکھوں گا۔ اور مسز ونٹ ورتھ آپ ہر طرح انکی خدمت کرے گی۔۔۔ لیکن۔۔۔"

"کیا؟ جو رکاوٹ ہو بیان کیجئے۔" ارل نے کہا: "شاید ان تعلقات کی بنا پر جو آپ کے خیال میں میرے اور اس لیڈی کے درمیان ہیں۔ آپ کے نزدیک یہ نامناسب ہے کہ۔۔۔ آپ کی بیوی اس کی خدمت کرے۔"

"نہیں مائی لارڈ۔ یہ بات نہیں۔ ہم ڈاکٹر لوگ اس قسم کی باتوں کی پروا نہیں کرتے لیکن میرے تامل کی وجہ یہ تھی۔ شاید آپ کے خیال میں میرا مکان اس قابل نہ ہو کہ۔۔۔"

"خیر اس رکاوٹ کی پروا نہیں۔" ارل نے قطع کلام کر کے کہا: "آپ جس وقت مسز آرلنگٹن کو اس قابل سمجھیں۔ کہ اسے بحفاظت آپ کے مکان پر پہنچایا جاسکتا ہے۔ وہاں لے جاسکتے اور اس کے بعد آپ وہیں پوری توجہ سے اس کا علاج کریں۔ مجھے آپ پر کامل اعتماد ہے۔" اسکے بعد اس نے ڈاکٹر کا ہاتھ کسی قدر گرمجوشی سے دبایا۔ اور کہنے لگا: "مسٹر ونٹ ورتھ میں نے اس معاملہ میں اس سے ناانصافی کی ہے۔۔۔ لیکن اس کی میں پورے طور پر تلافی کر دونگا۔۔۔ اگر آپ اس کے حسن کو پورے طور سے قائم رکھ سکیں۔۔۔ کیونکہ ہم سب کمزور انسان ہیں۔ اور۔۔۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ میرے اندر یہ ایک کمزوری ہے۔۔۔ لیکن خیر اس بارہ میں آپ پوری کوشش سے کام لیجئے۔۔۔ آپ اس بات کا وعدہ کیجئے۔ کہ امکان بھر اس کا اچھی طرح علاج کریں گے۔"

ڈاکٹر نے کہا "مائی لارڈ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ اور جد و جہد کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ باوجود اس کے میں بغیر اظہار فخر کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں اپنے پیشے کی رموز سے ناواقف نہیں ہوں۔ جن کی تصدیق آن قابل ڈاکٹروں کی اسناد سے ہو سکتی ہے۔ جن سے میں نے تعلیم حاصل کی۔ آپ اطمینان رکھیں۔ کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔ مریضہ کے علاج میں پوری کوشش سے کام لوں گا۔ میں ہر وقت اس کی خبر گیری کرتا رہوں گا۔ اور اگر میں کامیاب ہو گیا۔۔"

ارل نے جواب دیا "اگر آپ اسکو ایسے طریق پر صحت یاب کر سکیں۔ کہ اس کا حسن ویسا ہی مکمل رہے۔ جیسا اسوقت تھا۔ جب میں کل اس سے رخصت ہوا۔ یعنی اس کے بدن پر کوئی داغ یا کوئی نشان باقی نہ رہے۔ تو اطمینان رکھیئے۔ کہ آئندہ کے لئے آپ کو کسی چیز کی پروا نہ رہے گی۔ کیونکہ ارل آف وارنگٹن آپ کا مربی ہو گا"

مسٹر ونٹ ورتھ نے کہا "حضور سر دست میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اپنی طرف سے پوری کوشش سے کام لوں گا"

ارل نے جواب دیا "سر دست میں بھی آپ سے اس سے زیادہ کسی بات کی توقع نہیں رکھتا" اس کے بعد ایک لمحہ بھر خاموشی رہی۔ پھر ارل نے کہا "آپ مجھے چند منٹ کے لئے مریضہ کو دیکھنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟"

ڈاکٹر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ اور اس نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اُسے متامل دیکھ کر ارل نے کہا "شاید آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں آج اس کے چہرہ کی موجودہ حالت دیکھوں گا۔ جسے کل حسن و جمال کا بہترین نمونہ چھوڑ آیا تھا۔ تو مجھے اس کے کامل علاج سے مایوسی ہو جائیگی؟"

مسٹر ونٹ ورتھ نے جواب دیا "حضور یہی میرا خیال ہے۔ جن علامات کو ڈاکٹر لوگ بہت ہی کم خطرناک سمجھتے ہیں۔ عام آدمی اکثر انہیں دیکھکر خوف زدہ اور مایوس ہو جایا کرتے ہیں"

ارل نے کہا "اس صورت میں آپ مجھے اُسے دیکھنے کی نہیں۔ تو اس سے گفتگو کرنے کی ہی اجازت دیجئے"

"میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ چند منٹ توقف فرمائیے۔ میں ابھی واپس آتا ہوں" یہ کہہ کر ڈاکٹر کمرہ سے چلا گیا۔ اُس غیر حاضری میں ارل بڑے اضطراب اور جوش کے ساتھ کمرہ میں ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔ کیونکہ اس وقت اس کا قلب مضطرب اور خیالات بے حد پریشان

تھے۔ اس طرح دس منٹ کا عرصہ گیا۔ اور آخرکار ڈاکٹر نے واپس آکر کہا:" آپ میرے ساتھ تشریف لائیے۔"

مسٹر ونٹ ورتھ ارل کو ساتھ لئے اس کمرہ میں پہنچا۔ جہاں ڈائنا آرلنگٹن ایک پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔ کمرہ کی کھڑکیاں بند تھیں۔ اور پلنگ کے گرد پردے تنے ہوئے تھے۔ بند کھڑکیوں کی درزوں سے روشنی کی صرف چند ایک ہلکی شعاعیں اندر داخل ہو رہی تھیں۔ ورنہ اس کے سوا ہر طرف تاریکی تھی۔ ڈاکٹر باہر برآمدہ میں ٹھیرا رہا۔ اور نرس تھوڑی دیر کو اُٹھ کر کسی کام پر چلی گئی۔ اس لئے جب ارل کمرہ میں داخل ہوا۔ تو وہاں کوئی تیسرا موجود نہ تھا۔ پلنگ کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ کر ارل نے دلی تاسف کے لہجہ میں کہا۔" ڈائنا کل میں نے تم سے جو نا انصافی کی تھی۔ آج اس کی معافی مانگنے آیا ہوں۔"

ڈائنا نے دبی زبان سے دردناک لہجہ میں کہا:" مائی لارڈ میرے دل میں آپ کے متعلق کبھی کسی رنج کا احساس پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے یہ معافی سراسر غیر ضروری ہے۔"

ارل نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا:" ڈائنا میں مانتا ہوں۔ مجھ سے بڑی بھاری غلطی سرزد ہوئی۔ لیکن میں اس قدر متمرد نہیں ہوں۔ کہ اپنا قصور ماننے سے باز رہوں۔ مجھے خلقت کے مضحکہ کا خوف تھا۔ اس لئے مجھ سے جلدی میں بعض نامناسب حرکات سرزد ہو گئیں۔ اسکے علاوہ ایک قسم کا شبہ میرے دل کو بے چین کر رہا تھا۔ گو وہ اب بالکل دور ہو چکا ہے۔ میں نے تمہارا وہ خط پڑھا۔ جو تم نے بنک نوٹ کے ساتھ سر روپرٹ ہاربرو کے نام بھیجا تھا۔ اور میرا اطمینان ہو چکا ہے۔ کہ تمہارا مقصد دیانتداری اور فیاضی پر مبنی تھا۔"

ڈائنا نے پلنگ پر لیٹے ہوئے بظاہر اپنے گہرے جذبات کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا:" یہ آپ کی عنایت ہے۔ کہ آپ نے میرے متعلق صحیح خیالات قائم کرنے کے لئے اس قدر تکلیف برداشت کی۔"

ارل نے اضطراب کے لہجہ میں کہا:" جو کچھ میں نے کیا۔ انصاف اس کا مقتضی تھا۔ کسی عنایت یا مہربانی کو اس میں دخل نہیں۔ جب میں نے صبح کے اخبارات میں شب گذشتہ کے خوفناک سانحہ کا حال پڑھا۔ تو میرے دل میں تمہارے متعلق خود بخود تاسف کا احساس پیدا ہو گیا۔ دل نے ملامت کی۔ کہ جس کی صحبت میں عیش اور راحت کی یہ لطف گھڑیاں بسر کی تھیں۔ آج اس پر بلا وجہ اس قدر ظلم کیوں کیا جا رہا ہے۔ اس قسم کے خیالات نے مجھے بے حد متاثر کیا۔

اور میں نے اس ہوٹل میں ایک نوکر کو بھیجکر معلوم کیا۔ کہ واقعہ میں تمہاری حالت ویسی ہی خراب ہے جیسی اخبارات نے ظاہر کی تھی۔ اس کی زبانی مجھے معلوم ہوا۔ اگرچہ تمہاری زندگی کسی فوری خطرہ میں نہیں ہے۔ تاہم۔ ۔ ۔ ۔"

ڈائنا نے جس کے لہجہ میں کسی قدر تلخی کا انداز پایا جاتا تھا۔ کہا "تاہم یہ کہ میں اپنی زندگی کے باقی حصے کے لئے نہایت بدنما ہو جاؤں گی"

ارل نے گھبرا کر کہا "خدا نہ کرے۔ کہ ایسا ہو۔ مسٹر ونٹ وریقہ نے مجھ سے اس بات کا وعدہ کیا ہے۔ ۔ ۔"

"افسوس ڈاکٹر لوگ بسا اوقات صحت بدنی کے لئے اطمینان قلب کی خاطر بہت سی ایسی باتیں کہہ دیا کرتے ہیں۔ لیکن میں ایسی بے سمجھ نہیں ہوں۔ کہ اس قسم کی بے بنیاد امید کو دل میں جگہ دوں" یہ الفاظ اس نے نہایت افسوسناک لہجہ میں کہے۔

ارل آف وارنگٹن کہنے لگا "ڈائنا امید کو ہاتھ سے نہ دو۔ تم یقیناً صحت یاب ہو جاؤ گی۔ اس بات کا مجھے پورا اطمینان ہے۔ اور اگر اس سانحہ کا کوئی خفیف سا نشان باقی رہ گیا۔ ۔ ۔ ۔"

ڈائنا نے چیخ کر کہا "خفیف سا نشان!" اور اس کے بعد ارل نے دیکھا۔ کہ وہ بہت دیر تک پلنگ پر بے چینی کے ساتھ ادھر ادھر کروٹیں لیتی رہی "مائی لارڈ آپ کسی خفیف نشان کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن افسوس میں زندگی بھر کے لئے بدنما ہو گئی۔ کوئی چیز مجھے بدصورتی سے بچا نہیں سکتی۔ میرے چہرہ پر اس قسم کے نشانات رہ جائیں گے۔ گویا کسی نے لوہے کی سرخ سلاخوں سے داغ دیا ہو۔ میری گردن میرے بازوؤں اور میرے سارے جسم پر قرمزی اور ارغوانی داغ موجود رہیں گے۔ خداوندا یہ اذیت ناقابل برداشت ہے!" یہ کہہ کر اس نے بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا۔

ارل نے اُسے کھلے دل سے رونے دیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ اس سے اس کے دل کی بھڑاس نکل جائیگی۔ پھر جب چند منٹ کے عرصہ میں اس کی طبیعت میں دوبارہ سکون پیدا ہو۔ تو وہ کہنے لگی "معاف کیجئے۔ آخر میں ایک کمزور اور بے سمجھ عورت ہوں۔ لیکن ابھی تک آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا۔ کہ وہ رقعہ جو میں نے روپے کے ساتھ سر رویرینڈا جبد کے نام بھیجا تھا۔ وہ کس طرح آپ کے ہاتھ آیا؟"

ارل آف وارنگٹن نے لیڈی سیسیلیا کے ساتھ اپنی ملاقات کی کیفیت بیان کی۔ اور اس کے بعد کہا "اب جبکہ میں وہ کام جو انصاف کی رو سے ضروری تھا۔ کر کے اس بارہ میں اپنا اطمینان کر چکا ہوں۔ کہ تمہارا ارادہ نیک خیالات پر مبنی تھا۔ اور مجھ سے جو حرکات سرزد ہوئیں۔ وہ سراسر بے جا تھیں۔ مناسب ہے۔ کہ میں تمہارے متعلق بعض ضروری باتیں بیان کر دوں۔ سب سے پہلے میں نے مسٹر ونٹ ورتھ کے ساتھ اس بات کا انتظام کر دیا ہے۔ کہ وہ تمہیں اپنے مکان پر رکھ کر علاج کریں۔ میرے خیال میں اس پر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں سراسر تمہارا فائدہ ہے۔ ہالووے کے پر سکون حصہ میں رہ کر تم نسبتاً جلد صحت یاب ہو سکو گی۔ اور کوئی غیبی آواز مجھے کہہ رہی ہے۔ کہ مسٹر ونٹ ورتھ اپنی قابلیت اور ہوشیاری سے تمہیں بہت جلد صحت یاب کر دیں گے"

مریضہ نے کہا "بے شک ان کی ہوشیاری میں کلام نہیں۔ کیونکہ ان کے علاج سے میری وہ تکلیف جو زخموں میں محسوس ہو رہی تھی۔ اب بڑی حد تک رفع ہو چکی ہے"

ارل نے کہا "ڈائنا اس بات کا اطمینان رکھو۔ کہ تمہاری آسائش کے لئے ہر ممکن انتظام کر دیا جائیگا۔ میں اپنے آدمی کو بھیج کر ضروری فرنیچر مہیا کرائے دیتا ہوں۔ اور میرا نوکر تھوڑی دیر میں ضروری اخراجات کے لئے کافی روپیہ دے جائے گا"

ڈائنا نے دبی زبان سے کہا "آپ مجھ پر کس قدر عنایات کر رہے ہیں!"

ارل نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا "میں سر دست تمہارے زخموں کو نہیں دیکھتا اب میں تمہارا چہرہ اسی وقت دیکھوں گا۔ جب مجھے بتایا جائے گا۔ کہ تم پورے طور پر صحت یاب ہو چکی ہو۔ اور اس وقت . . . "

وہ کچھ کہتا کہتا رک گیا۔ اور کمرہ میں دیر تک خاموشی رہی۔ یکایک ارل اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا "الوداع ڈائنا۔ میں اب رخصت ہوتا ہوں۔ میری موجودگی تمہارے اندر سکون پیدا نہیں کر سکتی۔ میں بہت کم تمہیں دیکھنے آؤنگا۔ لیکن یاد رکھنا کہ دور سے ہر وقت میری توجہ تم پر لگی رہے گی"

ڈائنا نے کہا "ہائی لارڈ الوداع۔ اس وقت تک کہ ہم پھر ایک دوسرے سے ملیں۔ لیکن آہ! مجھے وہ دن کس قدر خوفناک نظر آتا ہے۔ اور اگر میرے بدترین اندیشوں کی تصدیق ہو گئی۔ یعنی میں ان زخموں کے نشانات سے اسی قدر خوفناک اور بدنما بن گئی۔

جس کا مجھے خطرہ ہے۔ تو پھر میری آپ کی ملاقات بالکل نہ ہو گی۔ کیونکہ میں لندن چھوڑ کر کسی تنہا مقام میں عزلت گزیں ہو جاؤں گی۔ جہاں کوئی مجھے دیکھ یا پہچان نہ سکے۔"

ارل نے تھراتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ڈائنا مجھے یقین ہے۔ کہ تمہیں یہ طریق عمل اختیار نہ کرنا پڑے گا۔ مجھے اطمینان ہے۔ کہ تم اچھی طرح صحت یاب ہو جاؤ گی۔ کم از کم اس بات کی امید رکھنی چاہئیے۔" یہ کہہ کر ارل جلدی سے کمرے سے باہر چلا گیا۔ برآمدہ میں ڈاکٹر کھڑا تھا اس سے اپنی سابقہ ہدایات دہراتے ہوئے اس نے زوردار لہجہ میں کہا۔ "مسٹر ونٹ ورتھ جو کچھ میں آپ سے کہہ چکا ہوں۔ اسے بھول نہ جائیے گا۔ روپیہ کی کچھ پروا نہیں۔ جس قدر خرچ ہو سکے کھلے دل سے کیجئے۔ سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ مریضہ کا سابقہ حسن برقرار ہے اس ایک مقصد کو حاصل کرنے کے لئے لاکھوں خرچ ہو جائیں۔ تو اس کی بھی پروا نہیں۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "مائی لارڈ سردست میں صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں۔ کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔ پوری کوشش کرونگا۔"

ارل نے اس کا ہاتھ گرمجوشی سے دبایا۔ اور اس کے بعد باقلب مضطرب وہاں سے رخصت ہوا

جلد پنجم ختم ہوئی